قرآنی معلومات اور خصوصیات پر ایک جامع عربی کتاب

التبیان فی علوم القرآن

کا اردو ترجمہ بنام

علوم قرآن کا بیان

تصنیف

محمد علی الصابونی رحمہ اللہ

مترجم

شیخ الحدیث مفتی محمد صدیق ہزاروی مدظلہ العالی

مکتبہ اعلیٰ حضرت

قرآنی معلومات اور خصوصیات پر ایک جامع عربی کتاب

التبیان فی علوم القرآن

کا اردو ترجمہ بنام

علوم قرآن کا بیان

محمد علی الصابونی

مترجم

شیخ الحدیث مفتی محمد صدیق ہزاروی

مکتبہ اعلیٰ حضرت
داتا دربار مارکیٹ، لاہور
042-37247301
0300-8842540

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	التبیان فی علوم القرآن
عنوان	تفسیر القرآن
زبان	عربی
مصنف	الشیخ محمد علی صابونی
نام اردو ترجمہ	علوم قرآن کا بیان
مترجم	شیخ الحدیث استاذ العلماء مفتی محمد صدیق ہزاروی مدظلہ العالی
صفحات	300
سن اشاعت	جون 2016ء بمطابق شعبان المعظم ۱۴۳۵ھ
کمپوزر	محمد احمد رضا خان 0312-6486856
ہدیہ	=/400 روپے

ناشر

مکتبہ اعلیٰ حضرت

دربار مارکیٹ لاہور

042-37247301

mob:0300-8842542

نوٹ:۔ اس کتاب کی پروف ریڈنگ میں حتی المقدور کوشش کی گئی ہے۔ تاہم بشری تقاضے کے تحت اگر کوئی غلطی قارئین کی نظر سے گزرے تو ادارے کو ضرور مطلع کریں۔ تاکہ تصحیح کی جاسکے۔ (ادارہ)

فہرس

عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
کچھ ابو حنظلہ کے قلم سے	11	جواب:۔	25
مقدمہ از مترجم	12	آیت مائدہ کا نزول میں متاخر ہونا	25
مقدمہ از مصنف	13	تنبیہ	26
پہلی فصل علوم القرآن	14	پہلا اشکال	26
علوم قرآن کا مقصد کیا ہے؟	15	پہلا جواب	26
تعریف قرآن مجید	16	دوسرا اشکال مع جواب	27
مقصد نزول قرآن	16	جہاد، خمر اور کھانوں سے متعلق نازل ہونے والی آیات	27
قرآن پاک کے فضائل	17	کھانوں سے متعلق	29
آیات کریمہ	17	سوالات	30
احادیث مبارکہ	17	دوسری فصل اسباب نزول	31
علوم قرآن حاصل کرنے والے کے لئے آداب	18	پہلی مثال	31
قرآن پاک کے اسمائے مبارکہ	19	دوسری مثال	31
وجہ تسمیہ	19	معرفت اسباب نزول کے فوائد	32
آیات اوصاف	20	فوائد نزول کی مثالیں	33
لفظ قرآن کا اشتقاق	21	دوسری مثال	34
نزول قرآن کی ابتداء کب ہوئی؟	22	تیسری مثال	34
صحیح بخاری کی روایت	22	چوتھی مثال	35
نزول کے اعتبار سے پہلی اور آخری آیات کریمہ	24	اس آیت کریمہ کے معنیٰ کی وضاحت	36
سوال	24	پانچویں مثال	36

حادثہ کی مثال	37	مثال نمبر 1	59
سوال کی مثال	38	مثال نمبر 2	59
سبب نزول کی معرفت کیسے حاصل ہوتی ہے؟	38	چھٹی حکمت	59
کیا اسباب نزول متعدد ہوتے ہیں؟	39	وضاحت	60
کیا لفظی عموم معتبر ہے یا خاص سبب؟	43	سوال	60
سوالات	45	جواب	60
تیسری فصل قرآن پاک کے متفرق طور پر نزول کی حکمت	46	نبی اکرم ﷺ نے قرآن پاک کس طرح حاصل کیا؟	62
نزول قرآن کریم	46	جبریل علیہ السلام کا اپنے رب سے قرآن پاک حاصل کرنا	64
قرآن کریم کیسے نازل ہوا؟	46	کیا سنت نبویہ وحی سے ہے؟	65
تنزیل کی دوسری صورت	48	سوالات	67
دلالت کی وجہ	49	چوتھی فصل قرآن کو جمع کرنا	68
متفرق طریقے پر نزول قرآن کی حکمت	50	عہد نبوت میں جمع قرآن	68
تفصیل	50	سینوں میں قرآن مجید کا جمع ہونا	68
تیسری حکمت	53	صحابہ کرام کا حفظ قرآن	69
خمر کی حرمت	54	اس امت کی اعلیٰ خصوصیت	71
پہلا مرحلہ	54	تحریری صورت میں جمع قرآن	72
دوسرا مرحلہ	54	کتابت کا طریقہ	72
دوسری حکمت	55	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں جمع قرآن	73
تیسرا مرحلہ	56	صحیح بخاری کی روایت	74
چوتھا مرحلہ	56	جمع قرآن سے متعلق سوالات	75
چوتھی حکمت	58	سوال نمبر 1	75
پانچویں حکمت	58	جواب	75

سوال نمبر 2	75	دوسری مثال	91
جواب	76	تفسیر صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم)	93
سوال نمبر 3	76	ملاحظہ	93
جواب	76	روایت بالماثور کی کمزوری کے اسباب	94
جمع قرآن کا عمدہ طریقہ	76	مناہل العرفان میں زرقانی کی رائے	95
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مصحف کی خصوصیات	77	صحابہ کرام میں سے مشہور ترین مفسرین	95
مصاحف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم	78	(i) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما	96
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں قرآن پاک ایک مصحف میں جمع کیوں نہیں ہوا؟	79	صحیح بخاری کی روایت	96
خلاصہ کلام	80	ایک اور واقعہ	98
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں جمع قرآن	80	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شیوخ	99
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جمع قرآن کا سبب کیا تھا؟	81	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد	99
حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما کی جمع میں فرق	82	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ	99
سوالات	83	سوالات	101
پانچویں فصل تفسیر اور مفسرین	84	چھٹی فصل تابعین مفسرین	102
ہم قرآن پاک کی تفسیر کیوں کرتے ہیں؟	85	پہلا طبقہ	102
تفسیر اور تاویل میں فرق	86	حضرت مجاہد بن جبر رحمہ اللہ	102
تاویل کا معنیٰ	87	حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ	103
خلاصہ کلام	88	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ	104
اقسام تفسیر	89	حضرت طاؤس بن کیسان یمانی رحمۃ اللہ علیہ	104
تفصیل	89	حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ	105
پہلی قسم تفسیر بالروایۃ	89	طبقہ اہل مدینہ	106

حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ علیہ	107	دوسری شرط	129
حضرت ابو العالیہ الریاحی رضی اللہ عنہ	107	تیسری شرط	129
حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ	108	چوتھی شرط	129
طبقہ اہل عراق	108	پانچویں شرط	129
حضرت حسن بصری رحمہ اللہ علیہ	109	قرآن پاک کا اعجاز کس چیز کے ساتھ؟	129
حضرت مسروق بن اجدع رضی اللہ عنہ	110	اہل صرفہ کا مذہب	129
حضرت قتادہ بن دعامہ رضی اللہ عنہ	111	اعجاز کے بارے میں علماء کرام کی آراء	132
حضرت عطاء خراسانی رحمہ اللہ	112	سوالات	133
حضرت ھمذانی رضی اللہ عنہ	112	قرآن پاک کے وجوہ اعجاز	134
خدمات تابعین	113	تفصیل:۔ پہلی وجہ	134
آگاہی	113	تاریخ سے مثالیں	134
سوالات	114	اعجاز قرآن کی دوسری وجہ	138
ساتویں فصل اعجاز قرآن	115	اسلوب قرآن کی خصوصیات	138
درس قرآن کا اہتمام	115	اسلوب قرآن کے خصائص پر توضیحی مثالیں	139
قرآن مجید رسول اکرم ﷺ کا دائمی معجزہ ہے	115	وجوہ اعجاز میں سے تیسری وجہ	145
اعجاز قرآن کا معنی؟	119	ایک لڑکی اور اصمعی کا واقعہ	145
معجزہ کب متحقق ہوتا ہے؟	120	کامل خدائی قانون	149
چیلنج کرنے میں قرآن پاک کا اسلوب	121	عقائد	150
چیلنج کی اقسام	122	عبادات میں وسعت	151
تیسری بات	125	بنیادی جرائم کی نشاندھی	152
اعجاز قرآن کی مثال	126	پانچ بڑے جرائم	152
معجزہ الھیہ کی شرائط	128	واقعاتی زندگی سے مثالیں	153
پہلی شرط	128	غیبی باتوں کی خبر دینا	154

مثالیں	155	کیا کسی نے قرآن پاک کے معارضہ کی کوشش کی؟	186
جدید علم سے عدم تعارض	161	مسیلمہ کذاب	186
سوالات	162	اس نے سورۃ عادیات کے معارضہ میں کہا	186
آٹھویں فصل قرآن پاک کے علمی معجزات	163	اسود عنسی	188
کائنات کی پیدائش	164	طلیحہ بن خویلد اسدی	188
ایٹم کی تقسیم	165	نصر بن حارث	189
آکسیجن کی کمی	166	اعجاز قرآن پر شبہات اور ان کا رد	190
ہر چیز کا جوڑا جوڑا ہونا	166	جواب	190
جنین کے پردے	167	بطلان کی وجوہ	191
ہواؤں کے واسطہ سے درختوں کی پیوند کاری	168	دوسرا شبہ	191
معنوی حیوان	168	جواب	192
انسان کے خاموش اعضاء کا اختلاف	169	تیسرا شبہ	193
ایفائے عہد	169	جواب	193
مقید وعدہ	171	دوسرا جواب	193
علوم و معارف	172	چوتھا شبہ	194
اسلامی عقیدہ	174	جواب	194
یہودیوں کا عقیدہ	176	دوسرا جواب	195
عیسائیوں کا عقیدہ	176	سوالات	197
انسانی حاجات کو پورا کرنا	179	تفسیر کی دوسری قسم تفسیر بالدرایہ (تفسیر بالرائے)	198
دلوں میں قرآن کی تاثیر	179	تفسیر بالرائے کا معنی	198
تناقص سے محفوظ	181	تفسیر بالرائے کی انواع	199
سوالات	183	تفسیر کے لئے بنیادی امور	201
قائلین صرفہ کے شبہ کا رد	184	مفسر جن علوم کا محتاج ہوتا ہے	202

تفصیل	202	پہلی دلیل کا رد	214
لطیف واقعہ	204	دوسری دلیل کا رد	214
مراتب تفسیر	209	تیسری دلیل کا رد	214
اعلیٰ مرتبہ	209	چوتھی دلیل کا جواب	215
ادنی مرتبہ	209	امام غزالی رحمہ اللہ کا قول	216
تفسیر کی وجوہ	210	راغب اصفحانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول	216
تفسیر کی چار قسمیں	210	امام قرطبی رحمہ اللہ کا قول	216
تفسیر بالرائے کے بارے میں علماء کے اقوال	210	سوالات	218
پہلا مذہب	210	تیسری قسم تفسیر اشاری اور غرائب التفسیر	219
دوسرا مذہب	210	تفسیر اشاری کا معنیٰ	219
قائلین عدم جواز کے دلائل	210	تفسیر اشاری کے بارے میں علماء کرام کی آراء	220
پہلی دلیل	211	مجوزین کے دلائل	220
دوسری دلیل	211	علماء کرام کے بعض اقوال	222
تیسری دلیل	211	برہان میں زرکشی کا قول	222
چوتھی دلیل	211	امام نسفی اور تفتازنی کا قول	222
تفسیر بالرائے کو جائز قرار دینے والوں کے دلائل	212	تفسیر اتقان میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام	223
پہلی دلیل	212	تفسیر اشاری کے بارے میں وارد حدیث کا معنیٰ	224
دوسری دلیل	212	پہلی وجہ	225
تیسری دلیل	213	دوسری وجہ	225
چوتھی دلیل	213	تیسری وجہ	225
پانچویں دلیل	213	تفسیر اشاری کی شرائط قبولیت	226
مانعین جواز کے دلائل کا رد	214	شیخ زرقانی کا قیمتی قول	226
پہلی دلیل کا رد	214	حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ کا قول	227

فاسد اشاری تفسیر کی مثالیں	228	تفسیر ابن عطیہ	238
بحث کا خلاصہ	229	تفسیر ابن کثیر	239
غرائب تفسیر	230	تفسیر الجواہر	240
ان غرائب کی مثالیں	231	تفسیر السیوطی	240
اول	231	اشہر کتب التفسیر بالدرایہ (بالرای)	241
دوم	231	تفسیر بالرائے سے متعلق کتب کا تعارف	242
سوم	231	تفسیر امام فخر الدین رازی (تفسیر کبیر)	242
چہارم	232	تفسیر بیضاوی	242
پنجم	232	تفسیر خازن	242
ششم	232	تفسیر نسفی	243
باطنیہ فرقہ کی تفسیریں	233	تفسیر نیشاپوری	243
1 اسماعیلیہ	233	تفسیر ابن مسعود	243
2 قرامطہ	233	تفسیر ابو حیان	244
3 السبعیہ	233	تفسیر آلوسی	244
4 الحرمیہ	233	آیات احکام کی مشہور ترین تفاسیر	245
تفسیر باطنیہ کے چند کچھ نمونے	233	اشہر کتب التفسیر الاشاری	245
سوالات	236	تفسیر بالماثور سے متعلق کتب کا تعارف معتزلہ اور شیعہ کی مشہور ترین تفاسیر	246
تفسیر بالماثور سے متعلق کتب کا تعارف	237	اشہر کتب التفسیر فی العصر الحدیث	247
تفسیر ابن جریر	237	قرآنی سورتوں کے بارے میں موضوع احادیث	248
اس تفسیر کی خصوصیات	237	کیا قرآن میں غیر عربی الفاظ موجود ہیں؟	250
تفسیر سمرقندی	237	پہلا مذہب	251
تفسیر ثعلبی	237	دوسرا مذہب	251
تفسیر بغوی	238	جمہور کے دلائل	252

ترجیح	254	اس کا رد	270
ترجمہ قرآن کی بحث	254	اس موضوع پر وارد ہونے والے بعض شبہات اور ان کا رد	271
ترجمہ کا مفہوم	254	پہلا شبہ	271
ترجمہ کی اقسام	254	ان کا رد	271
پہلی قسم	254	دوسرا شبہ	272
دوسری قسم	255	جواب	272
شرائط ترجمہ	255	حاصل کلام	272
نوٹ	255	مشہور قرائتیں	273
کیا قرآن پاک کا حرفی ترجمہ کرنا جائز ہے؟	255	قراتوں کی تعریف	273
قرآن پاک کا معنوی ترجمہ	257	کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں قراء تھے؟	273
سوالات	258	قرائتیں کس طرح پروان چڑھیں	273
نویں فصل قرآن پاک کا سات حروف پر نزول اور مشہور قرآتیں	259	قراتوں کی تعداد اور ان کی انواع	275
تمہید	259	قرأت کے پہلے مصنف	276
سات حروف پر نزول قرآن کے دلائل	259	سات قرائتیں کب مشہور ہوئیں	276
سات قراتوں پر نزول قرآن کی حکمت	263	قرائتوں کی تدوین کب ہوئی	277
محقق جزری نے فرمایا	263	ان کا طریقہ	277
سات حروف پر نزول قرآن کا معنی	264	سات مشہور قراء	277
حدیث میں وارد احرف کی تفسیر میں علماء کا اختلاف	265	سات قراء کا تعارف	277
ترجیح	268	سوالات	282
کیا آج مصاحف میں احرف سبعہ موجود ہیں؟	268	مشکل الفاظ کے معانی	.283
دلائل	268		
مذہب طبری پر مناقشہ	270		

کچھ ابو حنظلہ کے قلم سے

یہی ہے آرزو کہ تعلیم قرآن عام ہو جائے
ہر پرچم سے اونچا پرچم اسلام ہو جائے

قرآن پاک بنی نوع انسان کی طرف اللہ تعالیٰ عزوجل کا آخری کلام ہے۔ جس کے سراپا رشد وہدایت ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں اس کے پڑھنے کے فضائل اپنی جگہ مسلّم لیکن اس کے نزول کا مقصد حقیقی اس میں غور وفکر کرنا ہے تاکہ بنی نوع انسان پراس وحدہ لاشریک ذات کی قدرت کاملہ کا اظہار خوب روشن اور واضح ہوجائے۔ ہمارے اسلاف تو یقیناً اس میں غور وفکر کرتے تھے جس کا ثمرہ تفسیر قرآن سے متعلق درجنوں کتب کا کئی کئی ضخیم جلدوں پر ہمارے علمی خزانہ میں موجود ہونا ہے۔ جب کہ عام مسلمانوں کا دور حاضر میں اسی عظیم علمی روحانی کتاب سے سوائے چند مخصوص اوقات وایام کے تعلق تقریباً منقطع ہو چکا ہے۔ اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو بقول شاعر:

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے مسلمانو!
تمہاری داستان بھی نہ ہوگی داستانوں میں

یقیناً اس کی بہت سی وجوہات ہیں انہی میں سے ایک وجہ ہمیں اس عظیم ترین کتاب کے اندر پنہاں علوم ومعرفت کے ان خزانوں کا علم نہ ہونا بھی ہے۔ کہ اگر انہیں جان لیا جائے تو ضرور بالضرور ہم اس کے مطالعے کی طرف راغب ہوں۔ مثال کے طور پر قرآن اس کائنات کے بارے کن رازوں سے پردہ اٹھاتا ہے۔ کائنات کی پیدائش، تخلیق انسانیت، ایٹم کی تقسیم، ہر چیز کا جوڑا جوڑا بنایا جانا، ہواؤں کے زریعے درختوں کی پیوندکاری، آکسیجن اور جنین کے بارے میں قرآن میں کیا کچھ بیان ہوا۔ نیز دیگر علوم وقصص اوراس کا عربی زبان میں نازل ہونا، قرآن کس طرح جمع ہوا؟ مشہور تفاسیر اوران کا اسلوب اور طبقات مفسرین کے بارے میں معلومات، اس کا سات قرآتوں میں پڑھا جانا اور سات قراء کا تعارف نیز ہمارے ہاں کون سی قرآت پڑھی جاتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

ان تمام مضامین کا احاطہ زیر نظر کتاب باحسن وخوبی کرتی ہے یقیناً یہ کتاب مختلف شعبہ ہائے زندگی کے ہر فرد کے لئے یکساں مفید ہے۔ تنظیم المدارس پاکستان نے اس کو "بی، اے" کے نصاب میں شامل کیا تو طلباء کی سہولت کے لئے اس کو عربی سے اردو زبان میں منتقل کرنے کا سہرا شیخ الحدیث استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی محمد صدیق ہزاروی صاحب مدظلہ العالی کے سر سجا اور آپ نے حسب معمول انتہائی محنت کے ساتھ اس کام کو سرانجام دیا۔

میں امید کرتا ہوں کہ قارئین، ادارہ کی دیگر کتب کی طرح اس کتاب کو بھی زوق وشوق کے ساتھ مطالعہ فرما کر دوسروں کو بھی ترغیب دیں گے۔

اللہ عزوجل اس کتاب کے فیوض وبرکات سے مصنف، مترجم کے ساتھ ساتھ اس "ناچیز سراپا تقصیر" کو بھی فیض یاب فرمائے۔

آمین۔ بجاہ النبی الامین

خادم العلم والعلماء
ابو حنظلہ محمد اجمل عطاری
۱۳ شعبان المعظم ۱۴۳۷ھ بمطابق 21 جون 2016

مقدمہ از مترجم

قرآن مجید، آسمانی کتب میں سے سب سے آخری کتاب ہے جو اپنے نزول سے لے کر قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے واحد کتاب راہنما ہے اس لئے قرآن مجید نہایت جامع آسمانی کتاب ہے اور یہ تمام علوم پر مشتمل ہے ہمیں اس کی سمجھ آئے یا نہ آئے۔ کہا گیا ہے:

جميع العلم فى القرآن لكن -- تقاصر عنه افهام الرجال

قرآن پاک میں تمام علوم موجود ہیں لیکن لوگوں کی عقلیں اسے سمجھنے سے قاصر ہیں۔

زیر نظر کتاب جس کے مولف "محمد علی صابونی" ہیں قرآنی علوم پر ایک جامع کتاب ہے جس میں اعجاز قرآن، ترتیب وتدوین قرآن مخالفین کے اعتراضات کے جوابات تفسیر کی مختلف اقسام غرضیکہ قرآنی علوم سے متعلق ہر ضروری عنوان پر مشتمل یہ کتاب نہ صرف علماء وطلباء بلکہ ہر باذوق مسلمان کے لئے نہایت شافی کتاب ہے۔

تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان نے بجا طور پر اسے درجہ عالیہ (طلباء) کے نصاب میں شامل کر کے ایک مثبت اور اہم قدم اٹھایا ہے۔ یہ بات جہاں اپنے جلو میں جامعیت کو لئے ہوئے ہے وہاں اس کو سمجھنا قدرے مشکل بھی ہے اس لئے اس کے اردو ترجمہ کی ضرورت محسوس کی گئی۔

راقم نے جہاں اس کا بامحاورہ ترجمہ کیا وہاں بعض مشکل الفاظ کے معانی الگ سے بھی دے دیئے ہیں جو کسی دوسرے ترجمہ میں نہیں ملیں گے۔

"مکتبہ اعلیٰ حضرت" کو مجدد ملت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا روحانی فیض حاصل ہے جس کی بنیاد پر طباعتی اور اشاعتی میدان میں یہ مکتبہ دن بدن ترقی کر رہا ہے۔

علامہ مولانا ابو حنظلہ محمد اجمل قادری زید مجدہ خوب سے خوب تر تلاش میں رہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ نہایت عمدہ کتب کی اشاعت کا سہرا ان کے سر سجتا ہے۔

راقم ان کا ممنون ہے کہ انہوں نے راقم کی اس کاوش کو علمی دنیا تک پہنچانے کا بیڑا اٹھایا اور خوبصورت طباعت کے ساتھ ذوق لطیف کا تحفہ پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ رحمٰن ورحیم ذات، "مکتبہ اعلیٰ حضرت" کو دن دُونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ اور اس کتاب مستطاب کو علوم قرآنیہ سے آگاہی کا اہم ذریعہ بنا کر معلمین، متعلمین اور عامۃ المسلمین کو اس سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین۔ بجاہ نبیہ الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم

محمد صدیق ہزاروی سعیدی ازہری
خادم الحدیث جامعہ ہجویریہ مرکز معارف اولیاء
دربار عالیہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لاہور

10 ربیع الثانی 1438ھ، 21 جنوری 2016

مُقدّمہ از مصنف

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب (مالک) ہے اور رحمت کاملہ اور سلام اس ذات (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ہو جن کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے اور آپ کی آل، صحابہ کرام اور قیامت تک نیکی کے ساتھ ان کی اتباع کرنے والوں پر بھی (رحمت وسلام) ہو۔

یہ چند یاداشتیں ہیں جو میں نے "کلیة الشرعیه والدراسات الاسلامیه" مکہ مکرمہ کے طلبا کے لئے لکھی ہیں تاکہ کالج میں درسی معیار کی تحقیق ہو اور مجھے اپنے بیٹوں یعنی طلبا کے فائدے کی حرص بھی تھی جو علم میں رغبت رکھتے ہیں اور اس (علم) کے پوری طرح حرص رکھنے والے ہیں اور میں نے خیال کیا کہ اسے کتابی شکل میں جمع کروں تاکہ اس کا فائدہ عام ہو اور علم پھیلے۔

اللہ تعالیٰ ہی سے سوال کرتا ہوں کہ وہ اسے خالص اپنی کریم ذات کے لئے کردے اور قیامت کے دن ہمیں اس کے ذریعے نفع عطا فرمائے۔

يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ [1]

جس دن مال اور بیٹے فائدہ نہیں دیں گے مگر وہ جو سلامت دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ہاں حاضر ہو جائے۔

اور اللہ ہمیں کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔

محمد علی الصابونی

مدرس کلیہ شریعہ ودراسات الاسلامیہ

مکہ مکرمہ

رجب المرجب 1390ھ

---

[1] سورۃ الشعراء آیت نمبر 88-89

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پہلی فصل

علوم القرآن

تمہید

علم تفسیر ہم سے اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ہم علوم قرآن کے بارے میں اختصار کے ساتھ جان لیں۔

اور ہم اس بات کو پہچانیں کہ اس کتاب مجید کے موافق کیا ہے؟ اور یہ (سب کچھ) فوقیت رکھنے والی عنایت وسیع کوشش اور فیض رساں بحثوں کے ذریعے ہوگا۔ جو اس کتاب عزیز کی خدمت میں بڑے بڑے اساتذہ کے ذریعے اور عظیم المرتبت علماء کے ذریعے کی گئیں جنہوں نے اس عزت والی میراث اور قیمتی خزانے کی حفاظت میں اپنی زندگیاں صرف کر دیں۔

اور یہ سلسلہ نزول قرآن (کے زمانے) سے لے کر آج تک جاری ہے پھر وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں چلے گئے اور انہوں نے ہمارے لئے ایسا قیمتی علمی سرمایہ چھوڑا کہ زمانوں کے گزرنے کے باوجود اس کا جاری پانی (فیضان) خشک نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کے موتی ختم ہوتے ہیں اور اس تمام کوشش کے باوجود جو قدیم اور جدید زمانے میں کی گئی قرآن پاک ایک بڑا سمندر ہے جس کی گہرائی میں غوطہ زن ہونے کی (آج بھی) ضرورت ہے تا کہ اس سے (علمی) موتی اور جواہر نکالے جائیں اس سے پہلے فصحاء، بلغاء، حکماء اور شعراء قرآن پاک کا وصف بیان کر چکے ہیں انہوں نے اس کے محاسن اور فضائل بیان کئے لیکن رسول اکرم حضرت محمد بن عبداللہ آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو اور سلامتی ہو جس بلیغ اور عمدہ طریقے پر بیان فرمایا ہم اس تک نہیں پہنچ سکتے جب آپ نے فرمایا!

کتاب اللہ فیہ نباء من قبلکم وخبر مابعد کم وحکم بینکم هو الفصل لیس بالهزل من تر که من جبار قصمه الله ومن ابتغی الهدی فی غیره اضله الله هو جبل الله المتین وهو الذ کر الحکیم وهو الصراط المستقیم وهو الذی لا تزیغ به الا هواء ولا تلبس به الالسنة ولایشبع منه العلماء ولا یخلق علی کثرة الرد ولا تنقضی عجائبه وهو الذی لم تنته الجن اذ سمعته حتی قالوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآناً عَجَباً ٥ يَهْدِيْ إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ وَلَن نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَداً [1]

من قال به صدق ومن عمل به اجر ومن حکم به عدل ومن دعا الیه هُدی الی

---

[1] سورۃ جن آیت 1، 2

صراط مستقیم [1]

(یہ) اللہ کی کتاب ہے جس میں تم سے پہلے اور پچھلے لوگوں کی خبریں ہیں اور تمہارے درمیان فیصلہ ہے ایسا فیصلہ جو مذاق نہیں جس نے تکبر کرتے ہوئے اسے چھوڑ دیا اللہ اسے توڑ دے گا اور جو اس کے غیر میں ہدایت تلاش کرے اللہ تعالیٰ اسے گمراہ کرے گا یہ مضبوط رسی ہے یہ حکمت والا ذکر ہے اور یہی سیدھا راستہ ہے یہ وہ (کتاب) ہے جس کی وجہ سے خواہشات بھٹکتی نہیں اور نہ ہی زبانوں پر خلط ملط ہوتا ہے اس سے علماء سیر نہیں ہوتے اور اس کے بار بار پڑھنے سے یہ پرانا نہیں ہوتا اس کے عجائبات ختم نہیں ہوتے اور یہی وہ کتاب ہے کہ جب جنوں نے اسے سنا تو وہ یہ بات کہنے سے رک نہ سکے کہ:

إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا ○ يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ وَلَن نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا [2]

(بے شک ہم نے عجیب قرآن سنا جو ہدایت کی طرف لے جاتا ہے پس ہم اس پر ایمان لاتے اور ہم ہرگز اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے)

(حضور علیہ السلام نے فرمایا) جس نے اس کو بیان کیا اس نے سچ کہا اور جس نے اس پر عمل کیا اسے اجر دیا گیا اور جس نے اس کے ذریعے فیصلہ کیا اس نے عدل کیا اور جس نے اس کی طرف دعوت دی اسے سیدھے راستے کی راہنمائی حاصل ہوگی۔

علوم قرآن کا مقصد کیا ہے؟

علوم قرآن سے وہ بحثیں مقصود ہیں جو اس دائمی کتاب سے تعلق رکھتی ہیں جیسے قرآن مجید کا نزول، اس کو جمع کرنا، اس کی ترتیب، تدوین، اسباب نزول کی معرفت، مکی اور مدنی سورتوں کی پہچان، ناسخ اور منسوخ کی معرفت، محکم، متشابہ (کی پہچان) اور اس کے علاوہ متعدد ابحاث ہیں جو قرآن عظیم سے تعلق رکھتی ہیں یا اس سے متصل ہیں۔

اس درس کی غرض اللہ عزوجل کے کلام کو رسول اکرم ﷺ کی احادیث مبارکہ کی روشنی میں سمجھنا ہے جو اس (قرآن پاک) کی وضاحت اور بیان ہیں۔

اسی طرح جو کچھ صحابہ کرام اور تابعین سے آیات قرآنیہ کی تفسیر میں منقول ہے۔

اس کے علاوہ تفسیر میں مفسرین کے طریقے اور اسلوب کی پہچان حاصل کرنا ہے اور ان میں سے مشہور مفسرین کا ذکر تمام مفسرین کے خصائص اور شرائط تفسیر کی پہچان حاصل کرنا ہے نیز اس علم کی باریک باتوں (تک پہنچنا ہے)

---

[1] جامع الترمذی فضائل القرآن جلد 2 ص 583

[2] سورۃ الجن آیت 1، 2

تعریف قرآن مجید

قرآن پاک کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

هُوَ كَلَامُ اللهِ الْمُعْجِزُ اَلْمُنَزَّلُ عَلٰى خَاتَمِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسِلِيْنَ بِوَاسِطَةِ الْاَمِيْنِ جبريل عليه السلام اَلْمَكْتُوْبُ فِي الْمَصَاحِفِ الْمَنْقُوْلُ اِلَيْنَا بِالتَّوَاتُرِ الْمُتَعَبَّدُ بِتِلَاوَتِهٖ الْمُبْدَؤُ بِسُوْرَةِ الْفَاتِحَةِ الْمُخْتَمِ بِسُوْرَةِ النَّاسِ

وہ (قرآن مجید) اللہ تعالیٰ کا معجز (عقلوں کو عاجز کرنے والا) کلام ہے جو تمام انبیاء کرام اور مرسلین عظام علیہم السلام کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر امانت دار (فرشتے) جبریل علیہ السلام کے واسطے سے نازل کیا گیا (یہ کلام) مصاحف میں لکھا گیا جو ہماری طرف تواتر کے ساتھ منتقل ہوا اس کی تلاوت کے ذریعے عبادت کی جاتی ہے۔ اس کا آغاز سورۃ فاتحہ اور اختتام سورۃ الناس پر ہے۔

اس تعریف پر علماء کرام اور اصولیین متفق ہیں۔

مقصد نزول قرآن[1]

اللہ تعالیٰ نے اس (قرآن) کو نازل کیا تا کہ امت کے لئے دستور حیات اور مخلوق کے لئے ہدایت ہو نیز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر دلیل اور آپ کی نبوت و رسالت پر روشن برہان (دلیل) ہو جائے نیز قیامت تک کے لئے قائم ہونے والی حجت ہو ہم گواہی دیتے ہیں کہ یہ کتاب حکمت والی تعریف کی گئی ذات کی طرف سے اتاری گئی بلکہ یہ دائمی معجزہ ہے جس نے ہر زمانے کے لوگوں اور گروہوں کو چیلنج کیا اللہ تعالیٰ شوقی (شاعر) کو جزائے خیر دے کہ اس نے کہا:

جاء النبیون بالآیات فانصرمت
وجئتنا بکتاب غیر منصرم
آیاته کلها طال المدی جدد
یزینهن جمال العتق والقدیم

انبیاء کرام معجزات لے کر آئے جو (ان کے جانے سے) چلے گئے اور آپ ہمارے پاس وہ کتاب لے کر تشریف لائے جو مٹنے والی نہیں جوں جوں زمانہ گزرتا ہے اس کی آیات جدید ہوتی جاتی ہیں اس کے قدیم ہونے کا جمال ان (آیات) کو زینت دیتا ہے۔

---

[1] مصاحف، مصحف کی جمع ہے اور مصحف (میم پر تینوں حرکات جائز ہیں) مجلد کتاب کو کہتے ہیں۔ ۱۲ ہزاروی

قرآن پاک کے فضائل

قرآن پاک اور اس کے علوم کے فضائل سے متعلق بے شمار روایات آئی ہیں ان میں سے بعض سیکھنے اور سکھانے کی فضیلت سے متعلق ہیں کچھ روایات قرأۃ اور ترتیل سے متعلق ہیں بعض کا تعلق اس کے حفظ اور بار بار پڑھنے سے ہے۔

جس طرح اللہ کی کتاب میں متعدد آیات ایسی ہیں جو مومنوں کو اس میں غور وفکر کرنے، اس کے احکام کی تطبیق اور اس کی تلاوت کے وقت غور سے سننے اور خاموش رہنے سے متعلق ہیں ہم بعض آیات کریمہ اور احادیث شریفہ ذکر کرتے ہیں۔

آیات کریمہ

1. إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَّن تَبُورَ [1]

بے شک وہ لوگ جو اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں پوشیدہ اور ظاہر وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جس میں ٹوٹ نہیں۔

2. وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ [2]

اور جب قرآن پڑھا جائے تو کان لگا کر سنو اور چپ رہو۔

3. أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا [3]

کیا وہ قرآن کو سوچتے نہیں یا بعض کے دلوں پر قفل لگے ہیں۔

احادیث مبارکہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

1. خيركم من تعلم القرآن وعلّمه [4]

تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآن پاک سیکھتا اور اسے سکھاتا ہے۔

2. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الماهر بالقرآن مع السفرة الكرام البررة والذى يقرء القرآن ويتتعتع فيه وهو

---

[1] سورۃ فاطر آیت 29

[2] سورۃ الاعراف آیت 204

[3] سورۃ محمد آیت 24

[4] صحیح بخاری ج 2 ص 752

علیه شاق له اجران [۱]

3۔ آپ نے فرمایا:

اشراف امتی حملة القرآن [۲]

میری امت کے معزز لوگ وہ ہیں جو قرآن پاک کے حامل ہیں۔

4۔ آپ نے فرمایا:

اقرءوا القرآن فانه یاتی یوم القیامة شفیعا لاصحابه [۳]

قرآن پڑھو یہ قیامت کے دن قرآن (پڑھنے) والوں کی سفارش کرے گا۔

5. مثل المومن الذی یقرء القرآن کمثل الاترجة ریحها طیب وطعمها طیب [۴]

جو مومن قرآن پاک پڑھتا اس کی مثل ترنجبین (لیموں) کی طرح ہے۔جس کی خوشبو بھی اچھی ہے اور ذائقہ بھی عمدہ ہے۔

6۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

ان هذا القرآن مادبة الله فتعلموا من مادبة ما استطعم [۵]

یہ قرآن اللہ کا دستر خوان ہے پس اس کے دستر خوان سے جس قدر چاہو سیکھو۔

علوم قرآن حاصل کرنے والے کے لئے آداب

جو شخص علوم قرآن پڑھتا ہے اس کے لئے مناسب ہے کہ وہ آداب قرآن سے موصوف ہو اس کے بیان کردہ اخلاق کو اپنائے اور حصول علم سے اس کی غرض اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کا گھر ہو دنیا کا وہ مال و متاع نہ ہو نیز وہ اس میں دئے گئے احکام پر عمل کرے تاکہ قیامت کے دن یہ (قرآن پاک) اس کے حق میں دلیل بنے۔

صحیح حدیث شریف میں ہے:

القرآن حجة لك او عليك [۶]

---

۱ مشکوۃ المصابیح ص184 (کتاب فضائل القرآن)

۲ جامع ترمذی

۳ مشکوۃ المصابیح ص184 (کتاب فضائل القرآن)

۴ مشکوۃ المصابیح ص184 (کتاب فضائل القرآن)

۵ صحیح بخاری

۶ تفسیر قرطبی جز اول

قرآن تیرے حق میں یا تیرے خلاف حجت ہوگا۔

شیخ ابن تیمیہ نے کہا جس نے قرآن پاک نہ پڑھا اس نے اسے چھوڑ دیا جس نے قرآن پڑھا اور اس کے معانی میں غور نہ کیا اس نے بھی اسے چھوڑ دیا اور جس نے اسے پڑھا اور غور وفکر بھی کیا لیکن اس میں موجود احکام پر عمل نہ کیا اس نے بھی اسے چھوڑ دیا۔

ابن تیمیہ نے اس (قول) سے اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے ارشاد خداوندی ہے:

وَقَالَ الرَّسُولُ يَارَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُوراً [1]

اور رسول نے عرض کی اے میرے رب میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑنے کے قابل ٹھہرالیا۔

قرآن پاک کے اسمائے مبارکہ

قرآن پاک کے متعدد نام ہیں اور وہ تمام اس کی شان اور مقام و مرتبہ کی بلندی پر دلالت کرتے ہیں۔ نیز یہ کہ قرآن پاک تمام آسمانی کتب سے مطلقاً زیادہ شرف والا ہے۔

اس کے نام "قرآن، فرقان، تنزیل، ذکر، الکتاب" وغیرہ ہیں۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کی متعدد اعلیٰ صفات بیان کی ہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔

یہ نور ہے، ہدایت ہے، رحمت ہے، شفاء ہے، وعظ ہے، عزیز (عزت والا اور غالب) ہے، مبارک ہے، بشیر ہے اور نذیر ہے۔

اس کے علاوہ کئی اوصاف ہیں جو اس کتاب کی عظمت اور پاکیزگی پر دلالت کرتے ہیں۔

وجہ تسمیہ

نوٹ: درحقیقت اس عنوان کے تحت ان اسماء کے حوالہ جات ذکر کئے گئے ہیں کہ یہ کن کن سورتوں میں ہیں۔ ۱۲ ہزار وی

الف۔ اس (کتاب) کا نام "قرآن" رکھنے کے بارے میں کئی آیات ہیں جن میں سے ایک یہ ہے:

ق وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ [2]

قٓ۔ عزت والے قرآن کی قسم۔

اور ارشاد خداوندی ہے:

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ [3]

---

1 سورۃ الفرقان آیت نمبر 30

2 سورۃ ق آیت نمبر 1

3 سورۃ الاسراء آیت نمبر 9

بے شک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے۔

ب۔ اس (کتاب) کو "فرقان" کہنے کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے:

تَبَارَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعَالَمِیْنَ نَذِیْرًا [1]

بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر جو سارے جہانوں کو ڈر سنانے والا ہے۔

ج۔ قرآن پاک کا نام "تنزیل" اس ارشاد خداوندی میں ہے۔

وَإِنَّهُ لَتَنْزِیْلُ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْأَمِیْنُ [2]

اور بے شک یہ قرآن رب العالمین کا اتارا ہوا ہے۔ اسے روح الامین لے کر اترا۔

قرآن پاک کے نام "ذکر" کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے:

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْنَ [3]

۔ بے شک ہم نے اتارا اس قرآن کو اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

قرآن پاک کو "کتاب" بھی کہا گیا جسے اس ارشاد خداوندی میں ذکر کیا گیا۔

حٰمٓ وَالْكِتَابِ الْمُبِیْنِ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ [4]

حم قسم ہے اس روشن کتاب کی بے شک ہم نے اسے برکت والی رات میں اتارا۔

آیات اوصاف

قرآن پاک کے اوصاف کے بارے میں متعدد آیات آئی ہیں اور قرآن پاک کی بہت کم سورتیں ہیں جو اس کتاب کے خوش کن وصف سے خالی ہیں جو کتاب عزت والے رب نے اتاری ہے تا کہ یہ کتاب آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دائمی معجزہ ہو جائے ہم ان میں سے بعض کا ذکر کرتے ہیں۔

1۔ ارشاد خداوندی ہے:

یَا أَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَیْكُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا [5]

اے لوگو! بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی۔ اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور اتارا۔

---

۱ سورۃ الفرقان آیت نمبر 1

۲ سورۃ الشعراء آیت 192-193

۳ سورۃ الحجر آیات نمبر 9

۴ سورۃ الدخان آیت نمبر 1 تا 3

۵ سورۃ النساء آیت نمبر 174

2۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا [1]

اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لئے شفا اور رحمت ہے اور اس سے ظالموں کو نقصان ہی بڑھتا ہے۔

نوٹ:۔ برہان دلیل کو بھی کہتے ہیں اور معجزہ کو بھی اور معجزہ نبی کی نبوت پر دلیل ہوتا ہے۔ ۱۲ ہزاروی

3۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ [2]

تم فرماؤ وہ ایمان والوں کیلئے ہدایت اور شفاء ہے۔

4۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ [3]

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آئی ہے اور دلوں کی صحت ھدایت اور رحمت ایمان والوں کے لئے

لفظ قرآن کا اشتقاق

(لفظ) قرآن (لفظ) قرأۃ کی طرح مصدر ہے "قرء، قراءۃ و قرآنا باب فتح یفتح" سے مصدر ہے ۱۲ ہزاروی

بعض علماء کرام کو یہی خیال ہے اور انہوں نے اس آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے:

إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ [4]

بے شک اس کا محفوظ کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے تو جب ہم اسے پڑھ چکیں تو اس پڑھے ہوئے کی اتباع کرو۔

یہاں "قرآنه" سے مراد اس کی قرات ہے اس رائے کے مطابق قرآن مشتق ہوگا اور بعض علماء کی رائے میں یہ "قرء" سے مشتق نہیں ہے بلکہ یہ اس کتاب مجید کا اسم علم ہے۔

نوٹ:۔ جو کسی چیز کا خاص نام ہو وصف مراد نہ ہو اسے اسم "عَلَم" کہا جاتا ہے۔ ۱۲ ہزاروی

اور یہ تورات اور انجیل کی طرح ہے (یعنی وہ بھی کتابوں کے نام ہیں مشتق نہیں) یہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی

---

[1] سورۃ الاسراء آیت نمبر 82

[2] سورۃ فصلت آیت نمبر 44

[3] سورۃ یونس آیت نمبر 57

[4] سورۃ القیامہ آیت نمبر 17-18

رائے ہے۔

نوٹ: اس کے لئے استاذ مناع القطان کی کتاب "مباحث القرآن" ملاحظہ کیجئے۔

نزول قرآنؐ کی ابتداء کب ہوئی؟

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ کے چالیس سال گزر گئے تو سترہ رمضان کو نزول قرآن کا آغاز ہوا اس دوران کہ حضور علیہ السلام غار حراء میں عبادت کر رہے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حکمت والے ذکر (قرآن پاک) کی آیات لے کر آئے انہوں نے آپ کو سینے سے لگایا پھر چھوڑ دیا تین مرتبہ ایسا کیا وہ ہر مرتبہ کہتے "اقراء" (پڑھئے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جواب ارشاد فرماتے "ما انا بقاری" میں پڑھنے والا نہیں ہوں یعنی مجھے پڑھنے کی معرفت نہیں (مولف کی یہ وضاحت کہ مجھے پڑھنے کی معرفت نہیں یہ مطلب نہیں کہ مجھے پڑھنا نہیں آتا کہ حضور علیہ السلام کو پڑھنا نہیں آتا چنانچہ جب انہوں نے آپ کے رب کا ذکر کیا تو آپ نے پڑھنا شروع کر دیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کو رب کی طرف سے سکھا دیا گیا۔ تیسری مرتبہ انہوں نے کہا "اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ○ خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ ○ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ "۱ (ہزاروری)

اپنے رب کے نام سے پڑھیں جس نے پیدا کیا انسان کو خون کی چھینٹ سے پڑھئے اور آپ کا رب کریم ہے۔

الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۱

جس نے قلم سے لکھنا سکھایا۔ آدمی کو، جو نہ جانتا تھا۔

تو یہ نزول وحی اور نزول قرآن کا آغاز ہے اور بعض ارہاصات یعنی اشارے اور دلائل جو وحی کے قرب اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے نبوت کے ثابت ہونے پر دلالت کرتے ہیں وہ اس سے پہلے آچکے تھے۔ ان دلائل میں سے سچے خواب بھی تھے جو نیند کی حالت میں ہوتے تھے۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو خواب دیکھتے وہ اسی طرح واقع ہوتا جس طرح نیند کی حالت میں دیکھتے تھے اور ان میں سے آپ کا تنہائی اور گوشہ نشینی کو پسند کرنا تھا پس آپ غار حرا میں گوشہ نشینی اختیار کرتے اور اس میں اپنے رب کی عبادت کرتے تھے۔

صحیح بخاری کی روایت

حضرت امام (محمد بن اسماعیل) بخاری رحمۃ اللہ نے اپنی صحیح (بخاری) میں "بدء الوحی" کے باب میں ایک حدیث نقل کی ہے جو اس بات کی طرف اور نزول قرآن کی کیفیت کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا آپ فرماتی ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کا آغاز نیند کی حالت میں سچے خوابوں سے ہوا آپ جو خواب دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح واقع

---

۱ سورۃ العلق آیت نمبر 4-5

ہوتا پھر آپ کے لئے خلوت (گوشہ نشینی) کو پسند کیا گیا پس آپ غار حرا میں تنہائی اختیار فرماتے اور گھر والوں کی طرف واپس آنے سے پہلے کئی کئی راتیں (اور دن) وہاں عبادت کرتے اور اپنے ساتھ کھانے پینے کا سامان لے جاتے پھر (ام المومنین) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف لوٹ آتے اور اس کی مثل کھانے پینے کا سامان لے جاتے حتی کہ آپ کے پاس حق آ گیا (یعنی وحی آئی) اور آپ غار حرا میں تھے آپ کے پاس فرشتہ (حضرت جبرئیل علیہ السلام) آئے اور عرض کیا "پڑھیئے" آپ نے فرمایا میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔

آپ فرماتے ہیں انہوں نے مجھے پکڑ کر اپنے سینے سے لگایا حتی کہ انہوں نے مجھ سے مشقت محسوس فرمائی پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا "پڑھیئے" میں نے کہا میں پڑھنے والا نہیں ہوں انہوں نے مجھے تیسری مرتبہ پکڑ کر سینے سے لگایا پھر چھوڑ دیا اور کہا:

اپنے رب کے نام سے پڑھیئے جس نے پیدا کیا انسان کو جمع ہوئے خون سے پیدا کیا (آخر تک دیگر آیات جو گزر چکی ہیں)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ آیات لے کر واپس تشریف لائے اور آپ کا دل دھڑک رہا تھا۔[1]

ماہ رمضان المبارک میں نزول قرآن کے بارے میں صریح اور واضح نص اللہ کی کتاب میں ہے جب اس عزت والی ذات نے فرمایا:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىٓ أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ[2]

رمضان کا وہ مہینہ ہے جس میں قرآن اترا۔ لوگوں کیلئے ہدایت اور راہنمائی اور فیصلے کی روشن باتیں۔

قرآن پاک لانے والا فرشتہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے یہ بھی قرآن پاک کی صریح نص سے ثابت ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ[3]

اسے روح الامین لے کر اترا آپ کے دل پر تا کہ تم ڈر سناؤ۔ روشن عربی زبان میں

دوسری جگہ فرمایا:

قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ[4]

---

۱ صحیح بخاری جلد اول باب فی بدء الوحی

۲ سورۃ البقرہ آیت نمبر 185

۳ سورۃ شعراء آیت نمبر 193 تا 195

۴ سورۃ النحل آیت 102

تم فرماؤ! اسے پاکیزگی کی روح نے اتارا تمہارے رب کی طرف سے ٹھیک کہ اس سے ایمان والوں کو ثابت قدم کرے اور ھدایت اور بشارت مسلمانوں کو۔

اور روح الامین یا روح القدس سے مراد جبرئیل علیہ السلام ہیں اس پر تمام مفسرین کا اتفاق ہے اور آپ وحی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے امین ہیں اور آپ ہی تمام انبیاء و مرسلین عظام (علیہم السلام) پر وحی کے ساتھ اترے۔

نزول کے اعتبار سے پہلی اور آخری آیات کریمہ

قرآن پاک کی سب سے پہلے نازل ہونے والی "سورۃ علق" کی آیات ہیں جو "اقرا باسم ربك الذی خلق" سے شروع ہوتی ہیں (یہ پانچ آیات ہیں)

جس طرح صحیح بخاری کی حدیث گزر چکی ہے۔

اور سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت یہ ہے:

وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللهِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ[1]

اور ڈرو اس دن سے جس میں اللہ کی طرف پھرو گے اور ہر جان کو اس کی کمائی پوری بھر دی جائے گی اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

یہی صحیح اور راجح قول ہے جسے تمام علماء کرام نے اختیار کیا جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا[2]:

اور اس امت کے بڑے عالم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی منقول ہے۔ حضرت امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا:

قرآن پاک کی سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت کریمہ "واتقوا یوما ترجعون فیه الی الله" ہے۔

اس آیت کے نزول کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نو راتیں (ظاہری زندگی کے ساتھ) زندہ رہے پھر ربیع الاول کی تین تاریخ سوموار کے دن آپ کا وصال ہو گیا۔

سوال:۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ قرآن کی سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت یہ ہے:

اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ

---

1 سورۃ البقرہ آیت 281

2 الاتقان

دِيۡنًا[1]

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کیا۔

جواب:۔

یہ رائے صحیح نہیں کیونکہ یہ آیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوئی ہے اور اس کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکیاسی (81) دن زندہ رہے اور آپ کے وصال سے نو راتیں پہلے سورۃ بقرہ کی آیت "واتقوا یوما" نازل ہوتی ہے (حوالہ و ترجمہ گزر چکا ہے) پس یہی آخر میں نازل ہونے والی آیت کریمہ ہے آیت مائدہ نہیں یہی صحیح رائے ہے۔

اس آیت کریمہ کے نازل ہوتے ہی وحی کا سلسلہ ختم ہو گیا پس یہ آسمان کے زمین کے ساتھ اتصال کا آخری موقعہ تھا۔ اور نزول قرآن کے اختتام پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رفیق اعلیٰ (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ جا ملے اس سے پہلے آپ نے امانت (وحی کی امانت) ادا کر دی اور پیغام خداوندی پہنچا دیا اور لوگوں کے اللہ تعالیٰ کی دین کی طرف راہنمائی فرما دی۔

آیت مائدہ کا نزول میں متاخر ہونا

سورۃ مائدہ کی آیت (اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَـكُمۡ دِيۡنَكُمۡ آخر تک) کے حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہونے کے دلائل میں سے ایک دلیل وہ صحیح حدیث ہے جو صحیح بخاری میں روایت کی گئی ہے۔ کہ ایک یہودی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا اے امیر المومنین! تمہاری کتاب میں ایک ایسی آیت ہے کہ اگر وہ ہمارے گروہ یعنی یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید بنا لیتے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا تم کون سی آیت مراد لے رہے ہو اس نے کہا اللہ تعالیٰ کا یہ قول:

اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَـكُمۡ دِيۡنَكُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ وَرَضِيۡتُ لَـكُمُ الۡاِسۡلَامَ دِيۡنًا[2]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا:

اللہ کی قسم! میں اس جگہ اور اس وقت کو جانتا ہوں جہاں اور جب یہ آیت نازل ہوئی یہ آیت جمعہ کے دن عصر کے بعد اس وقت نازل ہوئی جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرفات میں تھے یعنی یہ آیت اس دن نازل ہوئی جو اسلامی عیدوں میں عظیم ترین عید تھی پس وہ عیدوں کی عید تھی۔[3]

---

1 سورۃ مائدہ آیت نمبر 3

2 سورۃ مائدہ آیت نمبر 3

3 صحیح بخاری باب التفسیر

تنبیہ

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب (الاتقان فی علوم القرآن) میں قرآن پاک کی پہلی اور آخری نازل ہونے والی آیات سے متعلق کچھ اشکالات وارد کئے اور ان کے درست جوابات دیئے ہم ذیل میں ان کی تلخیص ذکر کرتے ہیں۔

پہلا اشکال

صحیحین (صحیح بخاری وصحیح مسلم) میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا کہ آپ سے پوچھا گیا کہ سب سے پہلے قرآن پاک کا کونسا حصہ نازل کیا گیا انہوں نے فرمایا:

یَا أَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ [1]

اے بالا پوش اوڑھنے والے

آپ سے کہا گیا (نہیں) بلکہ "اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ [2]" نازل ہوئی۔

انہوں نے فرمایا میں تجھ سے وہ بات بیان کر رہا ہوں جو ہم سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمائی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے غار حراء میں تنہائی اختیار کی جب میں نے تنہائی (کی مدت) پوری کر دی تو میں بطن وادی میں آیا میں نے اپنے آگے پیچھے اور دائیں بائیں دیکھا پھر میں نے آسمان کی طرف دیکھا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام موجود تھے تو مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی۔ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا تو میں نے ان لوگوں (گھر میں موجود حضرات) سے کہا تو انہوں نے مجھے کمبل اوڑھا دیا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "یاایھا المدثر" (اے کمبل اوڑھنے والے)

تو یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قرآن پاک میں سے سورۃ مدثر سب سے پہلے نازل ہوئی حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے کئی جوابات دیئے ہیں۔

پہلا جواب

سوال کامل سورت کے نزول سے متعلق تھا تو بیان کیا کہ سورۃ المدثر مکمل طور پر سورۃ اقراء کے مکمل طور پر نازل ہونے سے پہلے نازل ہوئی کیونکہ سورۃ اقراء کا ابتدائی حصہ سب سے پہلا نازل ہوا (مکمل سورت نہیں)

اس بات کی تائید صحیحین میں مروی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے وہ فرماتے ہیں میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ وحی کے رک جانے کے بارے میں ارشاد فرما رہے تھے۔ اس حدیث میں آپ نے فرمایا۔ اس

---

[1] سورۃ المدثر آیت نمبر 1

[2] سورۃ العلق آیت نمبر 1

دوران کہ میں چل رہا تھا میں نے آسمان سے آواز سنی میں نے سر اٹھایا تو وہی فرشتہ تھا جو میرے پاس حراء میں آیا تھا وہ آسمان وزمین کے درمیان کرسی پر تھا تو میں واپس آ گیا اور میں نے کہا "زَمِّلُوْنِیْ" (مجھے چادر اوڑھا دو) اس پر آیت کریمہ "یَا اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ" نازل ہوئی۔

تو آپ کا ارشاد گرامی کہ وہی فرشتہ تھا جو حراء میں میرے پاس آیا تھا، اس بات کی دلیل ہے کہ یہ واقعہ، حراء کے اس واقعہ سے بعد کا ہے جس میں "اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ" کا نزول ہوا۔

اس کے بعد امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ اور جوابات دیئے جن کی (یہاں) ضرورت نہیں۔

دوسرا اشکال

یہ ہے کہ سورۃ مائدہ کی آیت "الیوم اکملت لکم دینکم (آخر تک)" اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ دین مکمل ہو گیا تو اس کے بعد آیات کا نزول کیسے ہوا؟ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ یہ قرآن پاک کی اختتامی آیت ہے۔

جواب

اللہ تعالیٰ نے فرائض و احکام کے بیان اور حلال و حرام کے بیان کے ساتھ دین مکمل کر دیا اب امت اس کی محتاج نہیں تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے بیان فرمادیا اور اس کے احکام تفصیلاً بیان کر دیئے حتیٰ کہ یہ روشن دلیل ہو گئی اور یہ اس بات کے خلاف نہیں کہ بعض ایسی آیات کریمہ نازل ہوں جن میں وعظ اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کا ذکر ہے اور ان آیات میں اس دن سب سے بڑے حاکم اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونے کی یاد دلائی گئی جو خوفناک دن ہو گا اور اس میں مال اور اولاد فائدہ نہیں دے گی مگر وہ جو سلامتی والا دل لے کر آئے اس بات کو علماء کرام نے وضاحت کے ساتھ بیان کیا اور حضرت سُدّی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کے بعد حلال و حرام کے احکام نازل نہیں ہوئے۔[1]

جہاد، خمر اور کھانوں سے متعلق نازل ہونے والی آیات

جہاد کے بارے میں متعدد آیات نازل ہوئیں لیکن جہاد کے بارے میں نازل ہونے والی یہ تمام آیات مدنی ہیں کیونکہ مکہ مکرمہ میں مسلمان کمزور تھے اس لئے (وہاں) دشمنوں سے لڑنے کی اجازت ہجرت کے بعد ملی یعنی مسلمانوں کے مطبوط اور زیادہ تعداد میں ہونے اور مسلمانوں کی حکومت قائم ہونے کے بعد اس وقت جہاد کی اجازت سے متعلق حکم نازل ہوا اور جہاد کے بارے میں سب سے پہلے یہ آیات نازل ہوئیں:

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ ۙ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ۙ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ

1 السیوطی، جلال الدین، الاتقان، ص 27

صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيراً وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ [1]

پروانگی عطا ہوئی انہیں جن سے کافر لڑتے ہیں۔ اس بنا پر کہ ان پر ظلم ہوا اور بے شک اللہ ان کی مدد پر ضرور قادر ہے۔ وہ جو اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے صرف اتنی بات پر کہ انہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے۔ اور اگر اللہ آدمیوں میں ایک کو دوسرے سے دفع نہ فرماتا تو ضرور ڈھادی جاتیں خانقائیں اور گرجے اور کلیسہ اور مسجدیں جن میں اللہ کا نام بکثرت لیا جاتا ہے بے شک اللہ ضرور اس کی مدد فرمائے گا جو اس کے دین کی مدد کرے گا بے شک اللہ تعالیٰ قوت والا غالب ہے۔

تم اس نص کریم میں دیکھتے ہو کہ جہاد کی اجازت دیتے ہوئے کس طرح حکمت کو واضح کیا پس جہاد صرف ظلم کو دور کرنے اور دشمن سے دفاع کے لئے شروع ہوا اور اس کو صرف مظلوم لوگوں کے دفاع اور حد سے تجاوز کرنے والوں کو دور کرنے کے لئے جائز قرار دیا گا جس طرح اس نص کریم میں صراحت ہے خمر کے کے بارے میں متعدد آیات نازل ہوئیں اور اس سلسلے میں سب سے پہلے سورۃ بقرہ کی یہ آیت نازل ہوئی:

يَسْئَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا [2]

تم سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں تم فرمادو کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کیلئے کچھ دنیاوی نفع بھی ہے اور ان کا گناہ ان کے نفع سے بھی بڑا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں خمر (شراب) کے بارے میں تین آیات نازل ہوئیں اور سب سے پہلے یہ آیت نازل ہوئی۔

يَسْئَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا [3]

---

[1] سورۃ حج آیات 39-40

[2] سورۃ بقرہ آیت 219

[3] دوسرے مرحلے میں کہا گیا کہ جب نشہ کی حالت میں پھر تو نماز کے قریب نہ جاؤ لاَ تَقْرَبُواْ الصَّلاَةَ وَأَنتُمْ سُكَارَى (سورۃ النساء آیت 43) پھر تیسرے مرحلے میں اسے مطلقاً حرام قرار دیا گیا فرمایا: إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالأَنصَابُ وَالأَزْلاَمُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (سورۃ انعام آیت 145)

کھانوں سے متعلق

کھانوں سے متعلق پہلا حکم مکہ مکرمہ میں سورۃ انعام میں نازل ہوا ارشاد خداوندی ہے:

قُل لَّآ أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّماً عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّآ أَن يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَماً مَّسْفُوحاً أَوْ لَحْمَ خِنزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقاً أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلاَ عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ [1]

تم فرماؤ! میں نہیں پاتا اس میں جو میری طرف وحی ہوئی کسی کھانے والے پر کھانا حرام مگر یہ کہ مردار ہو یا رگوں کا بہتا خون یا بد جانور کا گوشت کہ وہ نجاست سے یا بے حکمی کا جانور جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا۔ جو مجبور ہو سر کش نہ ہو بے شک آپ کا رب بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔

یہ ابتدائی آیات ہیں جو بعض شرعی احکام سے مخصوص ہیں ان کے ذریعے احکام قرآن کا نزول ہوا اور یہ ان امور میں سے ہیں جن کی پہچان حاصل کرنا مناسب ہے تاکہ انسان شریعت اسلامیہ کے دقیق مسائل سے آگاہ ہو جائے وہ شریعت جس نے انسانی حاجات اور بشری مصلحتوں کی رعایت کی ہے اور مصالح بشر حکمت بھرے امور کی بنیادوں میں سے ایک ہیں جسے اسلام نے اجتماعی قانون کے لئے چلایا نیز ان طبعی بیماریوں کا علاج کیا جن کو دور جاہلیت میں لوگوں نے اختیار کر رکھا تھا جس طرح ہم آخری بحث میں اس کی وضاحت کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

---

1 سورۃ انعام آیت 145

سوالات

1۔علوم قرآن سے مقصود کیا ہے؟

2۔قرآن پاک کی تعریف بیان کریں؟

3۔قرآن پاک کے فضائل آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ سے ثابت کریں؟

4۔قرآن پاک کے اسماء مبارکہ ذکر کریں اور ان سے متعلق آیات کی نشاندہی کریں؟

5۔قرآن پاک کے اوصاف آیات قرآنیہ کے ذریعے بیان کریں؟

6۔قرآن پاک کی ابتدائی آیات اور آخری آیت کی وضاحت کریں اور اس سلسلے میں صحیح بخاری کی روایت نقل کریں؟

7۔قرآن پاک کس مہینے میں نازل ہونا شروع ہوا اور کون سا فرشتہ وحی لایا آیات کے ذریعے بیان کریں۔

8۔کہا جاتا ہے کہ آخری آیت الیوم اکملت لکم دینکم آخر تک سب سے آخر میں نازل ہوئی اس کا جواب کیا ہے؟

9۔پہلی اور آخری وحی کے بارے میں علامہ جلال الدین سیوطی a نے دو اشکال اور ان کے جواب نقل کئے ہیں ان کی وضاحت کیجئے؟

10۔جہاد، خمر اور کھانوں سے متعلق نازل ہونے والی اولیں آیات کی نشاندہی کریں۔

نوٹ:۔اساتذہ کرام سے گزارش ہے کہ ان سوالات اور بعد میں آنے والے سوالات طلباء سے بذریعہ ٹیسٹ پوچھیں تا کہ ساتھ ساتھ امتحان کی تیاری ہوتی رہے۔ ۱۲ ہزاروی

دوسری فصل

اسباب نزول

اسباب نزول کی معرفت کا آیت کریمہ کے معنیٰ کو سمجھنے میں بہت زیادہ اثر ہے اسی لئے بہت سے علماء کرام نے اسباب نزول کی معرفت کا اہتمام کیا ہے۔ حتیٰ کہ علماء کرام کی ایک جماعت نے اس مقصد کے لئے مستقل تصانیف فرمائی ہیں ان میں سے سب سے مقدم حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ، حضرت علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

اس فن میں مشہور ترین کتاب واحدی کی کتاب "اسباب نزول" ہے جس طرح شیخ الاسلام علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس فن میں کتاب تصنیف فرمائی نیز علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ عنہ نے ایک جامع عظیم کتاب "لباب النقول فی اسباب النزول" تحریر فرمائی۔

علوم قرآن سے اس نوع کی اہمیت جاننے اور اس کی ضرورت کی تاکید کے لئے تاکہ آیات کریمہ کے معانی کی سمجھ آجائے ہم کہہ سکتے ہیں کہ بعض آیات کو سمجھنا یا ان کے احکام کی معرفت حاصل کرنا سبب نزول کی روشنی کے بغیر ممکن نہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

پہلی مثال

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ [1]

مشرق ومغرب سب اللہ کا ہے تو تم جدھر منہ کرو ادھر ہی خدا کی رحمت تمہاری طرف متوجہ ہے بے شک اللہ وسعت والا اور علم والا ہے۔

اس سے سمجھا جاتا ہے کہ نماز میں قبلہ کے غیر کی طرف رُخ کرنا جائز ہے اور یہ مفہوم خطاء ہے کیونکہ قبلہ رُخ ہونا نماز کے لئے شرط ہے اور سبب نزول کی معرفت سے آیت کا مفہوم واضح ہے کیونکہ یہ آیت کریمہ اس شخص کے حق میں نازل ہوئی جو سفر میں ہو اور اسے قبلہ کا پتہ نہ چلے تو وہ کوشش کرے اور سوچ و بچار کرے پھر نماز پڑھے اب وہ جس جہت کی طرف نماز پڑھے گا اس کی نماز صحیح ہوگی اور جب نماز مکمل کرنے کے بعد ظاہر ہو کہ وہ غلط سمت کی طرف متوجہ ہوا ہے تو اس پر نماز کا لوٹانا واجب نہیں ہوگا پس یہ آیت عام نہیں یہ خاص ان لوگوں کے لئے ہے جو قبلہ کی جہت سے لاعلم ہوتے ہوں اور انہیں اس کی جہت کی معرفت نہ ہو۔

دوسری مثال

آیت کو سمجھنے کے سلسلے میں سبب نزول کی اہمیت کی دوسری مثال یہ آیت کریمہ ہے:

(ارشاد خداوندی ہے)

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا إِذَا مَا اتَّقَوا وَّآمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوا وَّآمَنُوا ثُمَّ اتَّقَوا وَّأَحْسَنُوا وَاللهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ [1]

جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان پر کچھ گناہ نہیں جو کچھ انہوں نے چکھا جبکہ ڈریں اور ایمان رکھیں اور نیکیاں کریں پھر ڈریں اور ایمان رکھیں پھر ڈریں اور نیک رہیں اور اللہ نیکوں کو دوست رکھتا ہے۔

یہ آیت کریمہ خمر کے بارے میں نازل ہوئی اور اس آیت سے خمر (شراب) پینے کا جواز سمجھا جاتا ہے جس طرح بعض جاہل لوگوں نے سمجھا اور انہوں نے کہا کہ شراب نوشی جائز ہے اور انہوں نے اس آیت کریمہ سے استدلال کیا۔

اگر وہ اس کے سبب نزول کو جان لیتے تو اس طرح کی جھوٹی بات نہ کہتے اور یہ بات مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے اس (درج ذیل) قول میں شراب کی حرمت نازل ہوئی:

إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ [2]

بے شک شراب اور جوا اور بت پانسے ناپاک ہی ہیں اور شیطانی کام تو ان سے بچتے رہنا تا کہ فلاح پاؤ۔

تو بعض صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے عرض کیا کہ ان لوگوں کی کیا حالت ہوگی جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہو گئے اور فوت ہو گئے حالانکہ وہ شراب پیتے تھے اور وہ ناپاکی ہے۔

اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں واضح کیا گیا کہ جو لوگ شراب کے حرام ہونے سے پہلے پیتے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرما دیا اور ان پر کوئی گناہ نہیں کیونکہ اسلام سے پہلے یا کسی چیز کے حرام ہونے سے پہلے کے عمل پر اللہ مواخذہ نہیں فرماتا۔

اس (سبب نزول) سے آیات کی سمجھ آتی ہے اور خمر کے حرام ہونے کے بارے میں نص قطعی باقی ہے۔

معرفت اسباب نزول کے فوائد

بعض حضرات کا خیال ہے کہ اس فن کا کوئی فائدہ نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی بڑا اثر ہے کیونکہ یہ محض تاریخ اور واقعات کے قائم مقام ہے ان کے خیال میں کتاب اللہ کی تفسیر کا ارادہ کرنے والے کے لئے اسباب نزول ضروری نہیں ہیں یہ خیال غلط اور یہ قول مردود ہے کتاب اللہ کا علم رکھنے والا اور مفسرین کے اقوال پر مطلع ہونے والا شخص ایسی بات نہیں کر سکتا۔

ہم یہاں بعض علماء کرام کی کچھ رائے نقل کرتے ہیں پھر اس کے بعد اسباب نزول کے فوائد ذکر کریں گے۔

---

1 سورۃ مائدہ آیت نمبر 93

2 سورۃ المائدہ آیت نمبر 93

واحدی نے کہا:

جب تک آیت کے واقعہ اوراس کے نزول کے بیان سے آگاہی نہ ہو آیت کی تفسیر ممکن نہیں۔

ابن دقیق العید نے کہا:

قرآن پاک کے معانی کو سمجھنے کے لئے اسباب نزول کا بیان مضبوط طریقہ ہے۔

ابن تیمیہ نے کہا!

اسباب نزول کی معرفت آیت کو سمجھنے پر مددگار ہے کیونکہ سبب کا علم، مسبب کے علم کو پیدا کرتا ہے۔

اوراس طرح علوم قرآن میں سے اس فن کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے جہاں تک اس کے فوائد کا تعلق ہے تو ان کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

الف حکم کی قانون سازی سے حکمت کی معرفت۔

ب سبب کے ساتھ حکم کی تخصیص (یہ ان لوگوں کے نزدیک ہے جن کے نزدیک خصوص سبب کا اعتبار ہوتا ہے)

ج جس حکم میں ظاہر حصر ہو اس میں حصر کے وہم کو دور کرنا۔

د جس شخص کے بارے میں آیت نازل ہوئی اس کے نام کی معرفت اوراس میں ابہام کی تعیین۔

اس کے علاوہ متعدد بڑے بڑے فوائد ہیں۔

فوائد نزول کی مثالیں

پہلی مثال:۔ مروان بن حکم پر درج ذیل آیت کا معنی سمجھنا مشکل ہو گیا:

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوا وَّيُحِبُّونَ أَن يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ [1]

ہرگز نہ سمجھنا انہیں جو خوش ہوتے ہیں اپنے کیے پر اور چاہتے ہیں کہ بے کئے ان کی تعریف ہو ایسوں کو ہرگز عذاب سے دور نہ جاننا ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

مروان نے اپنے خادم سے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس جاؤ اوران سے کہو کہ اگر ہر شخص اپنے حاصل ہونے والے عطیہ پر خوش ہو اور وہ پسند کرے کہ اس کام پر اس کی تعریف کی جائے جو اس نے نہیں کیا اوراس پر اسے عذاب دیا جائے تو ہم سب عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایسی وضاحت فرمائی کہ اس کا اشکال زائل ہو گیا آپ نے اس سے فرمایا یہ آیت اہل کتاب (یہودیوں) کے بارے میں نازل ہوئی ہے جب انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی چیز کے بارے میں پوچھا اوراسے مخفی

---

[1] سورۃ آل عمران آیت 188

رکھا اور آپ کو اس کے غیر کی خبر دی انہوں نے باور کرایا کہ انہوں نے آپ کو اسی بات کی خبر دی ہے جس کے بارے میں آپ سے سوال کیا گیا۔

اور آپ سے اس پر تعریف کا تقاضا کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔[1]

دوسری مثال

جس طرح حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پر اس آیت کا معنی مشکل ہو گیا ارشاد خداوندی ہے:

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَآئِرِ اللهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا[2]

آیت کریمہ سے اس بات کا اشارہ ملتا ہے کہ صفا مروہ کے درمیان سعی واجب نہیں حتیٰ کہ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی خالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (ام المومنین) سے پوچھا اے خالہ! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان شخص پر اس دونوں کا چکر لگانے میں کوئی حرج نہیں یعنی اگر کوئی شخص ان دونوں کے درمیان سعی کو چھوڑ دے تو کوئی حرج نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تم نے اچھا سوال کیا اے میرے بھانجے! اگر وہ بات ہوتی جو تم کہہ رہے ہو تو اللہ تعالیٰ فرماتا "فلا جناح علیه ان لا یطوف بهما" اس پر کوئی حرج نہیں اگر وہ ان دونوں کے درمیان سعی نہ کرے۔

پھر ام المومنین رضی اللہ عنہا نے ان کو بتایا کہ دور جاہلیت میں لوگ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے تھے اور وہ اپنی سعی کے دوران دو بتوں کا قصد کرتے تھے (یا ان کے لئے حج کرتے تھے) ان میں سے ایک صفا پر تھا جسے اساف کہا جاتا تھا اور دوسرا مروہ پر تھا جس کو نائلہ کہا جاتا تھا۔

جب لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تو بعض صحابہ کرام نے ان دونوں کے درمیان سعی کرنے میں حرج خیال کیا انہوں نے اس بات کا خوف محسوس کیا کہ یہ معاملہ دور جاہلیت کی عبادت سے مل نہ جائے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس کے ذریعے ان سے گناہ اور حرج کو دور کیا گیا اور اللہ تعالیٰ کے لئے سعی واجب کی گئی۔ بتوں کے لئے نہیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کی سوچ کو رد کر دیا اور یہ (واقعہ) اس آیت کے نزول کا سبب تھا۔

تیسری مثال

بعض ائمہ پر درج ذیل آیت میں پائی جانے والی شرط مشکل ہو گئی ارشاد خداوندی ہے:

وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِن نِّسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ[3]

---

[1] صحیح بخاری وصحیح مسلم

[2] سورۃ بقرہ آیت 158

[3] سورۃ الطلاق آیت نمبر 4

اور تمہاری عورتوں میں جنہیں حیض کی امید نہ رہی اگر تمہیں کچھ شک ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے۔

حتی کہ ظاہر یہ فرقہ (جو ظاہر پر عمل کرتے ہیں) نے کہا کہ آئسہ (وہ عورت جس کا حیض بڑھاپے کی وجہ سے بند ہو جائے) اس کی عدت نہیں ہے جب تک اسے شک نہ ہو اور سبب نزول کی وجہ سے ان لوگوں کے فہم کی خطاء واضح ہو گئی کیونکہ یہ خطاب اس شخص کے لئے ہے جو یہ بات نہ جانتا ہو کہ عدت کے بارے میں ان عورتوں کا کیا حکم ہے اور اسے شک ہو کہ کیا ان پر عدت گزارنا لازم ہے یا نہیں لہٰذا "ان ارتبتم" کا معنی یہ ہوگا کہ اگر تم پر ان کا حکم (معلوم کرنا) مشکل ہو جائے اور تمہیں پتہ نہ چلے کہ وہ کس طرح عدت گزاریں تو ان کا حکم یہ ہے۔

اور یہ آیت بعض صحابہ کرام کی اس بات کے بعد نازل ہوئی کہ انہوں نے فرمایا کہ بعض عورتوں کی عدت کا قرآن میں ذکر نہیں ہے اور وہ نابالغہ اور آئسہ (جن کا حیض بند ہو گیا) ہیں پس یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں ان تمام کی عدت کا حکم بیان کیا گیا۔

چوتھی مثال

اسباب نزول کے فوائد سے حصر کے وہم کو دور کرنے کے بارے میں مثالوں میں سے ایک مثال حضرت امام شافعی رحمہ اللہ علیہ کی وہ روایت ہے جو اس آیت کریمہ کے بارے میں مروی ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

قُل لَّآ أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّماً عَلَىٰ طَاعِمٍ يَطْعَمُهُۥٓ إِلَّآ أَن يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَماً مَّسْفُوحاً أَوْ لَحْمَ خِنزِيرٍ فَإِنَّهُۥ رِجْسٌ أَوْ فِسْقاً أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِۦ [1]

تم فرماؤ میں نہیں پاتا اس میں جو میری طرف وحی ہوئی کسی کھانے والے پر کھانا حرام مگر یہ مردار یا رگوں کا بہتا خون یا بد جانور کا گوشت کہ وہ نجاست سے یا بے حکمی کا جانور جن کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا۔

تو آپ نے اس کا معنی بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جب کفار نے اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیز کو حرام قرار دیا اور ان کا طریقہ مخالفت اور محاذ آرائی کا تھا تو یہ آیت ان کی غرض کو توڑنے کے لئے آئی ہے گویا یوں فرمایا: کہ وہی حلال ہے جس کو تم نے حرام قرار دیا اور وہی حرام ہے جسے تم نے حلال قرار دیا تو ان کے علاوہ کے حلال ہونے کا قصد نہیں کیا صرف حرام قرار دینے کا قصد کیا حلت ثابت کرنے کا قصد نہیں کیا۔ امام الحرمین نے کہا یہ جواب نہایت اچھا ہے اگر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کی طرف سبقت نہ کی ہوتی تو ہم امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی اس بات میں مخالفت کرتے کہ انہوں نے

[1] سورۃ انعام آیت نمبر 145

حرام چیزوں کی ان چیزوں میں حصر کی جن کا آیت کریمہ میں ذکر ہے۔[1]

اس آیت کریمہ کے معنیٰ کی وضاحت

اس فکر کی وضاحت کرتے ہوئے میں (مصنف) کہتا ہوں کہ اس آیت کریمہ کا ظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حرام اشیاء صرف وہی ہیں جن کا اس آیت کریمہ میں ذکر ہے، حالانکہ معاملہ اس طرح نہیں ہے ان کے علاوہ بھی حرام چیزیں ہیں یہ آیت حصر کی شکل میں آئی ہے حالانکہ یہاں حصر کا معنیٰ نہیں ہے۔ یہ مشرکین کے رد کے لئے ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ اشیاء کو حرام اور حرام کردہ اشیاء کو حلال قرار دیا۔

پانچویں مثال

سبب نزول کے فوائد میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ ہم اس شخص کا نام جان لیں جس کے بارے میں آیت نازل ہوئی تا کہ ابہام اور التباس دور ہو جائے مروان کا خیال تھا کہ ارشاد خداوندی:

وَالَّذِىْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ [2]

اور وہ جس نے اپنے ماں باپ سے کہا اور تم سے دل پک گیا۔

حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے بارے میں نازل ہوئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس باطل خیال کو رد کر دیا اور اس کا سبب نزول بیان فرمایا اس واقعہ کی تفصیل جس طرح حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کی یہ ہے!

مروان مدینہ طیبہ کا حکمران تھا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو اپنا خلیفہ بنانے کا ارادہ کیا تو یہ بات مروان کو لکھی مروان نے لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا اور یزید کا ذکر کر کے اس کی بیعت کی دعوت دی اور کہا کہ امیر المومنین کو اللہ تعالیٰ نے یزید کے بارے میں اچھی رائے دی ہے اگر وہ اسے خلیفہ بناتے ہیں تو حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے بھی خلیفہ بنایا ہے حضرت عبد الرحمٰن نے فرمایا یہ تو "ھرقلیت" ہے یعنی یہ رُومی بادشاہوں کی طرح بادشاہت ہے مروان نے کہا یہ حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سنت ہے۔ حضرت عبد الرحمن نے فرمایا ھرقلیت ہے اللہ کی قسم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس (خلافت) کو نہ اپنی اولاد میں رکھا اور نہ ہی اپنے گھر والوں میں سے کسی کو خلیفہ بنایا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو اعزاز عطا کرتے ہوئے اپنا خلیفہ بنایا۔

مروان نے کہا ان کو پکڑ لو تو حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخل ہو گئے اور وہ لوگ آپ پر قادر نہ ہو سکے مروان نے کہا کہ یہ (درج ذیل) آیت کریمہ اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے:

---

1 سیوطی جلال الدین، الاتقان

وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ أُفٍّ لَّكُمَا أَتَعِدَانِنِیْ أَنْ أُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِیْ [1]

اور وہ جس نے اپنے ماں باپ سے کہا اُف تم سے دل پک گیا کیا مجھے یہ وعدہ دیتے ہو پھر زندہ کیا جاؤں حالانکہ مجھ سے پہلی سنگتیں گزر چکیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پردے کے پیچھے سے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہمارے بارے میں قرآن پاک میں کچھ نازل نہیں کیا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے میری برات نازل فرمائی اور اگر میں چاہوں کہ اس کا نام لوں جس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تو میں اس کا نام لے سکتی ہوں۔

سبب نزول کیا ہے؟

کوئی واقعہ یا حادثہ رونما ہوتا تو اس واقعہ یا حادثہ کے بارے میں ایک یا اس سے زائد آیات کریمہ نازل ہوتی تھیں اسی کو سبب نزول کہا جاتا ہے بعض اوقات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے شرعی حکم معلوم کرنے کے ارادے سے سوال کیا جاتا یا امور دین میں سے کسی بات کے بارے میں وضاحت طلب کی جاتی تو بعض آیات کریمہ نازل ہوتیں اسے بھی سبب نزول کہا جاتا ہے۔

حادثہ کی مثال

حادثہ کی مثال صحیح بخاری کی وہ حدیث ہے جسے حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے روایت کیا وہ فرماتے ہیں میں لوہار تھا اور عاص بن وائل کے ذمہ میرا قرض تھا میں اس کے پاس آکر قرض کی واپسی کا مطالبہ کرنے لگا تو اس نے کہا کہ میں تمہارا قرض اس وقت تک واپس نہ دوں گا جب تک تم (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا انکار اور لات وعزیٰ کی پوجا نہیں کرو گے۔

میں نے کہا میں انکار نہیں کروں گا جب تک اللہ تعالیٰ تجھے مار کر دوبارہ زندہ نہ کرے اس نے کہا پھر میں مر کر دوبارہ زندہ ہوں گا تم اس دن کا انتظار کرو مجھے عنقریب مال اولاد دی جائے گی پھر میں تمہارا قرض ادا کروں گا۔

تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

أَفَرَأَیْتَ الَّذِیْ كَفَرَ بِآیَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَیَنَّ مَالاً وَوَلَداً ○ أَاطَّلَعَ الْغَیْبَ أَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْداً ○ كَلَّا سَنَكْتُبُ مَا یَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدّاً ○ وَنَرِثُهٗ مَا یَقُوْلُ وَیَأْتِیْنَا فَرْداً [2]

تو کیا تم نے اسے دیکھا جو ہماری آیتوں سے منکر ہوا اور کہتا ہے مجھے ضرور مال اور اولاد ملیں گے کیا غیب کو جھانک آیا ہے یا رحمٰن کے پاس کوئی قرار رکھا ہے ہرگز نہیں اب ہم لکھ رکھیں جو وہ کہتا ہے اسے خوب لمبا عذاب دیں گے جو

---

1 سورۃ احقاف آیت 17

2 سورۃ مریم آیت نمبر 77 تا 80

چیزیں کہہ رہا ہے ان کے ہم ہی وارث ہونگے وہ ہمارے پاس اکیلا آئے گا۔

سوال کی مثال

سوال کی مثال حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت ہے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہودیوں نے ہمیں تنگ کر رکھا ہے اور وہ چاندوں کے بارے میں ہم سے بہت زیادہ سوال کرتے ہیں تو چاند کی یہ کیفیت کیوں ہے کہ ابتداء میں وہ باریک ہوتا ہے پھر بڑھتا ہے حتی کہ برابر ہو کر گول ہو جاتا ہے۔ پھر کم ہو کر پہلی حالت کی طرف لوٹ جاتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الأَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ [1]

اور تم سے پوچھتے ہیں چاند کے بارے میں تم فرما دو وہ وقت کی علامتیں ہیں لوگوں اور حج کے لئے

سبب نزول کی معرفت کیسے حاصل ہوتی ہے؟

گزشتہ بیان سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اسباب نزول کا ادراک رائے سے نہیں ہو سکتا اور اس کے لئے ان لوگوں سے صحیح روایات اور سماع ضروری ہے جنہوں قرآن پاک اترنے کا مشاہدہ کیا یا انہوں نے اسباب پر آگاہی حاصل کی اور انہوں نے اس سلسلے میں بحث کی اور یہ صحابہ کرام یا تابعین عظام اور ان کے علاوہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ثقہ (قابل اعتماد) علماء کرام سے علوم حاصل کئے حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"میں نے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ سے قرآن پاک کی ایک آیت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے "ڈرو اور درست بات کہو وہ لوگ چلے گئے جو اس بات کو جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کس کے بارے میں نازل کیا۔"

سبب نزول کی معرفت کے لئے صحیح نقل پر اعتماد کیا جاتا ہے جب راوی واضح الفاظ میں لفظ سبب ذکر کرے تو وہ اس میں صریح ہے جس طرح راوی کا یہ کہنا کہ اس آیت کے نزول کا سبب فلاں فلاں (واقعہ) ہے۔

اسی طرح جب فاء تعقیبیہ نزول کے مادہ پر آئے جیسے "حدث کذا" (فلاں واقعہ ہوا) یا سئل عن النبی ﷺ عن کذا (حضور علیہ السلام سے فلاں کام کے بارے میں پوچھا گیا) فنزلت (تو فلاں آیت نازل ہوئی) تو یہ بھی سبب نزول میں نص صریح ہے بعض اوقات سبب میں صیغہ نص نہیں ہوتا یعنی اس طرح نہیں ہوتا کہ یہ آیت فلاں واقعہ کے بارے میں نازل ہوئی تو بعض اوقات اس سے سبب نزول مراد ہوتا ہے اور بعض اوقات وہ احکام مراد ہوتے ہیں جو اس آیت میں ضمنی طور پر پائے جاتے ہیں تو وہ اس قول کی مثل ہوتا ہے کہ اس آیت سے فلاں بات مراد لی ہے۔

امام زرکشی نے "البرہان" میں فرمایا کہ:

---

[1] سورۃ البقرۃ آیت 189

صحابہ کرام اور تابعین کی عادت سے یہ بات ہے کہ ان میں سے کوئی جب کہے کہ یہ آیت فلاں سلسلے میں نازل ہوئی تو ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ یہ آیت اس حکم کو شامل ہے یہ مقصد نہیں ہوتا کہ یہ اس کے نزول کا سبب ہے تو کبھی اس سے سبب نزول مزاد ہوتا ہے اور کبھی مراد یہ ہوتی ہے کہ یہ اس آیت میں داخل ہے اگر چہ وہ اس کا سبب نہ ہو۔

کیا اسباب نزول متعدد ہوتے ہیں؟

اکثر مفسرین نے ایک آیت کے متعدد اسباب ذکر کئے ہیں لیکن قابل اعتماد بات یہ ہے کہ ہم ان کی عبارت کو دیکھیں جو انہوں نے کہی ہے، ہم ذیل میں اس کا خلاصہ بیان کرتے ہیں:

1۔ ان میں سے ہر ایک اپنے اس قول میں کی تعبیر ذکر کرے کہ یہ آیت فلاں واقعہ کے بارے میں نازل ہوئی پھر پہلی بات کے علاوہ دوسری بات ذکر کرے تو اس کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ یہ حکم کا استنباط ہے اور اس آیت کی تفسیر ہے لہٰذا دونوں میں کوئی "منافاۃ" (ایک دوسرے کی نفی) نہیں جیسا کہ پہلے گزر گیا کیونکہ یہ سبب نزول نہیں)

2۔ ان میں سے ایک اپنے قول کی تعبیر ان الفاظ سے کرے کہ یہ آیت فلاں سلسلے میں نازل ہوئی اور دوسرے قول کو سبب نزول کے لئے صریح قرار دے۔ تو یہاں صریح بات قابل اعتماد ہوگی۔

اس کی مثال صحیح بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے آپ فرماتے ہیں آیت کریمہ "نِسَآؤُكُمۡ حَرۡثٌ لَّكُمۡ [1]" تمہاری بیویاں تمہارے لئے کھیتیاں ہیں۔

عورتوں سے بد فعلی کے بارے میں نازل ہوئی اور حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں اسے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ یہودی کہتے تھے جو شخص اپنی بیوی کے پاس پچھلی طرف سے ہو کر اگلی طرف جائے اس کی اولاد بھینگی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

"نِسَآؤُكُمۡ حَرۡثٌ لَّكُمۡ" تو یہاں دوسرا معنی قابل اعتماد ہے اور وہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کیونکہ وہ سبب میں واضح عبارت ہے اور یہ نقل ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول نص نہیں ہے لہٰذا اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ یہ حکم کا استنباط اور (آیت کی) تفسیر ہے۔

3۔ ہر ایک نزول کا سبب واضح الفاظ میں ذکر کرے تو یہاں صحیح پر اعتماد ہوگا ضعیف پر نہیں۔

اس کی مثال وہ حدیث ہے جسے شیخین (حضرت امام بخاری اور حضرت امام مسلم رحمہما اللہ) نے حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا وہ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیل ہو گئے پس آپ ایک یا دو راتیں اُٹھ نہ سکے تو ایک عورت آپ کے پاس حاضر ہوئی اور اس نے کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرا خیال ہے کہ تمہارے شیطان نے تجھ کو چھوڑ دیا ہے (معاذ اللہ) تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

1۔ سورۃ البقرۃ آیت نمبر 223

وَالضُّحٰى وَاللَّيْلِ إِذَا سَجٰى مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى [1]

چاشت کی قسم اور رات کی جب پردہ ڈالے کہ تمہارے رب نے تمہیں نہ تو چھوڑا اور نہ مکروہ جانا۔

حضرت امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ علیہ نے روایت نقل کی ہے کہ ایک کتے کا بچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خانہ اقدس میں داخل ہوا اور چارپائی کے نیچے آ گیا اور مر گیا تو چار دن تک حضور علیہ السلام انتظار میں رہے لیکن وحی نازل نہ ہوئی تو فرمایا اے خولہ! رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں ایسا کون سا حادثہ ہوا کہ جبریل علیہ السلام میرے پاس نہیں آ رہے۔

میں نے دل میں کہا کہ اگر میں گھر کی صفائی کروں (تو اچھا ہے) میں جھاڑو لینے کے لئے چارپائی کے نیچے جھکی اور کتے کے بچے کو نکال دیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو آپ کی داڑھی مبارک حرکت کر رہی تھی اور جب آپ پر وحی نازل ہوتی تو کپکپی طاری ہو جاتی اس پر اللہ تعالیٰ نے "والضحیٰ" سے لے کر "فترضی" تک آیات نازل فرمائیں۔

تو ہم پہلی روایت پر اعتماد کرتے ہیں کیونکہ وہ صحیحین میں ہے۔

حضرت (حافظ علامہ) ابن حجر (عسقلانی) رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری کی شرح میں فرمایا کہ کتے کے بچے کے سبب کے ساتھ حضرت جبریل علیہ السلام کا واقعہ مشہور ہے لیکن اس کا آیت کے نزول کا سبب ہونا غریب ہے اور اس کی سند میں غیر معروف راوی ہیں لہٰذا جو صحیح بخاری میں ہے اس پر اعتماد ہے۔ [2]

4۔ جب دو سندیں صحت میں برابر ہوں تو ان میں سے ایک کو دوسری پر ترجیحات کی وجوہ میں سے کسی وجہ سے ترجیح دی جاتی ہے جیسے راوی کا یہ بات ذکر کرنا کہ وہ اس واقعہ میں حاضر تھا یا اس کی علاوہ کوئی بات کہے اس کی مثال صحیح بخاری کی وہ روایت ہے جسے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کیا وہ فرماتے ہیں:

میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ مدینہ طیبہ میں جا رہا تھا اور آپ نے کھجور کی ایک شاخ کا سہارا لیا ہوا تھا آپ یہودیوں کے کچھ افراد کے پاس سے گزرے تو ان میں سے بعض نے کہا اگر تم ان سے کوئی سوال کرو (تو اچھا ہے) انہوں نے کہا ہمیں روح کے بارے میں کچھ بتایئے آپ کچھ دیر ٹھہرے اور سر مبارک اٹھایا تو میں نے جان لیا کہ آپ پر وحی اتر رہی ہے حتیٰ کہ وحی کا سلسلہ ختم ہو گیا تو آپ نے فرمایا

قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا [3]

اور تم سے روح کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے اور تمہیں علم نہ ملا مگر تھوڑا۔

اور جو کچھ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے صحیح قرار دیا کہ قریش نے یہودیوں سے کہا کہ

---

[1] سورۃ الضحیٰ آیات 1 تا 3

[2] الاتقان ص 33

[3] سورۃ اسراء آیت نمبر 85

ہمیں کوئی ایسی بات بتائیں جو ہم اس شخص (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پوچھیں انہوں نے کہا ان سے روح کے بارے میں پوچھو تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلاً

اس روایت کے مطابق یہ آیت کریمہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور پہلی روایت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ یہ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی تو پہلی روایت کو ترجیح ہوگی کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس واقعہ میں موجود تھے پھر جو کچھ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا اسے دوسروں کی روایت پر ترجیح حاصل ہے۔

5۔ دونوں روایتوں کی سند صحیح ہو اور دونوں کی مدت قریب قریب ہو اور ایک آیت یا زیادہ آیات دو واقعات کے بارے میں اکٹھی نازل ہوں اور ہم دونوں کو جمع کرنے تک پہنچ جائیں۔

اس کی مثال: صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت ہے کہ ھلال بن امیہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں اپنی بیوی پر شریک بن سحما کے ساتھ (زنا کا) الزام لگایا۔

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا گواہ پیش کرو ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد نافذ کی جائے گی انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کوئی آدمی اپنی بیوی کے ساتھ کسی شخص کو دیکھے تو وہ گواہ تلاش کرنے چلا جائے؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بار بار یہی بات فرماتے کہ گواہ لاؤ ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد لگائی جائے گی (یعنی بطور حد قذف کوڑے مارے جائیں گے) انہوں نے کہا اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں سچ کہہ رہا ہوں اور عنقریب اللہ تعالیٰ ایسی آیت نازل کرے گا جس کی وجہ سے میری پیٹھ حد سے بری ہو جائے گی چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام پر یہ آیت نازل فرمائی۔

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُن لَّهُمْ شُهَدَاء إِلَّا أَنفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ [1]

اور وہ جو اپنی عورتوں کو عیب لگائیں اور اُن کے پاس اپنے بیان کے سوا گواہ نہ ہوں ایسے کی گواہی یہ ہے کہ چار بار گواہی دے اللہ کے نام سے کہ وہ سچا ہے۔

اور وہ حدیث جسے شیخین نے حضرت سھل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ عویمر بن نصیر، عاصم بن عدی کے پاس آئے اور کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس شخص کے بارے میں پوچھیں جو اپنی بیوی کے ساتھ کسی شخص کو پائے تو کیا اس کو قتل کر دے پھر اسے قتل کیا جائے گا یا کیا کرے؟

حضرت عاصم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا تو حضور علیہ السلام نے پوچھنے والے کی بات کو ناپسند فرمایا! چنانچہ عاصم نے

---

1 سورۃ النور آیت 6

عویمر کو بتا دیا انہوں نے کہا اللہ کی قسم میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ضرور جاؤں گا اور آپ سے ضرور پوچھوں گا وہ حاضر ہوئے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا تمہارے اور تمہاری بیوی کے بارے میں قرآن نازل ہوا ہے پھر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُن لَّهُمْ شُهَدَاء إِلَّا أَنفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِيْنَ [1]

اور وہ جو اپنی عورتوں کو عیب لگائیں اور اُن کے پاس اپنے بیان کے سوا گواہ نہ ہوں ایسے کی گواہی یہ ہے کہ چار بار گواہی دے اللہ کے نام سے کہ وہ سچا ہے۔

ان دونوں روایتوں کو جمع کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہم کہیں کہ سب سے پہلے یہ واقعہ حضرت ھلال رضی اللہ عنہ کو پیش آیا اور حضرت عویمر کا آنا بھی اس کے ساتھ ہی ہوا لہٰذا آیت ان دونوں کے بارے میں نازل ہوئی۔

حضرت ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تعدد اسباب میں کوئی رکاوٹ نہیں:

6۔ صحیح روایات کو جمع کرنا ممکن نہ ہو تو نزول کے تعدد اور تکرار پر محمول کیا جائے کیونکہ دونوں کے درمیان مدت زیادہ ہوگی۔

اس کی مثال وہ ہے جو صحیحین میں حضرت مسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ابو طالب کی وفات کا وقت ہوا تو حضور علیہ السلام ان کے پاس تشریف لے گئے ان کے پاس ابو جھل اور عبد اللہ بن ابی امیہ بھی تھا۔

آپ نے فرمایا چچا "لا الہ الا اللہ" پڑھو تا کہ میں اس کلمہ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں دلیل بنا سکوں ---- ابو جھل اور عبد اللہ نے کہا کیا آپ عبد المطلب کے دین سے پھر جائیں گے وہ دونوں ان سے مسلسل کلام کرتے رہے حتی کہ ابو طالب نے کہا وہ عبد المطلب کے دین پر ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں آپ کے لئے مغفرت طلب کرتا رہوں گا جب تک مجھے اس سے روک نہ دیا جائے اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُواْ أَن يَسْتَغْفِرُواْ لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُواْ أُوْلِي قُرْبَى مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيْمِ [2]

نبی اور ایمان والوں کو لائق نہیں مشرکوں کی بخشش چاہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے آپ فرماتے ہیں میں نے ایک شخص سے سنا وہ اپنے ماں باپ کے لئے بخشش طلب کر رہا تھا اور وہ دونوں مشرک تھے میں نے کہا تم اپنے ماں باپ کے لئے بخشش طلب کر رہے ہو

---

1 سورۃ نور آیت نمبر 6

2 سورۃ التوبہ آیت نمبر 113

جب کہ وہ دونوں مشرک ہیں اس نے کہا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ (چچا) کے لئے بخشش طلب کی جب وہ مشرک تھا۔[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے یہ بات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا تو یہ آیت:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَن يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ

نازل ہوئی اس طرح بھی مروی ہے کہ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبرستان کی طرف تشریف لے گئے[2] اور ان میں سے ایک قبر کے پاس بیٹھ گئے اور دیر تک اس سے گفتگو کرتے رہے پھر آپ رو پڑے اور فرمایا یہ قبر جس کے پاس میں بیٹھا ہوں میری والدہ کی قبر ہے میں نے اپنے رب سے دعا کی درخواست کی تو اس نے مجھے اجازت نہ دی۔[3]

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَن يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ[4]

حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ان احادیث کو یوں جمع کیا جاسکتا ہے کہ نزول متعدد بار ہوا۔

کیا لفظی عموم معتبر ہے یا خاص سبب؟

علماء اصول نے ایک دقیق مسئلہ میں اختلاف کیا ہے وہ یہ کہ کیا لفظ کے عموم کا اعتبار کیا جائے گا یا خاص سبب کا؟ یعنی جب کوئی واقعہ رونما ہوا اور اس کے بارے میں آیت کریمہ نازل ہوئی تو کیا اس آیت کا حکم اسی حادثہ یا واقعہ کے ساتھ یا اس شخص کے ساتھ خاص ہوگا جس کے بارے میں وہ آیت نازل ہوئی یا یہ حکم تمام کی طرف متعدی ہوگا۔

تو جمہور علماء اس طرف گئے ہیں کہ لفظ کے عموم کا اعتبار ہوگا خاص سبب کا نہیں یہی صحیح بات ہے اور یہاں ایک اور رائے ہے وہ یہ کہ خاص سبب کا اعتبار ہوگا حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الاتقان فی علوم القرآن" میں فرمایا:

---

1 آزر آپ کا چچا تھا آپ کے والد کا نام تارخ تھا۔ البدایہ والنہایہ میں ہے ابراهیم خلیل الرحمٰن هو ابراهیم من تارخ ــــ ولما كان عمر تارخ خمس وسبعين سنة ولیلة ابراهیم

البدایہ والنہایہ جلد اول ص 139-140

2 جامع ترمذی

3 حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین مومن تھے دعا سے اس لئے روکا گیا کہ استغفار مواخذہ کی فرع ہے اور جسے دعوت نہ پہنچی اس کا مواخذہ نہیں لہٰذا استغفار کی حاجت نہیں۔

(الفتح الربانی مسند امام احمد بن حنبل۔ جامع ترمذی ج 8 ص 159)

پھر مجھ پر یہ آیت نازل ہوئی

تفسیر قرطبی میں ہے کہ آیت کریمہ ابوطالب کے لئے استغفار کے حوالے سے نازل ہوئی (تفسیر قرطبی جلد 7 ص 30-31)

عموم لفظ کے اعتبار سے متصل دلائل میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام اور ان کے علاوہ لوگوں نے مختلف واقعات میں عموم آیات کی ضرورت محسوس کی جو آیات خاص اسباب پر نازل ہوئی تھیں۔

جس طرح آیت ظہار جو حضرت سلمہ بن صخر کے بارے میں آیت لعان جو حضرت ھلال بن امیہ کے بارے میں اور حد قذف (کی آیت) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر الزام کے بارے میں نازل ہوئی۔

پھر عموم لفظ کی وجہ سے یہ حکم ان کے غیر کی طرف متعدی ہوا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایسی روایت مروی ہے جو عموم کے اعتبار پر دلالت کرتی ہے انہوں نے یہ بات (عموم حکم) سرقہ کے بارے میں فرمائی حالانکہ یہ ایک عورت کے بارے میں نازل ہوئی تھی جس نے چوری کی تھی۔

پھر حضرت نجدہ حنفی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں پوچھا۔ (ارشاد خداوندی ہے:)

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوٓا۟ أَيْدِيَهُمَا [1]

جو مرد اور عورتیں چور ہوں ان کے ہاتھ کاٹو

کہ کیا یہ خاص ہے یا اس میں عموم ہے؟ تو انہوں نے فرمایا یہ عام ہے ابن تیمیہ نے کہا کہ اس باب میں اکثر اس طرح آتا ہے "ھذا الآیۃ نزلت فی کذا" یہ آیت فلاں واقعہ کے بارے میں نازل ہوئی خاص طور پر جب مذکور کوئی شخص ہو جس طرح ان حضرات کا قول ہے کہ آیت ظہار ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی کے بارے میں نازل ہوئی اور آیت کلالہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی اور اللہ کا ارشاد گرامی وَأَنِ احْكُم بَيْنَهُم بِمَآ أَنزَلَ اللَّهُ [2] ترجمہ: اور یہ کہ اے مسلمانو! کے اتارے پر حکم کر

یہ آیت بنو قریظہ اور بنو نضیر کے بارے میں نازل ہوئی۔

اس طرح کی کئی مثالیں ہیں تو جن لوگوں نے یہ بات کہی ہے ان کا مقصد یہ نہیں کہ اس آیت کا حکم ان لوگوں کے ساتھ خاص سے دوسروں کے لئے نہیں یہ بات مطلقاً کوئی مسلمان یا عقلمند شخص نہیں کہہ سکتا زمخشری نے سورۃ الھمزہ کی تفسیر میں کہا ہے کہ یہ بات جائز ہے کہ سبب خاص ہو اور ڈانٹ عام ہو تا کہ ہر اس شخص کو شامل ہو جو اس قبیح کام کا ارتکاب کرتا ہے اور تا کہ یہ تعریض کے قائم مقام ہو۔ واللہ اعلم [3]

---

۱ سورۃ مائدہ آیت نمبر 38

۲ سورۃ مائدہ آیت 49

۳ الاتقان فی علوم القرآن

سوالات

1۔ اسباب نزول سے کیا مراد ہے اور بعض آیات اور ان کے احکام کو سمجھنے کے لئے سبب نزول کو جاننا ضروری ہے مثال کے ذریعے وضاحت کریں؟

2۔ معرفت اسباب نزول کے فوائد پر روشنی ڈالیں اور کوئی مثال ذکر کریں؟

3۔ سبب نزول میں کوئی واقعہ یا حادثہ یا کوئی سوال بنیاد بنتا ہے حادثہ اور سوال دونوں کی مثالیں ذکر کریں؟

4۔ قرآن مجید میں چند چیزوں کو حرام قرار دیا گیا کیا حرمت ان ہی پر منحصر ہے؟ وضاحت کریں؟

5۔ سبب نزول کی معرفت کیسے حاصل ہوتی ہے؟

6۔ کیا اسباب نزول متعدد ہوتے ہیں وضاحت کیجئے؟

7۔ متعدد اسباب کے درمیان تطبیق کے سلسلے میں مصنف نے چھ صورتیں لکھی ہیں ان کی وضاحت کریں؟

8۔ کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین مشرک تھے؟ آزر کون تھا؟ اور اسے باپ کیوں کہا گیا؟

9۔ حضور علیہ السلام کے والدین مومن تھے وضاحت کریں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ کے لئے دعا سے کیوں روکا گیا؟

10۔ کیا سبب نزول میں لفظی عموم معتبر ہے یا خاص سبب کا اعتبار ہوگا؟

تیسری فصل

قرآن پاک کے متفرق طور پر نزول کی حکمت

نزول قرآن کریم

اللہ تعالیٰ نے اس آمت محمدیہ (علی صاحبها الصلوۃ والسلام) کو یہ شرف عطا فرمایا کہ اس (امت) پر اپنی معجز کتاب نازل فرمائی جو تمام آسمانی کتابوں میں آخری کتاب ہے تا کہ وہ ان کی زندگی کا دستور ان کی مشکلات کا حل اور ان کی بیماریوں کا شافی علاج بن جائے اور اس امت کے انتخاب کی بڑائی اور فخر کی علامت ہو جائے نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو مقدس آسمانی پیغامات کے لئے چن لیا کہ اسے سب سے زیادہ بزرگی والی کتاب (قرآن پاک) کے انزال کے ساتھ شرف عطا فرمایا اور اسے مخلوق میں سے سب سے زیادہ معزز شخصیت حضرت محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نسبت کے ساتھ خاص کیا آپ پر نزول قرآن کے ساتھ آسمانی پیغامات کا سلسلہ مکمل ہو گیا جس سے کائنات منور ہو گئی اور اس پر روشنی پھیل گئی نیز اللہ تعالیٰ کی ہدایت مخلوق تک پہنچ گئی۔

(قرآن پاک کا) یہ نزول آسمان کے امین حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے ہوا وہ اس قرآن کو حضور علی صاحبها الصلوۃ والسلام کے قلب مبارک پر نازل کرتے تا کہ اللہ تعالیٰ کی وحی آپ تک پہنچے۔ اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ [1]

اسے روح الامین لے کر اترا۔ تمہارے دل پر کہ تم ڈر سناؤ روشن عربی زبان میں۔

قرآن کریم کیسے نازل ہوا؟

قرآن مجید کا نزول دو صورتوں میں ہوا:

1۔ لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر پورا قرآن لیلۃ القدر میں نازل ہوا۔

2۔ آسمان دنیا سے زمین پر متفرق طور پر تیئیس سال میں نازل ہوا۔

پہلا نزول زمانہ بھر کی مبارک رات یعنی لیلۃ القدر میں ہوا اس میں پورا قرآن آسمان کے "بیت العزۃ" میں نازل ہوا اور اس پر متعدد نصوص پر دلالت کرتی ہیں۔ مثلاً:

1۔ ارشاد خداوندی ہے:

حمٓ ○ وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ○ إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ [2]

---

[1] سورۃ الشعراء آیات 193 تا 195

[2] سورۃ الدخان آیت نمبر 1 تا 3

قسم اس روشن کتاب کی بے شک ہم نے اسے برکت والی رات میں اُتارا بے شک ہم ڈر سنانے والے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ [1]

بے شک ہم نے اسے شب قدر میں اُتارا۔ اور تم نے کیا جانا کیا ہے شب قدر

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ [2]

رمضان کا وہ مہینہ ہے جس میں قرآن اُتارا گیا ھدایت ہے لوگوں کے لئے اور روشنی ہے ھدایت سے اور فیصلے کی روشن باتیں۔

تو یہ تین آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ قرآن پاک (مکمل) ایک ہی رات میں نازل ہوا جس رات کو برکت والی رات سے موصوف کیا گیا اسے "لیلۃ القدر" کہا گیا ہے اور وہ رمضان المبارک کی راتوں میں سے ایک رات ہے اور یہ بات متعین ہوگئی کہ یہی نزول پہلا نزول ہے جو آسمان میں "بیت العزۃ" کی طرف ہوا۔

کیونکہ اگر اس سے دوسرا نزول یعنی سرکار دو عالم پر نازل ہونا مراد ہو تو اس کا ایک رات میں اور اسی طرح ایک مہینے میں نازل ہونا صحیح نہیں ہوگا قرآن پاک ایک طویل مدت یعنی مدت بعثت تیئس (23) سالوں میں نازل ہوا اور یہ نزول رمضان المبارک کے علاوہ دیگر تمام مہینوں میں ہوا لہذا یہ بات متعین ہوگئی کہ اس سے مراد نزول اول ہے اور اس سلسلے میں صحیح احادیث آئی ہیں جو اس بات کی تائید کرتی ہیں۔

وہ احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں:

1۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ نے فرمایا:

قرآن پاک، ذکر (لوح محفوظ) سے الگ کر کے آسمان دنیا کے بیت العزۃ میں رکھا گیا پس حضرت جبریل علیہ السلام اسے حضور علیہ السلام پر اتارتے رہے۔

2۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ نے فرمایا پورا قرآن آسمان دُنیا کی طرف نازل کیا گیا اور وہ ستاروں کے پڑنے کی جگہ (بیت العزہ میں) تھا اور اللہ تعالیٰ اسے حضور علیہ السلام پر بعض کے بعض نازل فرماتا رہا۔

3۔ حضرت ابن عباس W سے ہی مروی ہے آپ نے فرمایا پورا قرآن آسمان دُنیا کی طرف اتارا گیا پھر متفرق

[1] سورۃ القدر آیات 1،2

[2] سورۃ بقرہ آیت نمبر 185

اجزاء کی صورت میں نازل ہوا۔

ان تینوں روایات کو امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الاتقان فی علوم القرآن" میں نقل کیا جس طرح امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی نقل کیا کہ حضرت عطیہ بن اسود رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ ان دو آیات کی وجہ سے میرے دل میں شک پڑ گیا:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیٓ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ

اور

إِنَّآ أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ

کیونکہ قرآن پاک شوال، ذی قعدہ، ذوالحجہ، محرم، صفر اور ربیع الاول میں نازل ہوا

تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا پورا قرآن پاک رمضان المبارک میں نازل ہوا پھر مختلف مہینوں اور مختلف دنوں میں متفرق طور پر بعض نازل ہوا۔

"مواقع النجوم" کا لفظ فرمایا جس کا معنی ہے تھوڑا تھوڑا اور متفرق نازل ہوا اسی طرح "رسلا" کا لفظ ارشاد فرمایا جس کا معنی بھی یہی ہے کہ بعض حصہ بعض کے بعد نرمی اور آہستگی کے ساتھ آتا رہا حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمایا کہ حضرت امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے پورے قرآن کے لوح محفوظ سے آسمان دنیا کے بیت العزت کی طرف نازل ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔

شاید اس طرح اتارنے میں قرآن پاک کی عظمت شان کا اظہار ہے اسی طرح جس ذات پر قرآن نازل ہوا ان کی شان کو ظاہر کرنا مقصود تھا یا ساتوں آسمانوں میں بسنے والوں کو بتانا تھا کہ یہ آخری کتاب ہے جو سب سے آخری رسول پر سب سے زیادہ معزز امت کے لئے نازل ہوئی ہم نے اسے ان کے قریب کیا تا کہ ہم اسے ان پر نازل کریں۔

حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اگر یہ حکمت خداوندی نہ ہوتی کہ ان لوگوں تک قرآن واقعات کے مطابق تھوڑا تھوڑا نازل ہو تو وہ پورا قرآن ایک مرتبہ زمین کی طرف نازل کرتا جس طرح اس سے پہلے کتابیں نازل فرمائی ہیں اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ان کتابوں اور اس کتاب کا طریقہ مختلف رکھا اور اس کے لئے دو باتیں رکھیں پورا قرآن ایک بار اتارنا پھر اس کو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کرنا یوں اس نے جس پر قرآن نازل کیا اس ذات کو شرف بخشا"[1]

اور قرآن ہم نے جدا جدا کر کے اتارا تا کہ تم اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔

تنزیل کی دوسری صورت

دوسری قسم کی تنزیل آسمان دنیا سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب اقدس پر تھوڑا تھوڑا کر کے اتارنا ہے اور اس کی مدت

1 الاتقان ص 42

تیئس (23) سال ہے اور یہ آپ کی بعثت سے آپ ﷺ کی وفات تک کی مدت ہے اس نزول اور اس کے متفرق ہونے پر سورۃ اسراء کی یہ آیت دلیل ہے:

وَقُرْآناً فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلَى مُكْثٍ وَنَزَّلْنَاهُ تَنْزِيلاً [1]

اور ہم نے قرآن پاک متفرق طور پر نازل کیا تاکہ آپ لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور ہم نے اسے اچھی طرح اتارا اور سورۃ فرقان کی یہ آیت بھی اس پر دلیل ہے۔

اور سورۃ فرقان کی آیت بھی اس پر دلیل ہے:

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً كَذَلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلاً [2]

اور کافر بولے قرآن ان پر ایک ساتھ کیوں نہ اتار دیا ہم نے یونہی بتدریج اسے اتارا ہے کہ اس سے تمہارا دل مضبوط کریں ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا۔

ایک روایت میں ہے کہ یہودیوں اور مشرکین نے نبی اکرم ﷺ پر قرآن پاک کے متفرق طور پر نزول کی وجہ سے عیب لگایا اور آپ سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ ایک ہی مرتبہ نازل ہوتی کہ یہودیوں نے آپ سے کہا اے ابوالقاسم یہ قرآن پاک ایک ہی بار کیوں نہیں اتارا گیا جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے یہ دو (مندرجہ بالا) آیات ان کے رد میں نازل فرمائیں اور جس طرح امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ رد دو باتوں پر دلالت کرتا ہے ایک بات یہ کہ قرآن پاک نبی اکرم ﷺ پر متفرق نازل ہوا دوسری بات یہ کہ اس سے پہلے کی آسمانی کتب مکمل طور پر ایک ہی بار نازل ہوئیں جیسا کہ جمہور علماء کے نزدیک مشہور ہے حتی کہ یہ اجماع کے قریب ہوگیا۔

دلالت کی وجہ

(ان آیات کی) ان دو باتوں پر دلالت کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس دعویٰ کو رد نہیں کیا جو انہوں نے آسمانی کتب کے یکبارگی نازل ہونے کے بارے میں کیا بلکہ ان کو متفرق طور پر نازل ہونے کی حکمت بتائی اگر دیگر آسمانی کتابیں بھی قرآن پاک کی طرح متفرق طور پر نازل ہوتیں تو اللہ تعالیٰ ان کو جھٹلاتے ہوئے ان کا رد کرتا اور یہ اعلان کرتا کہ تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کرنا اللہ تعالیٰ کا ان کتابوں کے بارے میں طریقہ چلا آرہا ہے جو پہلے انبیاء کرام پر نازل کی گئیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کیا جب انہوں نے رسول اکرم ﷺ پر طعن کرتے ہوئے کہا۔

---

[1] سورۃ اسراء آیت نمبر 106

[2] سورۃ فرقان آیت نمبر 32

ارشاد خداوندی ہے:

وَقَالُوا مَالِ هَٰذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ[1]

اور بولے اس رسول کو کیا ہوا کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ[2]

اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب ایسے ہی تھے کھانا کھاتے اور بازاروں میں چلتے۔

متفرق طریقے پر نزول قرآن کی حکمت

قرآن پاک کے متفرق نزول میں بڑی حکمتیں ہیں اور کئی راز ہیں جس کو صرف علماء کرام جانتے ہیں اور بے علم لوگ اس سے غافل ہیں، ہم اجمالی طور پر ان کو بیان کرتے ہیں:

1۔ مشرکین کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں کے مقابلے میں رسول اکرم ﷺ کے قلب مبارک کو قائم و ثابت رکھنا۔

2۔ نزول وحی کے وقت رسول اکرم ﷺ پر شفقت و مہربانی۔

3۔ آسمانی احکام کو تدریجاً بیان کرنا۔

4۔ مسلمانوں کے لئے قرآن کا حفظ اور اس کی سمجھ کو آسان کرنا۔

5۔ جب واقعات رُونما ہوں تو ان کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے بروقت آگاہ کرنا۔

6۔ مصدر قرآن کی طرف راہنمائی اور یہ کہ یہ حکمت والے قابل تعریف ذات کی طرف سے نازل کیا گیا۔

تفصیل

ہم ان متعدد حکمتوں کو تفصیلاً بیان کرتے ہیں جن کو ہم نے پہلے اجمالاً ذکر کیا ہے ہم ان کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہیں۔

1۔ پہلی حکمت یعنی حضور علیہ السلام کے قلب مبارک کو ثابت رکھنا تو اس سلسلے میں، میں (مصنف) نے مشرکین کے رد میں آنے والی آیت ذکر کی ہے جب انہوں نے مطالبہ کیا کہ قرآن پاک ایک ہی بار نازل ہو جس طرح پہلی کتابیں نازل ہوئیں۔

---

[1] سورۃ الفرقان آیت نمبر 7

[2] سورۃ فرقان آیت نمبر 20 دیکھئے مناہل العرفان ص 46

تو اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں ارشاد فرمایا:

لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلاً [1]

کہ اس سے تمہارا دل مضبوط کریں اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب کو مطمئن رکھنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں کے جھٹلانے اور آپ کو شدید اذیت پہنچانے کے مقابلہ میں آپ کی اور آپ کی اتباع کرنے والوں کی رعایت اور تائید ہے۔

آیات کریمہ آپ پر نازل ہو رہی تھیں جن میں آپ کے لئے تسلی اور آپ کی اس ہمت کو بڑھانا تھا جو آپ نے دعوت اسلام کے سلسلے میں برداشت فرمائیں اور آپ کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ کے دل کو تقویت عطا کرنے کے لئے ایسا ہوتا اللہ تعالیٰ نے اس چیز کا اہتمام فرمایا جس کے ذریعے آپ کو پہنچنے والی مشکلات اور تکالیف آسان ہو جائیں چنانچہ آپ کو سخت اذیت پہنچتی تو آیات نازل ہو جاتیں یہ آپ کے لئے تسلی اور ان (مصائب کے لئے آسانی ہو جاتی جو آپ کو پہنچتی تھیں)

بعض اوقات آپ کو پہلے انبیاء کرام و مرسلین عظام کے واقعات کے ذریعے تسلی دی جاتی تا کہ آپ ان کے صبر اور جہاد کے سلسلے میں ان کی اقتداء کریں جیسے ارشاد خداوندی ہے:

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ فَصَبَرُواْ عَلَى مَا كُذِّبُواْ وَأُوذُواْ حَتَّى أَتَاهُمْ نَصْرُنَا وَلاَ مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللّهِ وَلَقدْ جَاءكَ مِن نَّبَإِ الْمُرْسَلِينَ [2]

اور تم سے پہلے رسول جھٹلائے گئے انہوں نے صبر کیا اس جھٹلانے پر اور ایذائیں پانے پر یہاں تک کہ انہیں ہماری مدد آئی۔

اور ارشاد خداوندی ہے:

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُوْلُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ [3]

تو صبر کرو جیسے ہمت والے رسولوں نے صبر کیا

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ [4]

اے میرے محبوب تم اپنے رب کے حکم پر ٹھہرے رہو۔ کہ بے شک تم ہماری نگہداشت میں ہو۔

---

[1] سورۃ فرقان آیت نمبر 32

[2] سورۃ انعام آیت نمبر 34

[3] سورۃ احقاف آیت نمبر 35

[4] سورۃ طور آیت نمبر 48

اور اللہ عزوجل نے انبیاء کرام کے واقعات ذکر کرنے کی حکمت واضح فرمائی اور وہ سب سے زیادہ سچ فرمانے والا ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ وَجَاءَكَ فِي هَٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ[1]

اور سب کچھ ہم تمہیں رسولوں کی خبریں سناتے ہیں جس سے تمہارا دل ٹھہرائیں اور اس صورت میں تمہارے پاس حق آیا اور مسلمانوں کو پند و نصیحت۔

اور بعض اوقات حضور علیہ السلام کو مدد اور تائید کے وعدے کے ساتھ تسلی دی جاتی تھی جیسے ارشاد خداوندی ہے:

وَيَنصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا[2]

اور اللہ تمہاری زبردست مدد فرمائے گا۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنصُورُونَ وَإِنَّ جُندَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ[3]

اور بے شک ہمارا کلام گزر چکا ہے ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لئے بے شک انہیں مدد ہوگی اور بے شک ہمارا ہی لشکر غالب آئے گا۔

اور کبھی آپ کو دشمن کو بھگانے اور شکست دینے کے طریقے پر تسلی دی جاتی جیسے ارشاد خداوندی ہے:

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ[4]

اب بھگائی جاتی ہے یہ جماعت اور پیٹھیں پھیر دیں گے

اور ارشاد خداوندی ہے:

قُل لِّلَّذِينَ كَفَرُوا سَتُغْلَبُونَ وَتُحْشَرُونَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمِهَادُ[5]

فرما دو کافروں سے کوئی دم جاتا ہے کہ مغلوب ہوگئے اور دوزخ کی طرف ہانکے جاؤ گے بہت ہی برا بچھونا ہے۔

---

١ سورۃ ھود آیت 120

٢ سورۃ فتح آیت 3

٣ سورۃ الصافات آیات 171 تا 173

٤ سورۃ القمر آیت نمبر 45

٥ سورۃ آل عمران آیت نمبر 12

اور یہی وہ کتاب ہے کہ اگر یہ پہاڑ پر نازل ہوتی تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا اور اس کی ہیبت وجلال کی وجہ سے ریزہ ریزہ ہو جاتا جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَوْ أَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْآنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ[1]

اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور اسے دیکھتا جھکا ہوا پاش پاش ہوتا اللہ کے خوف سے۔ اور ہم یہ مثالیں لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں یا کہ وہ غور و فکر کریں۔

تو کیا کیفیت ہوگی جب وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نرم و نازک دل پر نازل ہوا تو کیا آپ اس بات کی طاقت رکھتے تھے کہ پورے قرآن کو حاصل کریں اور قرآن پاک کے ڈر اور جلال سے متاثر نہ ہوں اور نہ ہی گھبراہٹ پیدا ہو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حالت کو واضح فرمایا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن پاک نازل ہوتا اور نزول قرآن کے اثر سے آپ شدت محسوس فرماتے۔ آپ نے فرمایا! میں نے حضور علیہ السلام کو دیکھا جب سخت سرد دن میں (بھی) آپ پر وحی نازل ہوتی جب وحی کا سلسلہ ٹوٹتا تو آپ کی پیشانی مبارک سے پسینہ بہہ رہا ہوتا تھا اور یہ وحی کی شدت اور اس کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اثر کی وجہ سے ہوتا ہے۔

تیسری حکمت

(قرآن پاک کے تدریجاً نازل ہونے کی) تیسری حکمت احکام شریعت کا تدریجاً نازل کرنا تھا اور یہ بات بہت واضح ہے کیونکہ قرآن پاک نے انسانوں بالخصوص اہل عرب کی رعایت سے حکمت کا طریقہ اختیار کیا۔ ان کو شرک سے چھڑایا ان کے دلوں کو نور ایمان کے ساتھ زندہ کیا ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا قیامت کے دن اٹھنے اور جزاء (اور سزا) پر ایمان کا پودا لگایا۔

پھر ان کو اس مرحلہ میں جس میں ان کے ایمان کی طرف دعوت والوں کے دلوں کو مضبوط کیا عبادات کی طرف منتقل کیا اور اس کا آغاز ہجرت سے پہلے نماز کے ساتھ کیا پھر ہجرت کے دوسرے سال ان کو روزے اور زکوٰۃ کا حکم دیا پھر ہجرت کے چھٹے سال حج کے ساتھ عبادات (کی فرضیت) کا اختتام کیا۔

اسی طرح ان عادات کو جو نسل در نسل چلی آ رہی تھیں تدریجاً ختم کیا سب سے پہلے ان کو کبیرہ گناہوں سے جھڑکا گیا پھر نرمی کے ساتھ صغیرہ گناہوں سے روکا اسی طرح جو برے کام ان کے نفسوں میں جڑ پکڑ چکے تھے ان کو تدریجاً حرام قرار دیا جیسے شراب، سود اور جوا ان کو حرام قرار دینے میں حکمت بھری تدریج کو اختیار کیا جس کے ذریعے شر اور فساد کا جڑ سے کامل قلع قمع کیا۔

---

1 سورۃ حشر آیت نمبر 21

ہمیں چاہئے کہ ہم ان اجتماعی امراض کا ذکر کریں جن سے حکمت بھرے حکم کے ذریعے قرآن نے نجات دی اور ان اجتماعی امراض کا علاج کیا اور ان میں سے ایک خمر کو حرام قرار دینا ہے۔

خمر کی حرمت

یہ وہ بیماری تھی جو اہل عرب میں سرایت کر چکی تھی اس کو مٹانا اور اس سے سلامتی عطا کرنا کیسے ممکن ہوا تو قرآن پاک نے اس کو چار مراحل میں میں حرام کیا جس طرح سود کو حرام کرنے کا مرحلہ تھا۔ اسے یکبار حرام قرار نہیں دیا کیونکہ وہ لوگ شراب پینے کے عادی تھے جس طرح ہم میں سے کوئی ایک خالص میٹھا پینے کا عادی ہو تو حکمت کا تقاضا یہ نہیں تھا کہ اسے ایک ہی وقت میں حرام قرار دیا جاتا لیکن اس کو تدریجاً حرام قرار دیا

پہلا مرحلہ

لہٰذا پہلے اس سے بالواسطہ انداز میں نفرت دلائی اور یہ آیت نازل ہوئی:

وَمِن ثَمَرَاتِ النَّخِيلِ وَالأَعْنَابِ تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَراً وَرِزْقاً حَسَناً[1]

اور کھجور اور انگور کے پھلوں میں سے کہ اس سے نبیذ بناتے ہو اور اچھا رزق

اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ اس نے ان دو درختوں کھجور اور انگور کے ذریعے لوگوں پر انعام فرمایا وہ اس سے خمر نکالتے ہیں جو ان کو نشہ دیتی اور اچھا رزق جو کھایا اور پیا جاتا ہے اور اس سے لوگ نفع حاصل کرتے ہیں پس دوسری بات کی تعریف کی اور اس کا وصف یوں بیان کیا کہ وہ اچھا رزق ہے اور پہلی بات کی خبر دی کہ وہ ایسی چیز ہے جو نشہ آور ہے اور انسانی عقل کو زائل کر دیتی ہے۔ (یعنی شراب)

ان دونوں کے وصف میں اس اختلاف سے ہر عقلمند آدمی پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان دونوں باتوں میں بہت بڑا فرق ہے

دوسرا مرحلہ

اس سے نفرت کا یہ طریقہ اختیار کیا کہ دو چیزوں میں عملی موازنہ سے بلا واسطہ نفرت دلائی ان میں سے ایک چیز میں حقیر مادی نفع ہوتا ہے اور دوسری میں جسمانی طبعی اور عقلی اعتبار سے بہت بڑا نقصان ہوتا ہے علاوہ ازیں اس میں ایک بہت بڑے نقصان کی زیادتی پائی جاتی ہے جو انسان کے لئے اس طرح ہلاکت خیز ہے کہ وہ آخر تک جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قلب مبارک کے لئے مختلف قسم کی تخفیف اور دل کی خوشی کے لئے بیان فرمایا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ نئی سے نئی وحی، اور جبریل امین علیہ السلام کا بار بار ایسی واضح آیات لے کر آنا جن میں حضور علیہ السلام کے

---

[1] سورۃ نحل آیت نمبر 67

لئے تسلی ہوتی اور ان سے آپ کی مدد حفاظت اور تائید ہوتی، حضور علیہ السلام کے بار بار اسلام کی دعوت دینے اور رسالت الٰہیہ کی تبلیغ کو جاری رکھنے کے سلسلے آپ کے قلب مبارک کو مضبوط رکھنے کے سلسلہ میں ان آیات کا بہت بڑا اثر تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہے اور کیا اس بات کا تصور ہو سکتا ہے کہ جس ذات کو اللہ تعالیٰ کی مدد گھیر لے اور وہ اس کی نظر عنایت ہو پھر وہ رسوا اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو۔ (ایسا نہیں ہو سکتا)

دوسری حکمت

(قرآن پاک کو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کرنے کی) یہ تھی کہ نزول وحی کے وقت پر آپ پر لطف و کرم کیا جائے۔ کیونکہ قرآن پاک کی کا اور ہیبت

جیسے ارشاد خداوندی ہے:

إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا [1]

بے شک عنقریب ہم تم پر بھاری بات ڈالیں گے۔

قرآن پاک جیسا کہ یہ قطعی بات ہے اللہ تعالیٰ کا ایسا کلام ہے جو عقل کو عاجز کر دیتا ہے۔ جس میں جلال، وقار، ہیبت اور خوف ہے اسے گناہ کبیرہ میں ڈالتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی غور سے سنو:

يَسْئَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا [2]

تم سے پوچھتے ہیں شراب اور جوئے کا حکم تو فرما دو کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کا کچھ دنیاوی نفع ہے اور ان کا گناہ ان کے نفع سے بڑا ہے۔

منافع سے مراد مادی منافع ہیں جو خمر کی تجارت اور بیع سے متعلق ہیں وہ اس سے اس طرح نفع حاصل کرتے ہیں جس طرح جوئے سے نفع حاصل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ میں خمر اور جوئے کو جمع کیا اور اس میں شک نہیں کہ جوئے میں خالص مادی نفع ہے کہ بعض جوابازوں کو نفع حاصل ہوتا ہے تو خمر میں بھی اسی طرح ہے۔

علامہ قرطبی نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ذکر کیا کہ ارشاد خداوندی "ومنافع للناس" میں خمر کا نفع تجارتی نفع ہے وہ لوگ شام سے خمر سستے داموں لاتے اور حجاز مقدس میں نفع کے ساتھ فروخت کرتے تھے۔ [3]

اس کے نفع کے بارے میں جو کچھ کہا گیا اس میں یہ صحیح ترین قول ہے ان دونوں چیزوں کا ملانے سے واضح ہوا کہ اسلام

---

[1] سورۃ مزمل آیت 5

[2] سورۃ بقرہ آیت 219

[3] قرطبی

نے اس کے جسمانی نقصان کی وجہ سے اس سے نفرت دلائی لیکن حرام قرار نہ دیا (یعنی شروع میں حرام نہ کیا) اور اس آیت کے نزول کا سبب یہ ہے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت جن میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمیں خمر کے بارے میں خبر دیجئے کیونکہ یہ عقل کو لے جانے والی، مال کو ضائع کرنے والی، اور جسم کو کمزور کر دیتی ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

يَسْئَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللهُ لَكُمُ الآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ [1]

تیسرا مرحلہ:۔

تیسرے مرحلہ میں خمر کو حرام قرار دیا لیکن یہ تحریم جزوی تھی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تَقْرَبُواْ الصَّلاَةَ وَأَنتُمْ سُكَارَى حَتَّىَ تَعْلَمُواْ مَا تَقُولُونَ [2]

اے ایمان والو نشے کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ جب تک کہ اتنا ہوش نہ ہو کہ جو کہو اسے سمجھو

تو اللہ تعالیٰ نے صرف نماز کے وقت ان پر خمر کو حرام قرار دیا حتی کہ ان کا نشہ ختم ہو جائے، تو مسلمان رات کے وقت اور اوقات نماز کے علاوہ خمر پیتے تھے اس آیت کے نزول کا سبب یوں بیان کیا گیا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ولیمہ کا اہتمام کیا اور بعض صحابہ کرام کو دعوت دی حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں انہوں نے ہمیں دعوت دی اور ہم نے خمر پی تو ہم پر خمر کا اثر ہو گیا ادھر نماز کا وقت ہو گیا ان حضرات نے مجھے بطور امام آگے کیا تا کہ میں ان کو نماز پڑھاؤں تو میں نے پڑھا "قل یا ایھا الکفرون اعبد ما تعبدون ونحن نعبد ما عبدتم" آخر تک تو نشہ کی وجہ سے اس میں تبدیلی آئی یعنی لفظ لا پڑھنے میں نہ آیا اور معنی بدل گیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے (مندرجہ بالا) آیت کریمہ نازل فرمائی۔

چوتھا مرحلہ

یہ آخری مرحلہ تھا جس میں مکمل اور قطعی طور پر خمر کو حرام قرار دیا گیا جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالأَنصَابُ وَالأَزْلاَمُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَن ذِكْرِ اللهِ وَعَنِ الصَّلاَةِ فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ [3]

---

[1] سورۃ بقرہ آیت 219

[2] سورۃ نساء آیت نمبر 43

[3] سورۃ مائدہ آیت نمبر 91-90

اے ایمان والو شرک اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک ہی ہیں شیطانی کام ہیں کہ ان سے بچتے رہنا کہ فلاح پاؤ۔ شیطان یہی چاہتا ہے کہ تم میں بیر اور دشمنی ڈلوا دے شراب اور جوئے میں اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روکے اور کیا تم باز آئے۔

ان آیات کریمہ کا سبب نزول جس طرح مفسرین کرام نے ذکر کیا کہ بعض صحابہ کرام نے نماز عشاء پڑھی پھر خمر پی اور بیٹھ کر قصے کہانیاں بیان کرنے لگے چنانچہ خمر ان کے دماغوں پر کھیلنے لگی (اثر انداز ہوگئی) اور ان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی تھے اور ایک چھوٹی لڑکی ان کے سامنے نغمہ گا رہی تھی اس نے اپنے نغمہ میں یہ شعر پڑھا:

الا یا حمزہ للشرف النواء

وھن معقلات بالفناء

اے حمزہ! جو موٹی اور عمدہ اونٹنیوں کے لئے ہے اور وہ صحن میں بندھی ہوئی ہیں

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو اس اونٹنی کے لے ترغیب دے رہی تھی جو اس مکان کے پڑوس میں تھی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اٹھے اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دو اونٹنیوں کی کوہان کاٹ ڈالی اور ان کے پہلوؤں کو پھاڑ ڈالا اور وہ نشے کی حالت میں تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس بات کی خبر دی گئی تو انہوں نے سخت تکلیف محسوس کی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے اس عمل کی شکایت لگائی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور ان کو ان کے اس فعل پر جھڑ کنے اور ملامت کرنے لگے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ آپ کی طرف عجیب نظر سے دیکھنے لگے اپنی نگاہ کو اُٹھاتے اور جھکاتے تھے پھر انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے ہمراہ آنے والوں سے کہا تم میرے والد کے غلام ہو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جان گئے کہ ان کے چچا نشہ کی حالت میں ہیں پس آپ نے ان سے مواخذہ نہ فرمایا۔

اس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ ہمارے لئے خمر کے بارے میں شافی بیان فرما۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی "الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ" اس طرح شراب کی حرمت تدریجاً مکمل ہوئی اس میں بہت بڑی حکمت تھی جسے اسلام نے اجتماعی امراض کے علاج کے لئے اختیار کیا۔

مناہل العرفان (کتاب) میں امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں فرمایا جو کام ان میں جڑ پکڑ چکے تھے اسلام ان لوگوں کو ان کاموں کی حرمت کی طرف تدریجاً لے گیا جیسے شراب ہے اس تدریج میں انتہائی حکمت تھی اور بالآخران کو اس کے کابوس[1] (بیماری) سے بچالیا اسلام اس افضل طریقے پر چلنے میں دور حاضر کی ان متمدن قوموں سے زیادہ دور رس نگاہ، زیادہ ہدایت

---

[1] (کابوس ایک قسم کی بیماری جس میں انسان نیند کی حالت میں ایسا محسوس کرتا ہے کہ کوئی چیز اس کا گلا گھونٹ رہی ہے (المنجد 800) 12 ہزاروی)

یافتہ راستے، زیادہ کامیاب قانون ساز اور زیادہ نفع بخش سیاست کا حامل ہے جن قوموں نے خمر کے حرام ہونے کے بارے میں اپنی قوموں پر بدترین افلاس مسلط کیا اور بزدلی کا مظاہری کیا امریکہ نے خمر کے بارے میں جو کمزوری دیکھی وہ بعید نہیں کیا قوموں کی سیاست اور جماعتوں کی تہذیب میں یہ اسلام کا اعجاز نہیں ہاں کیوں نہیں، اور تاریخ اس پر گواہ ہے۔

چوتھی حکمت

(قرآن پاک کو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کرنے میں) چوتھی حکمت یہ تھی کہ مسلمانوں کے لئے قرآن پاک یاد کرنا نیز ان کے لئے اس کا سمجھنا اور اس میں غور و فکر کرنا آسان ہو جائے یہ بات معلوم ہے کہ اہل عرب امی تھے یعنی وہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اس حالت کو اس آیت میں بیان فرمایا:

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّيْنَ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ [1]

وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں رسول بھیجا انہی میں سے کہ اُن پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے۔

جس طرح سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امی (کسی سے نہ پڑھے ہوئے) تھے ارشاد خداوندی ہے:

الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ [2]

اور وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی۔

پس اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا تھا کہ وہ اپنے کلام مجید کو تھوڑا تھوڑا (قسط وار) نازل فرمائے تا کہ مسلمانوں کے لئے اس کا یاد کرنا آسان ہو جائے۔ کیونکہ ان کا اعتماد زبانی یاد کرنے پر تھا لہٰذا ان کے دل اس (قرآن) کی حفاظت کے مقامات تھے جیسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے وصف میں بیان ہوا۔

اور لکھنے کے آلات کاتبین کو میسر نہ تھے کیونکہ وہ نادر (کم یاب) تھے اگر پورا قرآن پاک ایک ہی بار نازل ہوتا تو وہ اس کو یاد کرنے سے عاجز ہو جاتے اور اس میں غور و فکر کرنے اور سمجھنے سے بھی عاجز ہو جاتے۔

پانچویں حکمت

تدریجاً نزول کی پانچویں حکمت یہ تھی کہ جب کوئی واقعہ یا حادثہ ہوتا تو نزول اس کے ساتھ ساتھ ہوتا اور وقت پر ہی غلطی پر تنبیہ ہو جاتی۔ کیونکہ یہ طریقہ دل میں زیادہ واقع ہوتا ہے اور عملی درس کے طریقے پر نفس کو وعظ اور عبرت کی دعوت دیتا ہے لہٰذا جب کوئی نیا واقعہ رونما ہوتا تو اس کے مناسب قرآن پاک نازل ہوتا اور جب ان سے خطاء ہوتی یا (دین سے) انحراف ہوتا تو قرآن ان کی تعریف یا اس بات کی تنبیہ کے لئے نازل ہو جاتا تا کہ ان کو کس بات سے پرہیز کرنا چاہئے اور ان سے عمل کا مطالبہ کیا

---

۱ سورۃ جمعہ آیت 2

۲ سورۃ اعراف آیت 157

جاتا اور اسی وقت ان کو مقامات خطاء سے آگاہ کیا جاتا ہے۔

مثال نمبر 1

اس کی مثال غزوہ حنین ہے جب مسلمانوں کے دلوں میں تکبر پیدا ہوا جب انہوں نے دیکھا کہ ان کی تعداد مشرکین سے کئی گنا زیادہ ہے اور ان میں خود پسندی آگئی تو کہنے لگے اب ہم قلت کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوں گے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گئے اور انہوں نے پیٹھ پھیری اس سلسلے میں قرآن پاک میں فرمایا گیا۔

وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئاً وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ [1]

اور حنین کے دن جب تم اپنی کثرت پر اترا گئے تھے اور وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اتنی وسیع ہو کر بھی تم پر تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ پھیر کر پھر گئے۔

اگر پورا قرآن ایک ہی مرتبہ اترتا تو اس وقت ان کو تنبیہ کرنا ممکن نہ ہوتا کیونکہ اس بات کا تصور کیسے ہوتا کہ مسلمانوں کے معاملے اور ان کے غرور کے بارے میں آیات نازل ہوئیں اور ابھی تک وہ واقعہ اور غزوہ واقع نہیں ہوا تھا۔

مثال نمبر 2

بدر کے قیدیوں سے فدیہ لینے کا حال بھی اسی طرح ہے جب آسمان کی طرف شاندار راہنمائی ہوئی جیسے ارشاد خداوندی ہے:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَكُونَ لَهُ أَسْرَى حَتَّى يُثْخِنَ فِي الأَرْضِ [2]

کسی نبی کو لائق نہیں کہ وہ کافروں کو زندہ قید کرے جب تک زمین میں ان کا خون نہ بہائے۔

چھٹی حکمت

(قرآن مجید کے تدریجاً نزول کی) چھٹی حکمت قرآن پاک کے مصدر کی طرف راہنمائی کرنا ہے یعنی یہ حکمت والی تعریف والی ذات کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔

اس حکمت جلیلہ کے سلسلے میں زیادہ مناسب ہے کہ ہم عالم فاضل شیخ محمد عبدالعظیم زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کریں جو انہوں نے اپنی کتاب "مناهل العرفان" میں تحریر فرمایا وہ نہایت عمدہ بیان لائے ہیں۔ انہوں نے ارشاد فرمایا:

الارشاد الى مصدر القرآن وانه كلام الله وحده وانه لا يمكن ان يكون كلام

1 سورۃ توبہ آیت نمبر 25

2 سورۃ انفال آیت 67

محمد ولا کلام مخلوق سواہ[1]

قرآن کے مصدر کی طرف راہنمائی کرنا ہے مطلب یہ کہ یہ صرف اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور یہ بات ممکن نہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یا آپ کے علاوہ مخلوق کا کلام ہو۔

وضاحت

اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ ہم قرآن پاک کو اول سے آخر تک پڑھیں تو اس کا انداز محکم منظم ہے قالب دقیق ہے اسلوب مضبوط ہے اور اتصال قوی ہے اس کی صورتوں، آیات اور جملوں میں سے بعض نے دوسرے بعض کی گردنوں کو پکڑ رکھا ہے، (باہم اتصال ہے)

اس میں اعجاز (معجزہ ہونا) کا خون مکمل طور پر الف سے یاء تک گردش کر رہا ہے گویا ایک ڈلی ہے اس کے اجزاء کے درمیان جدائی اور کمزوری کا وجود قریب نہیں کہ پایا جائے گویا یہ ایک لڑی اور یکتا موتی ہے جو آنکھوں کو بھاتا ہے اس کے حروف اور کلمات ایک لڑی میں پروئے ہوئے ہیں اور اس کی آیات اور جملے باہم متصل ہیں۔

سوال:۔

یہاں ہم ایک سوال کرتے ہیں کہ اگر قرآن بیک وقت نازل نہیں ہوا بلکہ واقعات وحوادث کے متفرق ہونے کی وجہ سے متفرق طور پر نازل ہوا۔ تو قرآن پاک کے لئے یہ معجز تالیف کیسے پیدا ہوئی اور یہ اتصال جو حیران کن تھے کیسے قائم ہوا؟

جواب:۔

ہم یہاں اعجاز کے اسرار میں سے ایک جدید راز بیان کرتے ہیں اور ربوبیت کی علامات میں سے ایک یکتا علامت پیش کرتے ہیں اور مصدر قرآن پر ایک واضح دلیل پڑھتے ہیں نیز یہ کہ قرآن پاک واحد غالب حاکم کا کلام ہے ارشاد خداوندی ہے

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا[2]

تو کیا غور نہیں کرتے قرآن میں اور اگر وہ غیر خدا کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں اختلاف پاتے بہت۔

ورنہ مجھے اپنے رب کی قسم کھا کر بتاؤ کہ تم کیسے طاقت رکھتے ہو یا تمام مخلوق کیسے طاقت رکھتی ہے کہ وہ ایسی کتاب لائیں جس کا اتصال اور ربط محکم (مضبوط) ہے جس کی بناوٹ مضبوط اور ابتداء وانتہاء باہم متصل ہیں اس کے علاوہ اس کی تالیف ان عوامل کے تابع ہے جو انسانی طاقت سے خارج ہیں اور وہ زمانے کے واقعات اور حادثات نہیں کہ اس کتاب کا ہر جز ان کے تابع ہے اور ان کو بیان کرتا ہے ہر سبب کے بعد ایک سبب۔ اور ہر داعی کے بعد ایک داعی ہے حالانکہ ان دواعی کے درمیان اختلاف اور

---

۱ زرقانی

۲ سورۃ النساء آیت نمبر 82

ان اسباب کے درمیان تغایر (ایک دوسرے کا غیر ہونا) پایا جاتا ہے۔ اور اس کو جمع کرنے کا زمانہ بھی بعد کا ہے کہ اس کے اور ان تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہونے والی آیات کے درمیان بیس سال سے زیادہ کا عرصہ ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ زمانی انفصال ہے اور ان دو دواعی کے درمیان جس اختلاف کو ملحوظ رکھا گیا عرف وعادت کے مطابق وہ تفریق اور کھل جانے کو مستلزم تھے اور یہ قرآن پاک کے تھوڑا تھوڑا نازل ہونے کے درمیان ربط واتصال کے لئے کوئی جگہ نہیں چھوڑتے اس اعتبار سے بھی قرآن پاک عادت کے خلاف (یعنی معجز) ہے۔

قرآن پاک متفرق طور پر نازل ہوا لیکن اس کے باوجود اس کی تکمیل اس طرح ہوئی کہ اس میں باہم ربط بھی ہے اور وہ محکم بھی ہے کیا یہ اس بات کی روشن دلیل نہیں کہ وہ طاقت والے اور قدرت والے خالق کا کلام ہے ایسی ذات جو اسباب اور مسببات کا مالک ہے مخلوق اور کائنات کی تدبیر فرمانے والا ہے۔

زمین اور آسمانوں کو قائم رکھنے والا ہے جو ہو چکا اور جو ہوگا اسے خوب جاننے والا ہے زمانے اور اس میں پیدا ہونے والے امور کی خبر رکھتا ہے۔

ہم نے جو کچھ اس سے پہلے بیان کیا اس کو ملاحظہ کرو کہ جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر کوئی آیت یا آیات نازل ہوتیں تو آپ فرماتے اسے فلاں سورت میں فلاں مقام پر رکھو اور آپ بشر تھے اور (اللہ تعالیٰ کے بتانے کے بغیر) اس مقدار کو نہیں جانتے تھے جو آئندہ زمانوں میں آنے والی ہے اور اس بات کا علم بھی (اپنے آپ) نہیں رکھتے تھے جو مستقبل میں ہونے والا تھا اور جو دواعی اور نئے امور پیدا ہونے والے تھے ان کا علم بھی (ذاتی طور پر) نہیں رکھتے تھے چہ جائیکہ اس بات کا علم رکھتے ہوں جو عنقریب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس (قرآن) میں آنے والا تھا۔ اسی طرح طویل عمر گزر گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی حالت پر تھے آپ کے پاس وحی تھوڑی تھوڑی کر کے آتی اور اس طویل عمر کے بعد قرآن پاک مکمل ہوا۔ پھر وہ اکٹھا ہوا جمع ہوا اور باہم مل کر منظم ہوا اور اس میں ادنیٰ درجہ کی کمزوری اور فرق کی گرفت نہیں ہوئی بلکہ اس نے اپنی ترتیب وحدت اور ربط کی وجہ سے مخلوق کو عاجز کر دیا۔ ارشاد خداوندی ہے:

الٓر كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ [1]

یہ ایک کتاب ہے جس کی آیتیں حکمت بھری ہیں پھر تفصیل کی گئی ہیں حکمت والے خبردار کی طرف سے۔

تمہارے لئے اس اعجاز کا راز ظاہر ہو جائے گا جب تم یہ بات جان لو گے کہ اس قسم کی ترتیب اور اتصال جس کے مطابق قرآن مجید ہے کسی اور کے لئے لانا ممکن نہیں اور نہ ہی اس طریقے کے قریب کی کوئی بات ہو سکتی ہے نہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام میں اور نہ آپ کے علاوہ بلغاء اور غیر بلغاء کے کلام ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث سے مثال لیجئے:

---

[1] سورۃ ہود آیت نمبر 1

"جب کہ وہ اپنے حسن، بلاغت، پاکیزگی اور بلندی میں یکتا ہے۔"

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے مختلف مناسبات اور متباین اسباب میں مشکل اور تنگی کے میدانوں میں بیان فرمایا تو کیا تمہیں یا تمہارے ساتھ دوسرے انسانوں کو یہ طاقت حاصل ہے کہ وہ اکیلی کتاب میں بکھرے ہوئے مواد کو ایک کتاب کی شکل میں جمع کردیں جسے سلاست (نرمی) اور وحدت نے زنگ آلودہ نہیں ہونے دیا اس کے بغیر کہ وہ اس میں کوئی اضافہ کریں یا کوئی تصرف کریں یہ کبھی نہیں ہوگا اور نہ ہی ایسا کرنا ممکن ہے جو اس قسم کی کوشش کرے گا اس کی کوشش بیکار جائے گی۔ وہ لوگوں کو پیوند لگا کپڑا اور ملاوٹ والا کلام دے گا جسے ربط اور ترتیب ناقص قرار دیں گے اور وحدت وسلاست اسے عاجز کردیں گے کان اور اذہان اسے قبول نہیں کریں گے۔

تو اس اس وقت قرآن پاک کا تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہونا بتاتا ہے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس حکمت کی بہت بڑی شان ہے جو مخلوق کو سرچشمہ قرآن کے بارے میں بتاتی ہے کہ وہ حق پر ہے ارشاد خداوندی ہے:

قُلْ أَنزَلَهُ الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا [1]

تم فرماؤ اسے تو اس نے اتارا ہے جو آسمانوں اور زمین کی چھپی بات جانتا ہے بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن پاک کس طرح حاصل کیا؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن پاک کو وحی کے امین حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے حاصل کیا اور حضرت جبریل علیہ السلام نے اسے رب العزت جل جلالہ سے حاصل کیا۔

حضرت جبریل علیہ السلام کا کام صرف اللہ تعالیٰ کا کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچانا تھا پس اللہ تعالیٰ جو بڑی حکمت والا ہے اس نے اپنی مقدس کتاب کو اپنے آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کے امین حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے اتارا حضرت جبریل علیہ السلام نے اسے اپنی امت تک پہنچایا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کا وصف یوں بیان فرمایا کہ وہ وحی پر امین ہیں وہ اسی طرح پہنچاتے ہیں جس طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ سے سنا ارشاد خداوندی ہے:

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ذِي قُوَّةٍ عِندَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ [2]

بے شک یہ عزت والے رسول کا پڑھنا ہے مالک عرش کے حضور عزت والے وہاں اس کا حکم مانا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے وصف میں یہ بھی فرمایا:

---

1 سورۃ فرقان آیت 6

2 سورۃ تکویر آیت 19 تا 21

نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ [1]

اتارا ہے جبرئیل امین کے ذریعے آپ کے سینہ اقدس پر تا کہ آپ ڈر سناؤ

جہاں تک حقیقت کلام اور اتارے گئے کلام کا تعلق ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور تمام جہانوں کے رب کا اتارا ہوا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَإِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْآنَ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ عَلِيمٍ [2]

بے شک تم قرآن سکھائے جاتے ہو حکمت والے علم والے کی طرف سے

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نزول قرآن کے وقت شدت برداشت کرتے اور آپ کہ قرآن پاک کو یاد رکھنے کے لئے اپنے نفس کو مشقت میں ڈالتے پس آپ جبریل علیہ السلام کے ساتھ بار بار پڑھتے حتی کہ آپ کے سامنے قرآن پڑھتے اس ڈر سے کہ کہیں اسے بھول نہ جائیں یا اس میں سے کچھ ضائع نہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو جبریل علیہ السلام کی قراۃ کے وقت خاموشی اور سکوت اختیار کرنے حکم دیا اور آپ کو اطمینان دلایا کہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک کو آپ کے سینے میں محفوظ کر دے گا لہذا آپ اس کے معاملے میں جلدی نہ کریں اور اسے حاصل کرنے میں اپنے آپ کو مشقت میں نہ ڈالیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

فَتَعَالَى اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِن قَبْلِ أَن يُقْضَى إِلَيْكَ وَحْيُهُ وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا [3]

قرآن میں جلدی نہ کرو جب تک اس کی وحی پوری نہ ہو لے اور عرض کروائے میرے رب مجھے علم زیادہ دے۔

جہاں تک اللہ تعالیٰ سے حضور علیہ السلام کے یاد کرنے کی کفالت کا تعلق ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ [4]

تم یاد کرنے کی جلدی میں قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دو بے شک اس کا محفوظ کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے۔ اور جب ہم اسے پڑھ چکیں اس وقت اس پڑھے ہوئے کی اتباع کرو۔ پھر اس کی باریکیوں کو ظاہر کرنا ہمارے ذمہ ہے۔

---

[1] سورۃ الشعراء آیت 193-194

[2] سورۃ نمل آیت 6

[3] سورۃ طہٰ آیت نمبر 114

[4] سورۃ قیامہ آیات 16 تا 19

حضرت جبریل علیہ السلام، ماہ رمضان المبارک میں حضور علیہ السلام کے ساتھ قرآن پاک کا دور کرتے تھے۔ (ایک دوسرے کو سناتے تھے)

چنانچہ حضرت جبریل علیہ السلام، حضور علیہ السلام کے پاس حاضر ہوتے اور آپ ان سے غور کے ساتھ قرآن سنتے بس سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے سامنے پڑھتے اور جبرئیل علیہ السلام غور سے سنتے اور حضرت جبریل علیہ السلام پڑھتے اور حضور علیہ السلام غور سے سنتے۔

اسی طرح ہر رمضان میں ایک مرتبہ اس قدر قرآن کا دور کرتے جو اتر چکا ہوتا پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال سے پہلے جبریل علیہ السلام رمضان المبارک میں دو مرتبہ اترے اور آپ کے ساتھ دور کیا حتیٰ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو بار آپ کے اس اترنے سے سمجھ گئے کہ آپ کے وصال کا وقت قریب آچکا ہے۔ اور آپ نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔

حضرت جبریل علیہ السلام میرے پاس ماہ رمضان میں آتے اور مجھ سے ایک مرتبہ دور کرتے اور اس سال وہ دو مرتبہ آئے ہیں اور میرا خیال ہے کہ میرے وصال کا وقت آچکا ہے۔

اور اسی طرح معاملہ ہوا آپ اسی سال اپنے رب کے ہاں منتقل ہو گئے آپ پر رحمتیں اور سلام ہو، اور آپ کے وصال سے وحی کا سلسلہ ختم ہو گیا۔

جبریل علیہ السلام کا اپنے رب سے قرآن پاک حاصل کرنا

اس سے پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام اپنے رب عزوجل سے آیات سنتے اور ان کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اتارتے۔

حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ "انا انزلنه فی لیلة القدر" کے معنی میں فرماتے ہیں (اور حقیقت اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے) کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک ہم نے اسے فرشتے کو سنایا اور اسے سمجھایا اور اسے اس چیز کے ساتھ اتارا جو اس نے سنا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جبریل علیہ السلام نے قرآن پاک اللہ تعالیٰ سے سن کر حاصل کیا اور اس کی تائید اس سلسلے میں مروی حدیث شریف سے ہوتی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ وحی کے ساتھ کلام فرماتا تو اللہ تعالیٰ کے خوف سے آسمان میں بہت سخت لرزہ بپا ہوتا اور جب آسمان والے سنتے تو بیہوش ہو جاتے اور سجدہ میں گر جاتے اور ان میں سے سب سے پہلے سر اٹھانے والے جبرئیل علیہ السلام ہوتے پس اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ وحی کے ذریعے جو چاہتا کلام فرماتا اور وہ اسے فرشتوں تک پہنچاتے آپ جب کسی آسمان سے گزرتے تو آسمان والے پوچھتے ہمارے رب نے کیا فرمایا۔ تو وہ جواب دیتے حق فرمایا اور وہاں تک پہنچتے جہاں کا ان کو حکم دیا گیا۔[1]

ان بعض لوگوں پر افسوس ہے جن کے خیال میں حضرت جبرئیل علیہ السلام، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن پاک کے معانی لے کر اترتے تھے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو عربی زبان میں بیان کرتے تھے اور کچھ دوسرے لوگوں کا خیال ہے کہ الفاظ حضرت

---

۱ ۔ طبرانی

جبرئیل علیہ السلام کے تھے اور اللہ تعالیٰ ان کی طرف فقط معانی کی وحی فرماتا تھا یہ دونوں قول باطل ہیں گناہ ہے اور کتاب وسنت کی صریح نصوص اور اجماع سے ٹکراتے ہیں۔ اور ان کی حیثیت اس روشنائی کی قیمت کے برابر بھی نہیں جس کے ساتھ اسے لکھا جاتا ہے میرا عقیدہ یہ ہے کہ یہ بات سازش کے تحت مسلمانوں کی کتب میں داخل کی گئی ورنہ کیسے ہوسکتا ہے کہ قرآن معجز ہو اور الفاظ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یا حضرت جبریل علیہ السلام کے ہوں پھر اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کیسے صحیح ہوگی جب الفاظ اس کے نہیں ہوں گے حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

حَتّٰی یَسْمَعَ کَلٰمَ اللّٰهِ [1]

اس کے علاوہ بھی باتیں ہیں جس کی تفصیل طوالت میں ڈالے گی [2]

کیا سنت نبویہ وحی سے ہے؟

اس سے پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ لفظ اور معنی دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور اس میں حضرت جبریل علیہ السلام اور حضور علیہ السلام کا دخل تبلیغ کی حد تک ہے اور جہاں تک سنت نبویہ کا تعلق ہے وہ بھی اسی طرح اللہ تعالیٰ کی وحی کے ساتھ ہے لیکن الفاظ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اور معنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی [3]

اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔ وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جوینی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا انہوں نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے جو کلام اتارا اس کی دو قسمیں ہیں ایک قسم وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کہو کہ آپ ان کی طرف بھیجے گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فلاں فلاں کام کریں اور فلاں فلاں حکم دیں تو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا حضرت جبریل علیہ السلام نے اسے سمجھا پھر اسے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمایا اور آپ سے وہی بات کہی جو ان سے ان کے رب نے فرمائی۔

اور یہ عبارت وہ عبارت نہیں تھی۔

جس طرح بادشاہ کسی با اعتماد آدمی سے کہے کہ فلاں آدمی سے کہو کہ بادشاہ تم سے کہتا ہے کہ خدمت کی کوشش کرو اور اپنے لشکر کو جہاد کے لئے جمع کرو۔

---

1 سورۃ توبہ آیت نمبر 6

2 مناهل العرفان ص46

3 سورۃ نجم آیت 3-4

تو اگر وہ نمائندہ کہے کہ بادشاہ تم سے کہتا ہے کہ میری خدمت میں سستی نہ کرو اور لشکر کو بکھرنے نہ دو اور جہاد کے لئے فوج کو اکٹھا کرو (آخر تک) تو اسے جھوٹ اور کوتاہی سے منسوب نہیں کیا جائے گا۔

اور دوسری قسم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا تو یہ کتاب، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پڑھو تو حضرت جبریل علیہ السلام اسے کسی تبدیلی کے بغیر لائے جس طرح بادشاہ خط لکھ کر کسی امانتدار شخص کے سپرد کرے اور کہے کہ اسے فلاں شخص کے سامنے پڑھنا۔

حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں قرآن پاک دوسری قسم ہے اور پہلی قسم سنت ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ سنت (حدیث) کی بالمعنیٰ روایت جائز ہے بخلاف قرآن کے (وہ بالمعنیٰ جائز نہیں)

سوالات

1۔قرآن کے یکبارگی نازل ہونے اور تدریجاً نازل ہونے کے بارے میں بتایئے۔دونوں قسم کے نزول کا آغاز کب ہوا اور پورا قرآن تدریجاً کتنے عرصہ میں نازل ہوا؟

2۔قرآن پاک کے تدریجاً نازل ہونے کی حکمتیں بیان کریں کل کتنی اور کون کون سی حکمتیں ہیں ان میں سے تین کی تفصیل ذکر کریں؟

3۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن پاک کیسے حاصل کیا قرآنی آیات سے وضاحت کریں روح الامین کون سا فرشتہ تھے؟

4۔رمضان المبارک میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جبریل امین کا قرآن پاک سننے سنانے کا کیا طریقہ تھا؟

5۔حضرت جبریل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے قرآن کیسے حاصل کیا؟

6۔کیا سنت نبویہ بھی وحی ہے وضاحت کریں؟

چوتھی فصل

قرآن کو جمع کرنا

عہد نبوت میں جمع قرآن

قرآن مجید دو وقتوں میں جمع ہوا:

(1) عہد نبوت میں (2) خلفاء راشدین کے دور میں

اور ان میں سے ہر بار جمع کرنے کی کچھ خاصیتیں اور فضائل ہیں۔

اور کلمہ "جمع" کا اطلاق کبھی یاد کرنے اور لوگوں کے سینوں میں محفوظ کرنے پر ہوتا ہے اور بعض اوقات اس کا اطلاق کر کے اس سے کتابت مراد لی جاتی ہے کہ اسے صحیفوں اور اوراق میں لکھا جاتا تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں قرآن پاک دونوں طرح جمع ہوا۔

1۔ پہلے سینوں میں حفظ اور استظہار (زبانی پڑھنے) کے طور پر جمع ہوا۔

2۔ پھر سطور میں کتابت اور نقش کے طور پر جمع ہوا۔

ہم جمع کے دونوں طریقوں کے بارے میں تفصیل ذکر کریں گے تا کہ ہمارے لئے قرآن مجید کی کتابت اور تدوین کے لئے کی جانے والی کوشش واضح ہو جائے اور پتہ چلے کہ جس طرح رعایت اور اہتمام قرآن مجید کا ہوا پہلی آسمانی کتابوں کا نہیں ہوا اور یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دائمی معجزہ ہے۔

سینوں میں قرآن مجید کا جمع ہونا

قرآن پاک نبی امی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا لہٰذا اس کا قصد و ارادہ اس کے حفظ اور زبانی پڑھنے کی طرف پھرتا تھا تا کہ اسے اسی طرح یاد کیا جائے جس طرح یہ نازل ہوا ہے کچھ وقت ٹھہر کر آپ لوگوں کے سامنے پڑھتے تا کہ وہ اسے یاد رکھ سکیں کیونکہ کیونکہ آپ امی ہی امی امت کی طرف مبعوث فرمائے گئے ارشاد خداوندی ہے۔[1]

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ[2]

وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں

---

۱ مناہل العرفان

۲ سورۃ جمعہ آیت نمبر 2

پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں۔

اور عام طور پر امی کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے حافظہ اور یاداشت پر اعتماد کرتا ہے اور وہ پڑھتا لکھتا نہیں ہے اور نزول قرآن کے وقت امت عربیہ اہل عرب کے کامل خصائل سے نفع اٹھاتی تھی اور وہ یاد کرنے کی قوت، جلدی حفظ کرنا اور ذہنوں کی تیزی تھی اور اہل عرب لاکھوں اشعار یاد کرتے اور حساب و کتاب اور نسبوں کو یاد کر لیتے تھے اور ان کو دل میں محفوظ کر لیتے اسی طرح وہ تواریخ کی پہچان بھی رکھتے تھے اور بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ تم ان میں سے ایسے لوگوں کو پاتے جو تمہارے حساب اور نسب کا شمار نہ کرسکیں یا ان کو دس معلقات یاد نہ ہوں حالانکہ ان میں اشعار زیادہ تھے اور ان کا یاد کرنا مشکل تھا۔

پھر ان کے پاس قرآن پاک آیا اور اس نے اپنے بیان کی قوت اور احکام کے حسن و جمال اور غالب دلیل کے ساتھ ان کو حیران کر دیا اس نے ان کے احساسات پر گرفت مضبوط کر لی اور ان کی عقلوں اور افکار پر غالب آ گیا حتیٰ کہ ان کی ہمتوں کو کتاب مجید کی طرف پھیر دیا گیا بس انہوں نے اسی کا قصد کیا کہ اسے یاد کریں اور اس کی آیات اور سورتوں کو دل میں جگہ دیں اور انہوں نے اشعار چھوڑ دیئے کیونکہ انہوں نے قرآن پاک میں زندگی کی روح کو پایا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حفظ قرآن کی شدید حرص رکھتے تھے حتی کہ بطور عبادت، تلاوت اور معانی میں غور و فکر کے طور پر نماز میں آیات کی تلاوت کے ذریعے راتوں کو زندہ رکھتے یہاں تک کہ زیادہ قیام کی وجہ سے آپ کے قدم مبارک سوج جاتے آپ بلند و بالا ذات خداوندی کے اس حکم کی تعمیل فرماتے تھے:

يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلاً نِصْفَهُ أَوِ انقُصْ مِنْهُ قَلِيلاً أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلاً [1]

ترجمہ:۔ اے جھرمٹ مارنے والے رات میں قیام فرما سوا کچھ رات کے آدھی یا اس سے کچھ کم کرو یا اس پر کچھ بڑھاؤ اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو

اسی لئے اس بات پر کوئی تعجب نہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام حفاظ کے سردار تھے اور پورا قرآن آپ کے قلب مبارک میں جمع ہوا اور قرآن مجید کی ہر مراد کے سلسلے میں آپ مسلمانوں کے مرجع تھے۔

صحابہ کرام کا حفظ قرآن

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن پاک کی تلاوت کے لئے ایک دوسرے سے آگے بڑھتے تھے اور وہ اس کے حفظ کے لئے اپنی انتہائی محنت و مشقت صرف کرتے اور گھروں میں اپنی بیویوں اور بچوں کو سکھاتے تھے حتیٰ کہ جو شخص رات کے اندھیرے میں صحابہ کرام کے گھروں سے گزرتا وہ قرآن پاک (پڑھنے) کی آواز مکھی کی بھنبھناہٹ کی طرح سنتا حتیٰ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انصار

---

[1] سورۃ مزمل آیات 1 تا 4

کے بعض گھروں سے گزرتے تو رات کے اندھیرے میں وہاں کھڑے ہو کر قرآن پاک سنتے تھے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: اگر تم مجھے گزشتہ رات دیکھتے جب میں نے تمہاری قرآت کو سنا تمہیں حضرت داؤد علیہ السلام کی خوش آواز میں سے خوش آوازی عطا کی گئی ہے۔[1]

صحیح مسلم کی روایت میں یہ اضافہ ہے (فرماتے ہیں) میں نے کہا اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ میری قراۃ سن رہے ہیں تو میں آپ کے لئے اسے عمدہ بناتا۔[2]

شیخین کی ایک روایت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا میں اشعریوں کے قافلہ کی قرآن پڑھنے کی آواز پہچان لیتا ہوں جب وہ رات کے وقت داخل ہوتے ہیں اور جب وہ رات کو قرآن پڑھتے ہیں تو مجھے ان کے ٹھکانوں کا پتہ چل جاتا ہے اگرچہ میں نے دن کے وقت ان کی منزلوں کو دیکھا نہیں ہوتا۔[3]

اور بے شمار صحابہ کرام کا حفظ مشہور ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں حفظ قرآن کی روح پھونکتے۔ اور شہروں اور دیہاتوں میں ان لوگوں کو بھیجتے جو ان کو (قرآن پاک کی) تعلیم دیتے اور قرآن پڑھنا سکھاتے۔

جس طرح ہجرت سے پہلے آپ نے حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت ابن ام مکتوم (رضی اللہ عنہما) کو مدینہ طیبہ والوں کی طرف بھیجا وہ دونوں ان لوگوں کو اسلام کی تعلیم دیتے اور قرآن پاک پڑھاتے تھے۔

اور جس طرح آپ نے ہجرت کے بعد حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ والوں کی طرف بھیجا تاکہ وہ ان کو قرآن پاک یاد کروائیں اور سکھائیں۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جب کوئی شخص ہجرت کرتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے ہم میں سے ایک شخص کے سپرد کرتے اور وہ اسے قرآن پاک سکھاتا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد (مسجد نبوی) تلاوت قرآن سے گونج اٹھتی تھی حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ آواز پست کرو تاکہ ایک دوسرے کو غلطی میں نہ ڈال دیں۔ اسی وجہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں بے شمار صحابہ کرام حافظ قرآن بن چکے تھے ان کی تعداد کو جاننے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ یمامہ کی جنگ میں شہید ہونے والے بڑے بڑے حفاظ کرام ستر (70) سے زیادہ تھے جیسا کہ اسی کی مثل تعداد ان شہداء کی ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں بئیر معونہ میں شہید ہوئے۔

---

[1] صحیح بخاری

[2] صحیح مسلم

[3] صحیح بخاری و صحیح مسلم

حضرت امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جنگ یمامہ میں ستر قراء شہید ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں بئیر معونہ میں اسی تعداد کی مثل شہید ہوئے۔ یعنی حفاظ شہداء کی تعداد اس کی مثل تھی۔ یعنی کل 140 حفاظ شہید ہوئے)

اس امت کی اعلیٰ خصوصیت

اس امت کی زیادہ شرف والی خصوصیت یہ ہے کہ یہ کتاب مقدس ان کے سینوں میں محفوظ ہے اور اسے دلوں اور سینوں سے نقل کرنے کا اعتبار کیا جاتا ہے مصاحف اور سطور میں لکھنے کا نہیں تو یہی فضیلت کافی ہے۔

بخلاف اہل کتاب کے کہ ہم ان میں ایسے لوگ نہیں پاتے جنہوں نے تورات یا انجیل کو حفظ کیا ہو ان کتابوں کو یاد کرنے میں ان کا اعتماد تحریری کتب پر ہے اور وہ اسے دیکھ کر پڑھتے ہیں زبانی نہیں اسی لئے ان کتب میں تحریف اور تبدیلی داخل ہوگئی لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت الٰہیہ سے قرآن کی حفاظت فرمائی اور اسے یاد کرنے کے لئے آسان کر دیا ارشاد خداوندی ہے:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ [1]

اور بے شک ہم نے قرآن یاد کرنے کے لئے آسان فرما دیا تو ہے کوئی یاد کرنے والا

اور تحریر کے ذریعے اس کی حفاظت فرما کر اسے تحریف اور تبدیلی سے محفوظ کر لیا اور اسے سینوں میں محفوظ کر دیا اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے اس قول کا مصداق ہے ارشاد خداوندی ہے:

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ [2]

بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس (قرآن مجید) پر اللہ تعالیٰ کی یہ خاص عنایت ہے اور بہت بڑا اشرف ہے جس کے ساتھ اس امت محمدیہ کو خاص کیا جب اس کی بشارتوں کو سینوں میں محفوظ کیا اور اس امت پر وہ کتاب نازل کی جسے پانی دھو نہیں سکتا۔ شاعر کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے جس نے کہا:

الله	اکبر ان	دین	محمد
و کتابه	اقوی	واقوم	قیلا
لا	تزکر الکتب	السوالف	عنده
طلع	الصباح	فاطفی	القندیلا

اللہ اکبر! بے شک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین اور آپ کی کتاب کا کلام سب سے زیادہ مضبوط اور زیادہ قائم رہنے

---

[1] سورہ القمر آیت نمبر 17

[2] سورۃ حجر آیت نمبر 9

والا ہے۔

اس کے پاس گزشتہ کتب کا ذکر نہیں کیا جاتا صبح طلوع ہو گئی اور چراغ بجھا دیا گیا۔

تحریری صورت میں جمع قرآن

قرآن مجید کی دوسری فضیلت یہ ہے کہ اس کو مصحف میں لکھ کر جمع کر دیا گیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کاتبین وحی تھے جب بھی قرآن پاک کا کچھ حصہ نازل ہوتا تو آپ اس کے لکھنے کا حکم فرماتے اور اس کے زیادہ محفوظ رکھنے اور اللہ کی کتاب میں سخت احتیاط کرنے میں مبالغہ فرماتے۔

حتی کہ کتابت نے حفظ کی مدد کی اور جو کچھ سینوں میں رکھا تحریر اس کی مددگار بنی اور یہ کاتبین منتخب صحابہ کرام میں سے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بزرگ متقی حضرات میں سے منتخب فرمایا تھا تاکہ وہ عظیم اور مشکل کام کی ذمہ داری اُٹھائیں ان میں سے مشہور صحابہ کرام حضرت زید بن ثابت، ابی بن کعب، معاذ بن جبل، معاویہ بن سفیان اور خلفائے راشدین (حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضیٰ) اور ان کے علاوہ جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین تھے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے انہوں نے فرمایا:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں چار صحابہ کرام نے قرآن پاک جمع کیا اور وہ چار انصار میں سے تھے وہ حضرت ابی بن کعب، معاذ بن جبل، زید بن ثابت اور ابوزید رضی اللہ عنہم تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ ابوزید کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا وہ میرے ایک چچا تھے۔

یہ مشہور کاتبین وحی تھے ورنہ وہاں صحابہ کرام کی ایک بہت بڑی جماعت تھی جو قرآن پاک لکھتے تھے اور ان میں بہت سے ایسے تھے جن کے خاص مصحف تھے وہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنتے یا آپ سے یاد کرتے اس میں لکھ لیتے جیسے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مصحف، مصحف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور مصحف ام المومنین حضرت عائشہ اور ان کے علاوہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے خاص مصاحف تھے۔

کتابت کا طریقہ

کتابت کا طریقہ یہ تھا کہ وہ قرآن پاک کو کھجور کی چھال یا باریک پتھر، چمڑے وغیرہ کے ٹکروں (اونٹ کے) کاندھے کی ہڈیوں وغیرہ پر لکھتے تھے کیونکہ اہل عرب کے ہاں کاغذ کی صنعت مشہور نہیں تھی جب کہ بعض دوسرے لوگوں جیسے ایران اور روم والوں کے پاس کاغذ تھا لیکن وہ نادر ہونے کی وجہ سے عام نہیں تھا اس لئے اہل عرب اس چیز پر لکھتے تھے جو کتابت کی صلاحیت رکھتی اور ان کو میسر آتی تھی۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں:

ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مختلف ٹکڑوں سے قرآن کو جمع کرتے تھے اور یہ جمع نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق آیات کی ترتیب سے تھا۔

اسی لئے علماء کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ "جمع توقیفی" ہے یعنی قرآن پاک کی یہ ترتیب جسے تم آج مصحف میں دیکھتے ہو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی وحی کے مطابق ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام ایک یا زیادہ آیات لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ سے عرض کرتے اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ اس (آیت) کو فلاں سورت کے فلاں مقام پر رکھ دیں اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سے فرماتے تھے کہ اسے فلاں مقام پر رکھ دیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں جمع قرآن

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسالت کی ادائیگی، امانت پہنچانے، امت کی خیر خواہی اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے مضبوط دین کی طرف راہنمائی فرمانے اور اپنے بعد خلافت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سپرد کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔ (وصال فرما گئے)

آپ کی خلافت میں بڑے بڑے معاملات شدت عظیمہ اور سخت مشکلات پیش آئیں۔

ان میں سے مرتدین کے ساتھ جنگیں بھی ہیں جو مسلمانوں اور مسیلمہ کذاب کے پیروکاروں کے درمیان واقع ہوئیں اور یمامہ کی جنگ جو تنور گرم کرنے والی تھی اس میں کثیر تعداد میں قراء صحابہ کرام شہید ہوئے اور حفاظ قرآن کی تعداد ستر سے زیادہ تھی اور وہ بڑے بڑے حفاظ کرام تھے اس واقعہ نے مسلمانوں کو پریشان کر دیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر یہ معاملہ گراں گزرا اور وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کو سخت غم اور تکلیف میں پایا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو قرآن پاک جمع کرنے کا مشورہ دیا کیونکہ حفاظ کرام کی وفات سے قرآن پاک کے ضائع ہونے کا ڈر تھا شروع میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس معاملے میں تردد فرمایا پھر جب اس کی مصلحت آپ پر واضح ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لئے آپ کا سینہ کھول دیا تو آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر عمل کرنا مناسب خیال کیا۔

چنانچہ آپ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلا کر معاملہ ان کے سامنے رکھا اور ان کو حکم دیا کہ وہ قرآن پاک کو ایک مصحف میں جمع کرنے کی ذمہ داری اُٹھائیں لیکن شروع میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بھی تردد ہوا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کا سینہ بھی اس کام کے لئے کھول دیا جس کے لئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سینہ کھولا تھا۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس جمع سے متعلق واقعہ اپنی صحیح (صحیح بخاری) میں نقل کیا ہے ہم اس کی اہمیت کے پیش نظر

اسے یہاں نقل کرتے ہیں۔

صحیح بخاری کی روایت

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں یمامہ کی جنگ کے بعد (یعنی معرکہ یمامہ میں ستر حفاظ صحابہ کرام کی شہادت کے بعد) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے بلایا اس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی آپ کے پاس تشریف فرما تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور انہوں نے فرمایا کہ یمامہ کے دن قرآن پاک کے قراء کثیر تعداد میں شہید ہوئے اور مجھے ڈر ہے کہ ہر جگہ (ہر معرکہ میں) قراء کا قتل جاری رہا تو قرآن پاک کا بہت سا حصہ چلا جائے گا۔ اور میرا خیال ہے کہ آپ قرآن کو جمع کریں۔

اور میں نے جواب دیا کہ میں وہ کام کیسے کروں جسے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں کیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم! یہ بہترین کام ہے وہ مسلسل اس کام کے لئے میری طرف رجوع کرتے رہے جس کو انہوں نے بہتر خیال کیا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم ایک نوجوان آدمی ہو اور عقل مند ہو ہم تم پر کوئی تہمت نہیں لگاتے تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے وحی لکھتے رہے ہو لہٰذا قرآن پاک حاصل کر کے جمع کریں حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اللہ کی قسم! اگر وہ مجھے پہاڑوں میں سے کسی پہاڑ کو (دوسری جگہ) منتقل کرنے کا حکم دیتے تو وہ مجھ پر اس حکم سے زیادہ گراں نہ ہوتا۔

میں نے کہا آپ دونوں حضرات وہ کام کیسے کرتے ہیں جو اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نہیں کیا؟

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم! یہ بہتر کام ہے وہ مجھے مسلسل فرماتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لئے میرا سینہ کھول دیا جس کام کے لئے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا سینہ کھولا تھا پس میں قرآن پاک باریک پتھروں اور کھجور کی چھال اور لوگوں کے سینوں سے حاصل کرنے لگا حتی کہ میں نے سورۃ توبہ کا آخری حصہ حضرت ابو خزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس پایا اور ان کے علاوہ کسی کے پاس نہ پایا (وہ حصہ یہ ہے) ارشاد خداوندی ہے:

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ [1]

بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان پھر اگر وہ منہ پھیریں تو تم فرمادو مجھے اللہ کافی ہے اس کے سوا کسی کی

---

[1] سورۃ توبہ آیت 129-128

بندگی نہیں میں نے اس پر بھروسا کیا اور وہ بڑے عرش کا مالک ہے۔

یہ مرتب صحیفے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس تھے حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا پھر ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہے ____ تو یہ روایت قرآن پاک جمع کرنے کے سبب پر دلالت کرتی ہے۔[1]

جمع قرآن سے متعلق سوالات

یہاں کچھ سوالات ہیں جن کا قدرے تفصیلی جواب مناسب ہے، ہم اختصار کے ساتھ درج ذیل جواب دیتے ہیں۔

سوال نمبر 1:۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرآن پاک جمع کرنے سے انکار کیوں کیا جب کہ یہ اچھا اور ایسا کام تھا جسے اسلام واجب کرتا ہے۔

جواب:۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس بات کا ڈر تھا کہ لوگ قرآن پاک یاد کرنے میں سستی کریں گے اور جو کچھ مصاحف میں ہے اسی پر بھروسہ کریں گے لہٰذا ان کے دل حفظ کے سلسلے میں کمزور ہو جائیں گے اور حفظ کے سلسلے میں ان کی رغبت کمزور پڑ جائے گی ان کا اعتماد اس بات پر ہو گا کہ قرآن پاک مصاحف میں لکھا ہوا اور مطبوع ہے اور اس سے پڑھنا ممکن ہے۔

جب کہ مصاحف سے پہلے وہ تمام لوگ قرآن پاک حفظ کرنے کے لئے بھرپور کوشش کرتے تھے۔ یہ تو ایک پہلو سے جواب ہے دوسرے پہلو سے جواب یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حدود شرائع پر بہت زیادہ قائم رہنے والے احادیث رسول پر اکتفاء کرنے والے تھے تو ان کو اس بات کا خوف ہوا کہ ان کا یہ عمل ایسا نیا عمل نہ ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پسند نہ ہو۔

اسی لئے انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ میں وہ کام کیسے کروں جسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نہیں کیا۔

اور شاید آپ کو اس بات کا بھی ڈر تھا کہ ان کا یہ نیا عمل ان کو (شریعت کی) مخالفت اور بدعت میں مبتلا نہ کر دے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ ذاتی طور پر عمل نہایت اہم اور غور و خوض کا حامل ہے یا قرآن مجید کے حفظ کے بڑے وسائل میں سے ہے اور قرآن کی تحریف اور اس کے ضائع ہونے سے حفاظت ہے اور آپ کو یقین ہو گیا کہ یہ عمل (شریعت سے) خارج نہیں اور نہ ہی بدعت (سیئہ) ہے تو انہوں نے قرآن پاک جمع کرنے کا ارادہ فرمایا اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بھی اس بات پر راضی کر لیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا سینہ بھی اس عظیم عمل کو بروئے کار لانے کے لئے کھول دیا۔ واللہ اعلم۔

سوال نمبر 2:۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس عظیم کام کے لئے صحابہ کرام میں سے حضرت زید رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیوں فرمایا؟

جواب:۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ میں (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) ایسی عظیم وھبی صلاحیتیں موجود تھیں جن کی وجہ سے وہ قرآن جمع کرنے کے اہل تھے دوسرے حضرات میں وہ صلاحیتیں جمع نہیں تھیں کیونکہ آپ حفاظ قرآن میں سے اور کاتبین وحی میں سے بھی تھے اور سرکار عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں جب آخری بار قرآن پیش کیا گیا تو آپ موجود تھے اس کے علاوہ آپ کا تقویٰ بہت مشہور تھا آپ عظیم امانتدار اور کامل اخلاق کے مالک تھے اور استقامت دین میں مشہور تھے اس کے ساتھ ساتھ آپ کی ذہانت بھی معروف تھی۔

یہ وہ بات ہے جس کی طرف صحیح بخاری کی روایت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کلام میں ارشاد پایا جاتا ہے جب آپ نے فرمایا کہ آپ ایک عقلمند نوجوان ہیں اور ہم آپ کو کوئی تہمت نہیں لگاتے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے وحی لکھتے رہے ہیں۔

ان خصائل اور فضائل حمیدہ کی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جمع قرآن کے لئے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا انتخاب فرمایا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے نہایت متقی ہونے پر ان کا یہ قول دلالت کرتا ہے کہ "اللہ کی قسم! اگر وہ مجھے پہاڑوں میں سے کسی پہاڑ کو منتقل کرنے کا مکلف بناتے (حکم دیتے) تو وہ مجھ پر اس سے زیادہ گراں نہ ہوتا جس کا انہوں نے مجھے حکم دیا ہے۔"

سوال نمبر 3:۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اس قول کا کیا مطلب ہے جو صحیح بخاری میں ہے "حتی کہ میں نے سورۃ توبہ کا آخری حصہ حضرت ابو خزیمہ رضی اللہ عنہ کے پاس پایا ان کے علاوہ کسی کے پاس نہیں تھا"

جواب:۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ آیات حضرت ابو خزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی صحابی کے پاس لکھی ہوئی نہیں تھیں۔ یہ مطلب نہیں کی یہ آیات محفوظ نہیں تھیں کیونکہ خود حضرت زید رضی اللہ عنہ کو یہ آیات یاد تھیں اور متعدد صحابہ کرام کو حفظ تھیں لیکن ان کا ارادہ تھا کہ حفظ اور کتابت دونوں کو جمع کریں تا کہ زیادہ اعتماد ہو اور احتیاط میں مبالغہ مقصد تھا جس طرح ہم "ان شاء اللہ" عنقریب بیان کریں گے اس عمدہ طریقہ پر قرآن پاک کو جمع کرنے کا عمل مکمل ہوا۔

جمع قرآن کا عمدہ طریقہ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ قرآن پاک جمع کرنے میں نہایت دقیق پختہ اور اچھے طریقے پر چلے جس میں اس کتاب مجید کی حیات کی ضمانت تھی جو بڑی چھان بین اور دقیق احتیاط تھی اور آپ نے صرف اس پر اکتفا نہیں کیا جو آپ کے دل میں محفوظ تھا

آپ نے اپنے اوپر لازم کر رکھا تھا کہ آپ جمع قرآن میں دو مصدروں پر اعتماد کریں گے۔

(1) جو لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہے۔

(2) جو کچھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لکھا گیا۔

پس آپ کے لئے دونوں باتوں (حفظ و کتابت) کی باہمی مدد ضروری تھی اور آپ کی شدت حرص اور احتیاط اس حد تک پہنچ گئی کہ آپ کسی تحریر کو قبول نہ کرتے جب تک دو عادل گواہ گواہی نہ دیتے کہ یہ (آیات) حضور علیہ السلام کے سامنے لکھی گئی ہیں۔

اس بات پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جسے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا جس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرآن پاک کا کچھ حصہ حاصل کیا ہے وہ لے آئے اور وہ اسے صحف، تختیوں اور کھجور کی چھال پر لکھتے اور آپ کسی ایک سے قبول نہ کرتے حتیٰ کہ دو گواہ گواہی دیتے۔[1]

سنن ابی داؤد کی دوسری روایت بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ دونوں سے فرمایا کہ مسجد کے دروازے پر بیٹھ جائیں اور جو شخص تمہارے پاس قرآن پاک کا کوئی حصہ دو گواہوں کے ساتھ لائے اسے لکھ لیں۔[2]

حضرت حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

دو گواہوں سے مراد حفظ اور کتابت ہے۔

حضرت امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

دو گواہوں سے مراد یہ ہے کہ دو گواہ گواہی دیں کہ یہ مکتوب حضور علیہ السلام کے سامنے لکھا گیا۔

اور یہ (انداز) حضرت ابوبکر صدیق کی طرف سے انتہائی باریک بینی اور مضبوطی کا طریقہ تھا جو آپ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لئے منھج (معیار) قرار دیا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مصحف کی خصوصیات

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں جو مختلف صحف ایک مصحف میں جمع کئے گئے ان کی کئی خصوصیات تھیں جن میں سے اہم یہ ہیں۔

1۔ مکمل باریک بینی کے لئے کوشش اور کامل طور پر ثبوت

2۔ مصحف میں اسے ہی شامل کیا گیا جس کی تلاوت کا منسوخ نہ ہونا ثابت تھا۔

3۔ اس پر امت کا اجماع اور جو آیات قرآنیہ اس میں جمع کی گئیں وہ تواتر سے ثابت ہیں۔

---

1 سنن ابی داؤد

2 سنن ابی داؤد

4۔ یہ مصحف شریف ساتوں قرآتوں پر مشتمل ہے جو قراتیں نقل صحیح کے ساتھ نقل کی گئیں۔

ان خوبیوں کی وجہ سے صحابہ کرام کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تعریف و توصیف کے شیفتہ ہو گئے تھے اس لحاظ سے قرآن پاک ضائع ہونے سے بچ گیا اور یہ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد سے ہوا۔

حضرت علی بن ابو طالب کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا:

مصاحف کے سلسلے میں سب سے بڑا اجر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے ہے اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے وہ سب سے پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے قرآن پاک جمع کیا اور قرآن پاک کو جمع کرنا ان کی دائمی منقبت (تعریف) بن گئی تاریخ ہمیشہ اس منقبت کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے اچھے الفاظ اور خوشبودار ثناء کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے ان کو اعزاز و شرف پیش کرے گی اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اس عمل اور اس کے نفاذ کے لئے اچھے الفاظ میں یاد کرے گی۔

مصاحف صحابہ کرام رضی اللہ عنہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں قرآن پاک کو ایک مصحف میں جمع کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ صحابہ کرام کے پاس مصاحف نہیں تھے جن میں وہ پہلے سے قرآن پاک لکھ چکے تھے۔

یہ اس بات کے خلاف نہیں کہ بعض صحابہ کرام کے پاس خاص مصحف تھے لیکن ان مصاحف کو وہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی جو کامیابی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مصحف کو حاصل ہوئی کیونکہ اس میں بحث کی باریک بینی، غور و خوض، ان آیات پر اکتفاء جس کی تلاوت منسوخ نہیں ہوئی۔ اس کا حد تواتر کو پہنچنا، امت کا اس پر اجماع اور اس کا ساتوں قراتوں پر مشتمل ہونا پایا گیا۔ جیسا کہ پہلے گزر گیا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک خاص مصحف تھا آپ نے اسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتداء میں لکھا تھا اور انہوں نے پختہ ارادہ کر رکھا تھا کہ جب تک آپ اس کی کتابت سے فارغ نہیں ہوتے، نماز کے علاوہ باہر نہیں نکلیں گے حضرت امام سیوطی رضی اللہ عنہ نے حضرت محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا آغاز ہوا تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ گھر میں بیٹھ گئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ انہوں نے آپ کی بیعت کو ناپسند کیا ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو بلا بھیجا اور پوچھا کیا آپ نے میری بیعت کو ناپسند کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اضافہ ہو رہا ہے تو میرے دل میں خیال آیا کہ میں اپنی چادر اوڑھ لوں۔ (یعنی گھر بیٹھ جاؤں) سوائے نماز کے حتیٰ کہ اسے جمع کر لوں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا آپ کا خیال بہت اچھا ہے۔

تو آپ کے پاس بھی مصحف تھا۔ الیکن اس میں ناسخ اور منسوخ دونوں قسم کی آیات تھیں جیسا کہ حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے لٰہذا وہ مصحف حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مصحف کی مثل نہیں تھا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں قرآن پاک ایک مصحف میں جمع کیوں نہیں ہوا؟

سوال:۔

یہاں یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں قرآن پاک ایک مصحف میں جمع کیوں نہیں کیا گیا؟

جوابات

اس سوال کے درج ذیل جوابات ہیں۔

پہلا جواب:۔

مکمل قرآن پاک ایک بار نازل نہیں ہوا بلکہ متفرق طور پر نازل ہوا اور کامل نزول سے پہلے جمع کرنا ممکن نہ تھا۔

دوسرا جواب:۔

بعض آیات منسوخ ہوتی تھیں تو جب قرآن پاک نسخ کا محل تھا تو اسے ایک مصحف میں کیسے جمع کیا جاسکتا تھا۔

تیسرا جواب:۔

آیات اور سورتوں کی ترتیب نزول کے اعتبار سے نہیں تھی۔ اور بعض آیات وحی کے آخر میں نازل ہو رہی تھیں جب کہ ترتیب سورتوں کے شروع میں ہوتی تو اس سے مکتوب میں تبدیلی کرنا پڑتا۔

چوتھا جواب:۔

آخری آیت کے نزول اور حضور علیہ السلام کے وصال کے درمیان بہت کم مدت تھی اور یہ بات پہلی فصل میں گزر چکی ہے کہ قرآن پاک کا جو حصہ سب سے آخر میں نازل ہوا وہ یہ ارشاد خداوندی ہے:

وَاتَّقُوا يَوْماً تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللهِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ [2]

اور ڈرو اس دن سے جس میں اللہ کی طرف پھرو گے۔ پھر ہر نفس کو اس کے عمل کا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں ہوگا۔

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن

اس آیت کے نزول کے نو راتوں بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو گئے اور یہ قلیل مدت تھی اور نزول کی تکمیل سے پہلے جمع کرنا ممکن نہیں تھا۔

پانچواں جواب:۔

اس وقت ایک مصحف میں جمع کرنے کے اسباب نہیں پائے گئے تھے جس طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں پائے گئے وہ مسلمانوں کا زمانہ خیر تھا، قراء کرام زیادہ تھے اور فتنہ کا خطرہ نہیں تھا۔

بخلاف اس کے جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں پیش آیا کہ حفاظ کرام شہید ہو گئے حتی کہ قرآن پاک کے ضائع ہونے کا خوف ہوا۔

خلاصہ کلام:۔

اگر قرآن پاک ایک مصحف میں جمع ہو جاتا اور حال وہ تھا جو ہم نے ذکر کیا (کہ قرآن متفرق طور پر نازل ہو رہا تھا) تو جب بھی کوئی آیت منسوخ ہوتی یا کوئی نیا سبب پیدا ہوتا تو اس میں تبدیلی کرنا پڑتی۔

اس کے علاوہ اس وقت کتابت کے آلات (کاغذ قلم دوات وغیرہ) میسر نہ تھے اور حالات قدیم مصحف کو ترک کرنے اور جدید مصحف پر اعتماد کے لئے سازگار نہ تھے کیونکہ یہ بات ممکن نہ تھی کہ ہر مہینے یا ہر دن کوئی مصحف ہوتا جس میں نازل ہونے والے قرآن کو جمع کیا جاتا لیکن جب تنزیل کے اختتام پر معاملہ ایک جگہ ٹھہر گیا، حضور علیہ السلام کا وصال ہو گیا، نسخ سے امن ہو گیا اور ترتیب معلوم ہو گئی تو اسے ایک مصحف میں جمع کرنا ممکن ہو گیا اور یہ کام خلیفہ راشد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کیا اللہ تعالیٰ نے ان سے راضی ہوا اور قرآن پاک اور مسلمانوں کی طرف سے آپ کو بہترین جزاء عطا فرمائے۔ (آمین)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں جمع قرآن

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قرآن پاک کو جمع کرنے کا ایک اور سبب پیدا ہوا جو اس سبب کے علاوہ تھا جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں پیدا ہوا۔

عہد عثمانی میں فتوحات کا سلسلہ وسیع ہو گیا اور مسلمان مختلف علاقوں اور شہروں میں پھیل گئے اور ہر شہر میں ایک صحابی کی قراۃ مشہور ہو گئی جس صحابی نے اس کو قرآن پاک کی تعلیم دی۔

شام والے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراۃ پڑھتے تھے اہل کوفہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراۃ پڑھتے تھے اور ان کے علاوہ حضرات حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی قراۃ پڑھتے تھے۔

تو ان کے درمیان حروف کی ادائیگی کا طریقہ مختلف تھا اور قراتیں بھی مختلف تھیں۔ حتیٰ کہ معاملہ ان کے درمیان جھگڑے اور اختلاف تک پہنچ گیا اور قریب تھا کہ اختلاف قراۃ کے سبب وہ ایک دوسرے کو کافر قرار دیں۔

حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تھا تو ایک معلم (قراۃ سکھانے والا مقری) ایک شخص کی قراۃ سکھاتا اور دوسرا معلم (مقری) دوسرے آدمی کی قراۃ سکھاتا پس بچے ایک دوسرے سے ملتے تو اختلاف کرتے حتی کہ یہ بات معلمین تک پہنچی تو وہ ایک دوسرے کو کافر قرار دینے لگے۔

یہ بات حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو آپ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا تم میرے پاس اختلاف کرتے ہو تو جو لوگ مجھ سے دور دوسرے شہروں میں ہیں ان کے درمیان زیادہ اختلاف ہوگا۔

ان اسباب اور نو پید مسائل کی وجہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی مضبوط رائے اور سچی نظر سے دیکھا کہ اس اختلاف کے پھیلنے سے پہلے اس کا تدارک کیا جائے اور اس سے پہلے کہ علاج مشکل ہو جائے بیماری کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا جائے چنانچہ آپ نے بڑے بڑے صحابہ کرام اور اصحاب رائے واہل بصیرت کو جمع کر کے ان سے اس فتنے اور اس اختلاف کے علاج کے بارے میں مشورہ کیا تو ان سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ امیر المومنین کئی نسخے لکھوا کر ہر شہر میں ایک نسخہ بھیجیں اور لوگوں کو حکم دیں کہ وہ اس کے علاوہ نسخوں کو جلا دیں یہاں تک کہ وہاں قرات کی مختلف صورتوں کے درمیان کوئی جھگڑا اور اختلاف باقی نہ رہے۔

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس حکمت بھرے فیصلے پر عمل شروع کر دیا اور برگزیدہ صحابہ کرام اور قابل اعتماد حفاظ کرام میں سے چار صحابہ کرام کو یہ ذمہ دار سونپی اور وہ حضرت زید بن ثابت، عبد اللہ بن زبیر، سعید بن عاص اور عبد الرحمٰن بن ہشام رضی اللہ عنہم تھے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے علاوہ باقی تمام حضرات مہاجرین قریش میں سے تھے حضرت زید رضی اللہ عنہ انصار میں سے تھے یہ عظیم کام 24ھ میں عمل میں لیا گیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا اگر تمہارے درمیان قراتوں کے اختلاف کے سلسلے میں کوئی اختلاف پڑ جائے تو اسے لغت قریش میں لکھو کیونکہ قرآن پاک ان کی لغت میں نازل ہوا ہے۔

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما سے وہ مصحف شریف طلب کیا جو ان کے پاس تھا اور اسے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جمع کروایا تھا تا کہ اس سے متعدد نسخے تیار کروائیں پھر ان کو واپس دے دیں تو ام المومنین رضی اللہ عنہا نے ایسا کیا۔ (پیش کر دیا)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جمع قرآن کا سبب کیا تھا؟

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں:

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور وہ ارمینہ اور ازربیجان کی فتح میں اہل عراق کے ساتھ مل کر جہاد کر چکے تھے تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کہا اے امیر المومنین اس امت کو

سنبھالئے اس سے پہلے کہ کتاب اللہ میں ان کا اختلاف یہود و نصاریٰ کے اختلاف کی طرح ہو جائے۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس کسی کو بھیجا کہ آپ مصحف شریف ہماری طرف بھیجیں تا کہ ہم کئی مصاحف میں نقل کر کے واپس آپ کو لوٹا دیں۔

چنانچہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے وہ مصحف شریف حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا اور آپ نے حضرت زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر، سعید بن عاص اور عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا تو انہوں نے اسے مصاحف میں تحریر کیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تین قریشی صحابہ کرام سے فرمایا! جب تم میں اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ میں قرآن پاک کے کسی مقام پر اختلاف ہو جائے تو اسے قریش کی زبان میں لکھنا کیونکہ قرآن پاک ان کی زبان میں نازل ہوا ہے۔

چنانچہ انہوں نے اسی طرح کیا حتی کہ جب انہوں نے اس مصحف کو مصاحف میں نقل کیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ مصحف حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی طرف لوٹا دیا اور ہر طرف ایک ایک نسخہ جو اس مصحف سے تیار کیا تھا بھیج دیا اور اس کے علاوہ ہر اس صحیفہ کو جس میں قرآن لکھا ہوا تھا یا اس کے علاوہ وہ جو مصحف تھا اسے جلانے کا حکم دیا۔[1]

حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما کی جمع میں فرق

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جمع قرآن اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جمع قرآن میں فرق گزشتہ کلام سے سمجھ سکتے ہیں وہ یہ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو جمع کیا وہ قرآن پاک اور اس کے کتابت کو ایک مصحف میں اس طرح نقل کیا کہ آیات مرتب تھیں آپ نے اسے باریک پتھروں کھجور کی چھال اور ہڈیوں وغیرہ کے مختلف ٹکڑوں سے جمع کیا اور اس جمع کا سبب حفاظ کرام کی شہادت اور وصال تھا۔

اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا جمع کرنا اس طرح تھا کہ انہوں نے اس مصحف سے جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں جمع ہوا تھا۔ متعدد نسخے تیار کئے تا کہ ان کو اسلامی آفاق (ممالک) میں بھیجیں اور اس جمع کا سبب قرآن میں قراء کا اختلاف تھا۔ اللہ بہتر جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی آل واصحاب پر ہو اور سلامتی ہو۔

[1] صحیح بخاری باب جمع القرآن

سوالات

1۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں قرآن پاک کس طرح جمع ہوتا تھا؟

2۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تلاوت اور حفظ قرآن کے سلسلے میں ذوق وشوق کیا تھا وضاحت کریں؟

3۔ قرآن پاک کو کن کن چیزوں پر لکھا جاتا تھا؟

4۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قرآن پاک کیوں اور کیسے جمع کیا گیا؟

5۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قرآن جمع کرنے پر اعتراضات اور ان کے جوابات پر ایک نوٹ لکھیں؟

6۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے جمع قرآن کی خوبیاں ذکر کریں؟

7۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں قرآن پاک ایک مصحف میں جمع کیوں نہیں ہوا؟

8۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں جمع قرآن کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اور کیا طریقہ اختیار کیا گیا؟

9۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے جمع میں فرق کیا تھا؟

پانچویں فصل

تفسیر اور مفسرین

اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم کتاب اس لئے اتاری کہ یہ مسلمانوں کے لئے دستور اور ایسا راستہ بن جائے جس پر وہ اپنی زندگی میں چلیں اس کی روشنی سے روشنی حاصل کریں، اس کی ہدایت سے ہدایت پائیں اور اس کی درست تعلیم اور حکمت بھرے کلام سے فیض حاصل کریں تاکہ وہ ان کو سعادت اور عزت کی بلندی پر پہنچادے نیز ان کو بزرگی اور کمال کی چوٹیوں تک پہنچادے وہ ان کو انسانیت کے قافلوں کی قیادت کا اہل بنادے اس زندگی میں ان کو قائد اور سردار بنادے اور وہ دوسرے لوگوں کو عزت اور کرامت کی زندگی پر چلائیں علاوہ ازیں ان کو امن استقرار اور سلامتی کے کناروں تک پہنچادیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ آج انسانیت بدبختی اور جاہلیت کی تاریکیوں میں بھٹک رہی ہے۔ نیز کسی چیز کو اپنے لئے حلال کرنے اور مال کی لالچ کے سمندر میں ڈوبی ہوئی ہے اور ان کے لئے قرآن پاک کے علاوہ کوئی نجات دہندہ نہیں اس طرح کہ وہ قرآن پاک کی تعلیمات اور اس کی حکمت بھری نظم (الفاظ) سے راہنمائی حاصل کرے جس میں نوع انسانیت کی خوش بختی کی تمام ضروریات کی رعایت کی گئی ہے اور حکمت والے خالق کے علم نے اس کا احاطہ کیا ہے۔

اور یہ بات واضح ہے کہ ان تعلیمات پر عمل قرآن پاک کو سمجھنے، اس میں غور فکر کرنے اور اس میں جو نصیحتیں اور ہدایت ہے اس سے واقفیت حاصل کرنے کے بغیر نہیں ہوتا اور اس کا تحقق کشف اور بیان کے طریقے پر ہوتا ہے جس پر آیات قرآنیہ دلالت کرتی ہیں اور اسی کو ہم "تفسیر" کہتے ہیں خصوصاً یہ آخری زمانہ جس میں عربی بیان کا ملکہ خراب ہو گیا اور عربیت کی خصوصیات ضائع ہو گئیں حتیٰ کہ عربوں کی اولاد سے بھی ضائع ہو گئیں پس تفسیر ان خزانوں اور ذخیروں کی چابی ہے جن کو اس کتاب مجید نے گھیر رکھا ہے اور اس (تفسیر) کے بغیر ان خزانوں ذخیروں موتیوں اور جواہر تک پہنچنا ممکن نہیں۔

اگرچہ لوگوں نے صبح وشام قرآن پاک کے الفاظ بار بار دھرانے اور آیات کے پڑھنے میں مبالغہ کر رکھا ہے (یعنی بہت زیادہ پڑھتے ہیں)

اور افسوسناک بات یہ ہے کہ مسلمان ماتم، قبرستان اور رسمی مجالس میں قرآن پاک کے الفاظ بار بار دھراتے اور خوش آوازی سے پڑھتے ہیں پھر ان لوگوں سے قرآن پاک کو سن کر جھومنے یا تلاوت کے تبرک کے علاوہ کچھ نہیں ملتا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد گرامی سے یہی مراد ہے آپ نے فرمایا:

لوگ قرآن پاک کو موسیقی کا ذریعہ بنالیں گے۔

مسلمان اس بات کو بھول گئے کہ قرآن پاک کی سب سے بڑی برکت اس میں غور وفکر کرنے اور اس کو سمجھنے اس سے ہدایت حاصل کرنے نیز اس کی تعلیمات اور توجیہات سے استفادہ کرنے پھر اس کے احکام اور پسندیدہ امور پر ٹھہرنے اور جن

کاموں میں ناراضگی اور مخالفت ہے ان سے دور رہنے میں (برکت) ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِّيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُوا الْأَلْبَابِ [1]

یہ ایک کتاب ہے، ہم نے تمہاری طرف اتاری برکت والی تاکہ اس کی آیتوں کو سوچیں اور عقلمند نصیحت مانیں

اور ارشاد خداوندی ہے:

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا [2]

تو کیا قرآن کو سوچتے نہیں یا بعض دلوں پر ان کے قفل لگے ہیں۔

اور ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ [3]

اور تحقیق ہم نے قرآن کو آسان کر دیا یاد کرنے والوں کے لئے

تو آج کا مسلمان اس شخص کے کس قدر مشابہ ہے جو پیاس کی وجہ سے مرجاتا ہے حالانکہ پانی اس کے سامنے ہے یا اس حیوان کی طرح ہے جو بھوک اور پیاس سے مرجاتا ہے حالانکہ کھانے کا سامان اور پانی اس کی پیٹھ پر ہے۔

کسی کہنے والے نے کیا اچھا کہا

كالعيس في البيداء يقتلها الظماء
والماء فوق ظهورها محمول

وہ ویرانے میں اونٹ کی طرح ہے جسے پیاس ہلاک کر دیتی ہے حالانکہ پانی اس کی پیٹھ پر لدا ہوا ہے

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا جب ارشاد فرمایا:

لقد تركت فيكم الامرين لن تضلوا اما تمسكتم بهما بعدى كتاب الله وسنتى [4]

میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک ان کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے ہرگز گمراہ نہیں ہو گے اللہ کی کتاب اور میری سنت

ہم قرآن پاک کی تفسیر کیوں کرتے ہیں؟

ایک سوال ہر شخص کے دل میں کھٹکتا اور ہر فکر کے گرد گھومتا ہے۔ کہ ہم قرآن پاک کی تفسیر کیوں کرتے ہیں؟ کیا اس لئے

---

[1] سورۃ ص آیت 29

[2] سورۃ محمد آیت نمبر 24

[3] سورۃ قمر آیت نمبر 71

[4] ...

کہ اس کی قراۃ میں عمدگی پیدا کریں اور اس کی تلاوت کو مضبوط کریں یا اس کے باریک معانی سے پردے ہٹائیں یا اس کی چنگاریوں کو روشن کریں اور اس کے محاسن کو واضح کریں؟

نہیں، نہیں صرف یہی نہیں اور نہ وہ مقصود ہے بلکہ اس لئے کہ ہم بندوں کی پوجا (مخلوق کی پوچا) سے آزادی حاصل کریں اور بندوں کے رب کی عبادت کے لئے بشر کی اتباع کریں اور فرد اور جماعت کائنات کے خالق کے ساتھ رابطہ قائم کریں جو کائنات کی تدبیر فرمانے والا، بلند آسمانوں کا رب اور عرش عظیم کا رب ہے۔

پس قرآن پاک امت کے لئے دستور اور خالق کی طرف سے ہدایت ہے زمین والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی شریعت ہے نور ربانی ہے آسمانی ہدایت ہے عمومی اور دائمی قانون ہے جو ان تمام امور میں کفالت کرتا ہے جس کی انسان کو اپنے دینی اور دنیوی امور میں حاجت ہوتی ہے جو زندگی کے تمام پہلوؤں پر مشتمل ہے وہ عقائد ہوں عبادات ہوں اخلاق ہوں یا معاملات، نیز سیاست، قضاء، صلح لڑائی، اقتصادی امور اور بین الاقوامی معاملات سب کو شامل ہے۔

قرآن پاک ایک جامع کتاب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس طرح نازل فرمایا کہ اس میں ہر چیز کا واضح بیان ہے اور ایمان والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے اور وہ ان تمام امور میں حکمت سے بھرپور ہے اس میں کسی قسم کا خلل اور اختلاف داخل نہیں ہو سکتا۔

اور اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں کہ نیک بختی صرف اس (کتاب) کی ہدایت اور اس میں پائے جانے والے احکام کو لازم پکڑنے سے حاصل ہوتی ہے یہ کتاب دلوں کی بیماریوں کے لئے شفاء ہے اور جو اجتماعی خرابیاں آچکی ہیں اور آنے والی ہیں ان سب کا علاج ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا[1]

اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لئے شفاء اور رحمت ہے اور اس سے ظالموں کو نقصان ہی بڑھتا ہے۔

تفسیر اور تاویل میں فرق

لغت میں تفسیر واضح کرنے اور بیان کرنے کو کہتے ہیں۔

ارشاد خداوندی ہے:

وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا[2]

---

1 سورۃ اسراء آیت نمبر 82

2 سورۃ فرقان آیت نمبر 33

اور وہ کوئی کہاوت تمہارے پاس نہیں لائیں گے مگر ہم حق کو اس سے بہتر بیان لے آئیں گے۔

جب ہم "فَسَّرَ" کہتے ہیں تو اس کا معنی "بین اور وضح" ہوتا ہے (بیان کیا اور واضح کیا) اور "کلام مفسر" کا معنی واضح اور ظاہر کلام ہے۔ تفسیر کا اصطلاحی معنی یہ ہے:

هو علم يعرف به فهم كتاب الله المنزل على نبيه محمد ﷺ وبيان معانيه واستخراج احكامه وحكمه[1]

(تفسیر) ایک ایسا علم ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی کتاب جو اس کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کی گئی کا سمجھنا اس کے معانی کا بیان اور اس کے احکام اور حکمتوں کو نکالا جاتا ہے۔

دوسرے حضرات نے یوں تعریف کی ہے:

(هو) علم يبحث فيه عن القرآن الكريم من حيث دلالته على مراد الله تعالىٰ بقدر الطاقة البشريه[2]

(تفسیر) ایک ایسا علم ہے جس میں قرآن پاک سے بحث کی جاتی ہے اس اعتبار سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مراد پر دلالت کرتی ہے اور یہ بحث انسانی طاقت کے مطابق ہوتی ہے۔

تاویل کا معنیٰ

لغت کے اعتبار سے تاویل کا لفظ "اَوَّلَ" سے بنا ہے جس کا معنی رجوع کرنا ہے گویا مفسر، آیت کریمہ کو ان معانی کی طرف لوٹاتا ہے جن کا اس میں احتمال ہوتا ہے۔

بعض علماء کرام کا خیال ہے کہ تاویل، تفسیر کے مترادف ہے حتی کہ صاحب قاموس نے کہا ہے:

"اَوَّلَ الكلام تاويلا وتاوّله"

(کلام کی تاویل کی) یعنی اس میں غور و فکر کیا اس کا اندازہ لگایا اور وضاحت کی۔

اسی سے یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ[3]

پڑتے ہیں گمراہی چاہنے اور اسکا پہلو ڈھونڈھنے کو

اصطلاحی طور پر متقدمین کے نزدیک تاویل تفسیر کے معنیٰ میں ہے کہا جاتا ہے تفسیر القرآن اور تاویل القرآن دونوں کا

---

1. التعریف للزرکشی من کتاب البرہان ص13
2. مناهل العرفان للزرقانی
3. سورۃ آل عمران آیت نمبر 7 کا ایک جز

ایک ہی معنی ہے۔

ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں کہا ہے:

القول فی تاویل قوله تعالیٰ کذا

(اللہ تعالیٰ کے فلاں قول کی تفسیر میں یہ قول ہے) اور

واختلف اهل التاویل فی هذه الآیة

(اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے)

یہاں تاویل سے تفسیر مراد ہے

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ان العلماء یعلمون تاویله

(علماء کرام قرآن پاک کی تاویل یعنی تفسیر پر عمل کرتے ہیں) یہاں تاویل سے تفسیر مراد ہے۔

اور علماء کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ تفسیر اور تاویل میں واضح فرق ہے اور متاخرین کے ہاں یہ بات مشہور ہے۔

(یعنی) آیت کریمہ کا ظاہری معنیٰ تفسیر ہے۔

اور تاویل یہ ہے کہ آیت کریمہ میں جن معانی کا احتمال ہے جب کہ متعدد معانی ہوں تو ان میں سے بعض کو ترجیح دینا تاویل ہے۔

حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الاتقان فی علوم القرآن" میں اس میں مفید بحث کی ہے اور علماء کرام سے کافی باتیں نقل کی ہیں ان تمام کا خلاصہ اور زیادہ بہتر بات یہ ہے کہ ہم کہیں۔

تفسیر قرآن پاک کے ظاہری معانی کے کشف (وضاحت) کو کہتے ہیں اور وہ پوشیدہ معانی اور لطیف اسرار ربانی جن کا آیت کریمہ میں احتمال ہوتا ہے اور عارفین ان کا استنباط کرتے ہیں تو اسے تاویل کہا جاتا ہے۔

اور یہ تعریف جسے ہم نے اختیار کیا ہے "آلوسی" بھی اسی طرف گئے ہیں جب انہوں نے فرمایا:

مولفین سے کسی انکار کے بغیر یہ بات معروف ہے کہ تاویل ان معانی قدسیہ اور معارف ربانیہ کا نام ہے جو غیب کے بادلوں سے عارفین کے دلوں پر چھن چھن کر کے آتے ہیں۔ اور تفسیر اس کے غیر کا نام ہے۔

خلاصہ کلام

(مذکورہ بالا کلام کا) خلاصہ یہ ہے کہ تفسیر قرآن پاک کے ان ظاہری معانی کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کی مراد پر واضح دلالت کرتے ہیں۔

اور تاویل وہ پوشیدہ معانی ہیں جو آیات کریمہ سے مستفیض ہوتے ہیں (نکالے جاتے ہیں) جو غور وفکر اور استنباط کے

محتاج ہوتے ہیں اور ان میں کئی معانی کا احتمال ہوتا ہے اور ان میں جو معنی زیادہ قوی ہوتا ہے مفسر اسے غور و فکر اور استدلال کے طریقے پر ترجیح دیتا ہے اور یہ ترجیح قطعی نہیں ہوتی بلکہ ترجیح زیادہ ظاہر اور زیادہ قوی کو ہوتی ہے کیونکہ یہ فیصلہ کرنا کہ یہی مراد قطعی ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اپنا فیصلہ ٹھونسنا ہے اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلاَّ اللهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ [1]

اور اس کا ٹھیک پہلو اللہ ہی کو معلوم ہے۔ اور ان لوگوں کو جو علم میں مضبوط ہیں۔

اقسام تفسیر

علمی دقیق اصطلاح کے مطابق تفسیر کو تین قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے

1۔ تفسیر بالدرایہ:۔ اس کو تفسیر بالنقل اور تفسیر بالماثور بھی کہا جاتا ہے۔

2۔ تفسیر بالرایہ:۔ اس کو تفسیر بالرائے بھی کہا جاتا ہے۔

3۔ تفسیر بالاشارہ:۔ اس کو علماء کرام تفسیر اشاری کا نام دیتے ہیں۔

تفصیل

پہلی قسم:۔ تفسیر بالروایۃ

یہ وہ تفسیر ہے جو قرآن و سنت اور صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے کلام میں آئی ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی مراد کا بیان ہوتا ہے۔ قرآن کی تفسیر سنت نبویہ کے ساتھ ہوتی ہے پس تفسیر ماثور یا تو قرآن کی تفسیر قرآن سے ہوگی یا قرآن کی تفسیر سنت نبویہ سے ہوگی یا قرآن پاک کی تفسیر صحابہ کرام کے اقوال (آثار صحابہ) سے ہوگی۔

1۔ قرآن پاک کی تفسیر قرآن سے، اس کی مثال یہ ہے ارشاد خداوندی ہے:

أُحِلَّتْ لَكُم بَهِيمَةُ الأَنْعَامِ إِلاَّ مَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ [2]

تمہارے لئے حلال ہوئے بے زبان مویشی مگر وہ جو آگے سنایا جائے گا تم کو

"الا ما یتلی علیکم" کی تفسیر دوسری آیت میں آتی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهِ [3]

تم پر حرام ہے مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا

---

[1] سورۃ آل عمران آیت نمبر 7

[2] سورۃ مائدہ آیت نمبر 1

[3] سورۃ مائدہ آیت نمبر 3

اسی طرح ارشاد خداوندی ہے:

وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ [1]

آسمان کی قسم اور رات کو آنے والے کی۔

خود اسی سورت میں "الطَّارِقِ" کی تفسیر "النجم الثاقب" سے کی گئی ہے یعنی چمکنے والا ستارہ

اسی طرح ارشاد خداوندی ہے:

فَتَلَقَّى آدَمُ مِن رَّبِّهِ كَلِمَاتٍ [2]

پھر سیکھ لئے آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمات

وہ کلمات جو آپ نے سیکھے ان کی تفسیر قرآن پاک میں دوسری جگہ یوں کی گئی ہے ارشاد خداوندی ہے:

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ [3]

دونوں نے عرض کی اے ہمارے رب ہم نے اپنا آپ پورا کیا تو اگر ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور نقصان والوں میں ہوئے

قرآن پاک کی قرآن مجید سے تفسیر کی مثالوں میں سے یہ بھی ہے ارشاد خداوندی ہے:

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ [4]

بے شک ہم نے اسے برکت والی رات میں اتارا

"ليله مبارك" کی تفسیر یہ ہے کہ اس سے "ليلة القدر" مراد ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ [5]

بے شک ہم نے اسے شب قدر میں اتارا

قرآن کی تفسیر و تشریح جو سنت مطہرہ کے ذریعے کی گئی ہے اس کی مثال یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظلم کی تفسیر شرک کے ساتھ کی ہے۔

---

۱ سورۃ الطارق آیت نمبر 1

۲ سورۃ بقرہ آیت نمبر 37

۳ سورۃ اعراف آیت نمبر 23

۴ سورۃ الدخان آیت نمبر 3

۵ سورۃ القدر آیت نمبر 1

ارشاد خداوندی ہے:

الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُم بِظُلْمٍ أُولَئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ [1]

وہ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان میں کسی ناحق کی آمیزش نہ کی انہیں کے لئے ایمان ہے اور وہی راہ پر ہیں۔

اور اس کی تائید اس آیت سے ہو رہی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ [2]

بے شک شرک بڑا ظلم ہے

قرآن مجید میں ہے:

فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا وَيَنقَلِبُ إِلَى أَهْلِهِ مَسْرُورًا [3]

تو وہ جو اپنا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے اس سے عنقریب سہل حساب لیا جائے گا اور اپنے گھر والوں کی طرف شاد شاد پلٹے گا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حساب یسیر کی تفسیر اس بات سے فرمائی ہے کہ مومن پر اس کے اعمال پیش کئے جائیں گے اور اسے صرف یاد دلایا جائے گا۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من نوقش الحساب عذب

جس سے حساب میں پوچھ گچھ ہوئی اسے عذاب دیا گیا

اس وقت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا فاما من اولیٰ کتاب آخر تک۔ (یعنی آسان حساب کا ذکر فرمایا) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ تو اعمال پیش کرنا ہے تو یہ حساب یسیر کی تفسیر ہے لیکن جس سے حساب کا مناقشہ ہوا (جرح ہوئی) اسے عذاب دیا جائے گا۔

دوسری مثال

ارشاد خداوندی ہے:

حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى [4]

---

۱ سورۃ الانعام آیت نمبر 82

۲ سورۃ لقمان آیت نمبر 13

۳ سورۃ انشقاق آیات نمبر 7 تا 9

۴ سورۃ بقرہ آیت نمبر 238

نگھبانی کرو سب نمازوں کی اور بیچ کی نماز کی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "صلاۃ وسطی" کی تفسیر میں فرمایا کہ عصر کی نماز مراد ہے اسی طرح سورۃ فاتحہ میں "مغضوب علیھم" اور "ضالین" کی تفسیر یہود و نصاریٰ سے فرمائی۔

آیات کریمہ کی احادیث نبویہ سے تفسیر کی مثالوں میں سے یہ مثال بھی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ [1]

بھلائی والوں کے لئے بھلائی ہے اور اس سے بھی زائد

اس کی تفسیر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے اللہ کریم کا دیدار مراد ہے۔

اور ارشاد خداوندی ہے:

وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ [2]

اور ان کے لئے تیار رکھو جو قوت تمہیں بن پڑے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قوت کے تفسیر تیر اندازی سے کی آپ نے فرمایا:

الا ان القوۃ الرمی الا ان القوۃ الرمی

سنو قوت تیز اندازی ہے سنو قوت تیر اندازی ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا [3]

اس دن وہ اپنی چیزیں بتائے گی

آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو اخبار کیا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں۔

آپ نے فرمایا:

(زمین) ہر مرد اور عورت کے خلاف اس عمل کی گواہی دے گی جو اس نے زمین پر کیا ہو گا وہ کہے گی تم نے فلاں فلاں دن فلاں فلاں عمل کیا اس قسم کی تفاسیر کی بے شمار مثالیں ہیں حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الاتقان فی علوم القرآن" میں نبوی تفاسیر کی مثالوں کا ایک بڑا حصہ ذکر کیا ہے وہاں رجوع کیجئے۔

اور یہ دونوں تفسیریں یعنی قرآن سے تفسیر اور قرآن کی سنت سے تفسیر بلاشبہ تفسیر کی اعلیٰ قسمیں ہیں اور اس کی قبولیت میں

---

1 سورۃ یونس آیت نمبر 26

2 سورۃ انفال آیت نمبر 60

کوئی شک نہیں۔

جہاں تک پہلی تفسیر (قرآن سے قرآن کی تفسیر) کا تعلق ہے تو دوسروں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ اپنی مراد کو زیادہ جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن) سب زیادہ سچا کلام ہے کیونکہ باطل اس کے آگے اور پیچھے سے (یعنی کسی کی طرف سے بھی) نہیں آسکتا۔ اور دوسری قسم (حدیث سے تفسیر قرآن تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن پاک کے اہم مقامات کو بیان کیا اور ذکر فرمایا کہ یہ اہم توضیح اور بیان ہے ارشاد خدوندی ہے:)

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ [1]

اور اے محبوب ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار اتاری تاکہ تم لوگوں سے بیان کردو جوان کی طرف اتارا گیا

تو جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے شرح کا بیان صحیح سند کے ساتھ آئے تو بلاشک وشبہ وہ حق ہے اور اس پر اعتماد واجب ہے۔

تفسیر صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم)

تفسیر ماثور کی تیسری قسم تفسیر صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) ہے یہ بھی قابل اعتماد اور مقبول تفسیر میں سے ہے کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے اور انہوں نے آپ کے صاف چشمہ سے پانی پیا۔

اور انہوں نے وحی اور نزول قرآن کا مشاہدہ کیا، اسباب نزول کو پہچانا ان کے نفوس صاف اور فطرت سلامت تھی اور وہ فصاحت وبیان میں بلند مقام رکھتے تھے جس نے ان کو اللہ تعالیٰ کے کلام کے لئے صحیح اور سلامت فہم کا اہل بنایا اور ان کو دوسرے کسی بھی انسان کے مقابلے میں اس قرآن کے اسرار کا ادراک عطا کیا۔

حضرت حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

صحابی جو وحی اور تنزیل کے وقت موجود تھے ان کی تفسیر مرفوع کے حکم میں ہے یعنی صحابی کی تفسیر اس حدیث نبوی کا حکم رکھتی ہے جو حضور علیہ السلام سے مرفوع مروی ہے (اور یہ تفسیر بالماثور ہے) تابعی کی تفسیر میں اختلاف ہے بعض علماء کرام اس طرف گئے ہیں کہ وہ بھی ماثور تفسیر سے ہے کیونکہ عام طور پر تابعی، صحابہ کرام سے حاصل کرتے تھے اور بعض حضرت فرماتے ہیں یہ تفسیر بالرائے سے ہے یعنی اس کے لئے باقی مفسرین والا حکم ہے جنہوں نے لغۃ عربیہ کے قواعد کے مطابق تفسیر کی ماثور کا التزام نہیں کیا۔

ملاحظہ

"تفسیر بالماثور" تفسیر کی تمام اقسام میں سے سب سے زیادہ عمدہ ہے جب اس کی سند رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا صحابہ کرام تک

---

[1] سورۃ النحل آیت نمبر 44

صحیح ہو حضرت حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں۔

اکثر تفسیر بالماثور ایسے راویوں کی طرف منسوب ہیں جو یہودیوں اور فارس والوں میں سے زندیق (بے دین) ہیں یا جو اہل کتاب میں سے مسلمان ہوئے اور اس سلسلے کا بڑا حصہ رسولوں کے ان کی قوموں کے ساتھ واقعات ہیں اسی طرح جو ان کی کتب اور معجزات سے متعلق ہیں یا ان کے غیر کی تاریخ ہے جیسے اصحاب کہف وغیرہ

اس لئے مناسب (ضروری) ہے کہ روایت سے ثابت ہو۔

روایت بالماثور کی کمزوری کے اسباب

اس سے پہلے ہم ذکر کر چکے ہیں کہ قرآن کا بعض دوسرے کی تفسیر کرتا ہے اسی طرح سنت صحیحہ مرفوعہ کے ساتھ بھی قرآن پاک کی تفسیر کی جاتی ہے ان دونوں کی قبولیت میں کوئی شک نہیں

اور اس بات میں بھی کوئی اختلاف نہیں کہ یہ تفسیر کے اعلیٰ مراتب میں سے ہے لیکن تفسیر بالماثور جو صحابہ کرام اور تابعین سے ہے اس میں کئی طریقوں سے کمزوری آ گئی۔

1۔ صحیح کا غیر صحیح کے ساتھ مل جانا اور بے شمار اقوال اس طرح نقل کرنا جو صحابہ کرام اور تابعین کی طرف منسوب ہیں لیکن نہ تو ان کی سند ہے اور نہ ثبوت

2۔ یہ روایات اسرائیلیات سے بھری پڑی ہیں ان میں سے زیادہ خرافات ہیں جو اسلامی عقیدہ سے متصادم ہیں اور جن کے بطلان پر دلیل قائم ہے اور یہ اہل کتاب سے مسلمانوں پر داخل ہوئیں۔

3۔ بعض اصحاب مذاہب جو اعتدال سے کنارہ کش ہیں انہوں نے کچھ اور باطل اقوال گھڑ کر بعض صحابہ کرام کی طرف منسوب کئے جیسے شیعہ حضرات نے جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا گروہ کہلاتے ہیں اور وہ راہ اعتدال سے بھٹکے ہوئے ہیں انہوں نے آپ کی طرف ایسی باتیں منسوب کیں جن کا آپ سے تعلق نہیں اسی طرح عباسی خلفاء کا قرب حاصل کرنے والے لوگ جنہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف ایسی باتیں منسوب کیں جن کی آپ کی طرف نسبت صحیح نہیں اور انہوں نے حاکموں کی چاپلوسی میں ایسا کیا۔

4۔ بعض اسلام دشمن بے دین لوگوں نے صحابہ کرام اور تابعین عظام کے خلاف سازش کی جس طرح احادیث نبویہ کے سلسلے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف سازش کی اس کی وجہ ان کا یہ خیال تھا کہ سازش اور من گھڑت باتوں کے ذریعے دین (کی عمارت) کو گرایا جائے۔

اس اعتبار سے ان اقوال کو ثابت کرنا اختیار کرنا اور بچنا ضروری ہے جو صحابہ کرام اور تابعین کی طرف منسوب ہیں۔[1]

---

1 مناھل العرفان ص 491

مناہل العرفان میں زرقانی کی رائے

استاذ زرقانی نے اپنی کتاب "مناهل العرفان" میں تفسیر بالماثور کے حوالے سے نہایت عمدہ کلام کیا ہے اور اس سے پہلے انہوں نے حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور ابن تیمیہ سے کئی باتیں نقل کی ہیں انہوں نے کہا:

اس موضوع سے متعلق انصاف کی بات یہ ہے کہ تفسیر بالماثور کی دو قسمیں ہیں۔

1۔ جس کی صحت اور قبولیت پر بے شمار دلائل ہیں اسے رد کرنا کسی کے لئے جائز نہیں اسی طرح اسے مہمل چھوڑنا یا اس سے غفلت برتنا بھی جائز نہیں اور اس کو اس بات پر محمول نہ کیا جائے کہ اسے قرآنی ہدایت کے راستے میں رکاوٹ قرار دیا جائے بلکہ یہ اس کے برعکس ہے اور قرآن پاک سے ہدایت حاصل کرنے کا یہ مضبوط ترین راستہ ہے۔

2۔ وہ تفسیر بالماثور جو اسباب نفرت وغیرہ میں سے کسی سبب کی بنیاد پر صحیح نہ ہو اسے رد کرنا واجب ہے اسے قبول کرنا اس میں مشغول ہونا جائز نہیں اور کئی بیدار مغز مفسرین جیسے ابن کثیر وغیرہ جو بات نقل کرتے اس کی اچھی طرح چھان بین کرتے اور جو باطل یا ضعیف ہوتا اسے کھوٹا قرار دیتے۔ (یعنی خراب اور غلط قرار دیتے)

صحابہ کرام میں سے مشہور ترین مفسرین

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "الاتقان" میں فرمایا:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے دس شخصیات تفسیر میں مشہور ہوئی ہیں۔ چاروں خلفاء راشدین، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہم)

خلفائے راشدین میں سے حضرت علی بن ابی طالب سے زیادہ روایات منقول ہیں اور دوسرے تینوں خلفاء سے روایات بہت کم ہیں اور اس کا سبب ان حضرات کا پہلے فوت ہونا ہے۔[1]

تینوں خلفاء (حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم) سے کم روایات کا سبب جیسا کہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا ان کی خلافت کا کم ہونا اور ان کی وفات کا مقدم ہونا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ ایسے لوگوں کے درمیان رہے جن میں سے زیادہ غالب آبادی ان لوگوں کی تھی جو کتاب اللہ کے عالم تھے کیونکہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی تھے لہٰذا وہ تنزیل کے اسرار سے واقف اور اس کے معانی اور احکام کو جاننے والے تھے

جب کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تینوں خلفاء کے بعد ایسے وقت میں زندہ رہے جو اسلام کی بلندی کا دور تھا اور اس دین جدید میں بے شمار عجمی لوگ داخل ہو چکے تھے اور صحابہ کرام کی اولاد میں سے ایک جماعت قرآن پاک پڑھنے اور اس کے اسرار

1 الاتقان

اور حکمتوں کو سمجھنے کی حاجت مند تھی اسی وجہ سے خلفاء راشدین کے مقابلے میں آپ سے زیادہ روایات مشہور ہوئیں۔

ہم عنقریب ان بعض صحابہ کرام کے بارے میں کچھ تفصیل بیان کریں گے۔ جو تفسیر قرآن میں مشہور ہوئے۔

(i) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس امت کے پیشوا تھے اور آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ چچا زاد بھائی تھے جن کے بارے میں آپ نے دعا فرمائی تھی:

اللهم فقهه فی الدین وعلمه التاویل[1]

یا اللہ ان کو دین کی سمجھ اور تاویل کا علم عطا فرما

آپ ہی کو "ترجمان القرآن" کہا جاتا ہے آپ قرآن پاک کی تفسیر تمام صحابہ کرام سے زیادہ جانتے تھے اور آپ کی فضیلت کی گواہی دی گئی آپ بچپن کے آغاز سے ہی بڑے بڑے صحابہ کرام کے درمیان پروان چڑھے حتی کہ آپ ان کو رغبت دیتے اور ان سے خود پسندی کو دور کرتے اس کے باوجود کہ آپ نو عمر تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کو بڑے بڑے صحابہ کرام کے ساتھ مجلس شوریٰ میں شامل کرتے جن سے آپ مشورہ لیتے تھے۔

اور بعض اوقات آپ کے سامنے مسئلہ پیش کرتے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو (مشیر) مقرر کرنا بعض صحابہ کرام کے نزدیک جھگڑا پیدا کرنے کا سبب تھا حتی کہ ان میں سے بعض نے کہا یہ نوجوان ہمارے ساتھ کیوں شامل ہوتا ہے جب کہ ہماری اولاد میں سے اس سے بڑی عمر کے موجود ہیں۔

اس سلسلے میں صحیح بخاری میں ایک واقعہ منقول ہے جو آپ کی علمی فوقیت اور اسرار قرآن کی باریک باتوں میں غور و فکر کے سلسلے میں آپ کی بلند شان پر دلالت کرتا ہے۔

صحیح بخاری کی روایت

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بدر کے بزرگ صحابہ کرام کے ساتھ مجھے (مشورہ میں) شامل کرتے ان میں سے بعض اپنے دل میں محسوس کرتے اور کہتے یہ ہمارے ساتھ کیوں داخل ہوتے ہیں اور ہمارے لئے ان کی مثل بیٹے ہیں۔

تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کو جواب دیتے کہ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کی ذکاوت اور علم کو تم جانتے ہو۔

ایک دن آپ نے ان صحابہ کرام کو بلایا اور مجھے ان میں شامل کیا اور میرا خیال یہ تھا کہ آپ نے مجھے ان حضرات کے

---

[1] صحیح البخاری باب فضائل الصحابۃ

ہمراہ اس لئے بلایا ہے کہ ان کو (میرا علمی مقام) دکھائیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم لوگ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں کیا کہتے ہو ارشاد خداوندی ہے:

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ [1]

جب اللہ کی مدد اور فتح آئے

ان میں سے بعض نے فرمایا کہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی تعریف کریں اور اس سے بخشش طلب کریں جب اس نے ہماری مدد فرمائی اور ہمیں فتح عطا فرمائی جب کہ بعض حضرات خاموش رہے اور انہوں نے کچھ بھی نہ کہا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابن عباس! (رضی اللہ عنہما) کیا آپ بھی اسی طرح کہتے ہیں؟ (فرماتے ہیں) میں نے کہا! نہیں فرمایا۔ آپ کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال مراد ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کی خبر دی ہے۔ (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح آجائے تو یہ آپ کے وصال کی علامت ہے پس آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی پاکیزگی بیان کریں اور اس سے بخشش طلب کریں وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم! مجھے بھی اس کے بارے میں اسی بات کا علم جو آپ نے کہا ہے [2]

تو یہ واقعہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قوت فہم کے زیادہ ہونے پر دلالت کرتا ہے نیز یہ کہ آپ کو ارشادات قرآنیہ سے مسائل کے استنباط میں دقت رائے (عمدہ رائے) حاصل تھی جو صرف ان لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو علم میں راسخ (مضبوط) ہیں۔

اس میں کوئی تعجب نہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اسرار قرآن کو سمجھنے میں یہ بلند مقام حاصل ہو کیونکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لئے دین کی سمجھ کی دعا فرمائی تھی۔

جس طرح شیخین (حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ) نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے سینے سے لگایا اور دعا مانگی:

اللھم فقهه فی الدین وعلمه التاویل یا اللہ ان کو دین کی سمجھ اور تاویل کا علم عطا فرما۔

ایک روایت ہے "اللھم علمه الحکمة" یا اللہ ان کو حکمت سکھا دے۔

چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو کثرت علم کی وجہ سے بحر (سمندر) کہا جاتا تھا۔

---

1. سورۃ النصر آیت نمبر 1
2. صحیح بخاری، ج، ص، باب فضائل الصحابہ

ایک اور واقعہ

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور آپ سے آسمانوں اور زمین کے بارے میں پوچھنے لگا کہ ارشاد خداوندی ہے:

كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا [1]

وہ دونوں (آسمان اور زمین) بند تھے تو ہم نے انہیں کھولا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو پھر واپس آکر مجھے بتاؤ وہ گیا اور اس نے ان سے پوچھا انہوں نے فرمایا

آسمان جڑے ہوئے تھے ان سے بارش نہیں اترتی تھی اور زمین بھی بند تھی اس سے سبزی نہیں اگتی تھی پس یہ (آسمان) بارش کے ساتھ کھل گئے اور یہ (زمین) سبزی اگنے کے ساتھ کھل گئی۔

وہ شخص حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور آپ کو یہ بات بتائی نہوں نے فرمایا میں کہا کرتا تھا کہ کونسی چیز ہے جو مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر قرآن پر جرات کے سلسلے میں تعجب میں ڈالتی ہے اب مجھے معلوم ہوا کہ ان کو علم دیا گیا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام سے فرمایا تمہارے خیال میں یہ (درج ذیل) آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

أَيَوَدُّ أَحَدُكُمْ أَن تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ مِّن نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ [2]

کیا تم میں کوئی اسے پسند رکھے گا کہ اس کے پاس ایک باغ ہو کھجوروں اور انگوروں کا

حاضرین نے عرض کیا اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔

(اس پر) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا اور آپ نے فرمایا کہو ہم جانتے ہیں یا (کہو) ہم نہیں جانتے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے دل میں ایک بات تھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے بھتیجے کہو اور اپنے نفس کو چھوٹا نہ جانو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ایک عمل کی مثال دی گئی ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا کس عمل کی مثال؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا ایک ایسے مالدار شخص کی مثال جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتا ہے پھر شیطان اسے گناہوں کی ترغیب دیتا ہے حتیٰ کہ اس کے اعمال کو غرق کر دیتا ہے۔

یہ اور اس طرح کی کئی مثالیں ہیں جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے علمی مقام اور آپ کے روشن فہم پر دلالت کرتی ہیں جو آپ

---

[1] سورۃ انبیاء آیت 30 (کی ایک جز)

[2] سورۃ بقرہ آیت نمبر 266

کونوعمری سے حاصل تھا اسی لئے آپ عمر رسیدہ اور جلیل القدر صحابہ کرام کی صف میں شامل ہوئے اور آپ کو امت کا پیشوا کہا جانے لگا جس پر خود صحابہ کرام نے گواہی دی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شیوخ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے وہ شیوخ جن سے آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اپنی علمی پیاس بجھائی اور ان حضرات کا علمی اور ثقافتی اثر ظاہر تھا وہ حضرت عمر بن خطاب، حضرت ابی بن کعب، حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم ہیں۔

اور یہ پانچ شخصیات آپ کے شیوخ میں اہم ترین شخصیات ہیں جن سے آپ نے زیادہ علم اور اپنی ثقافت کا بڑا حصہ حاصل کیا اور ان حضرات کا آپ کے اس دقیق علم پر اثر تھا۔ (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور چار صحابہ کرام کل پانچ ہیں)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تابعین کی ایک بہت بڑی تعداد نے علم حاصل کیا اور آپ کے مشہور ترین شاگرد جنہوں نے آپ کی تفسیر اور عزیز علم نقل کیا وہ حضرت سعید بن جبیر، حضرت مجاہد بن جبیر الخزرمی، حضرت طاؤس بن کیسان یمانی، آپ کے آزاد کردہ غلام حضرت عکرمہ حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہم تھے۔

یہ آپ کے وہ معروف شاگرد تھے جنہوں نے تفسیر سے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فکر کو نقل کر کے ہم تک پہنچایا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

نامور صحابہ کرام جو تفسیر میں مشہور ہوئے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آثار (احادیث) اور اقوال ہمارے لئے نقل کئے ان میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔

آپ اسلام کی طرف سبقت کرنے والوں میں سے تھے کہ اعلان نبوت کے چھٹے سال روئے زمین پر ان (حضرات) کے علاوہ کوئی مسلمان نہیں تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم تھے آپ کو نعلین مبارک پہناتے آپ کے ساتھ اور آگے چلتے اسی نبوی خدمت کی وجہ سے آپ بہترین ثقافت اور ادب کے مالک تھے۔

اسی وجہ سے لوگ آپ کو اللہ تعالیٰ کی کتاب اس کے محکم، متشابہ اور حلال وحرام کا تمام صحابہ میں زیادہ علم والا شمار کرتے تھے۔

حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے تفسیر کے بارے میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں زیادہ روایات مروی ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا آپ فرماتے ہیں:
اس ذات کی قسم! جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کی جو سورت بھی نازل ہوئی مجھے اس کے بارے میں علم ہے کہ وہ کہاں نازل ہوئی۔

اور میں ہر نازل ہونے والی سورت کے بارے میں جانتا ہوں کہ وہ کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

اور اگر مجھے معلوم ہو کہ کوئی شخص کتاب اللہ کے بارے میں مجھ سے زیادہ جانتا ہے اور اونٹ مجھے وہاں تک لے جا سکے تو میں اس کی طرف سوار ہو کر جاؤں گا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بے شمار تابعین نے روایات نقل کی ہیں۔

سوالات

1۔ قرآن پاک کی تفسیر کی وجہ بتائیے؟

2۔ تفسیر اور تاویل کا فرق دونوں کی تعریف کے ساتھ واضح کریں؟

3۔ تفسیر کی تین قسموں کے نام اور اختصار کے ساتھ ان کی توضیح بیان کریں؟

4۔ صحابہ کرام کی تفسیر کی وضاحت کریں؟

5۔ تفسیر میں ضعیف روایات کے اسباب کیا ہیں؟

6۔ تفسیر بالماثور کے بارے میں مناہل العرفان میں مذکور کلام کی وضاحت کریں؟

7۔ چند مشہور صحابی مفسرین کے اسماء گرامی اور مختصر تعارف پیش کریں؟

8۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بطور مفسر عظمت کو دلائل کی روشنی میں واضح کریں؟

چھٹی فصل

تابعین مفسرین

جب تابعین مفسرین کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کی بہت زیادہ کثرت کا اعتبار کیا جاتا ہے اور وہ گنتی میں صحابہ کرام (مفسرین) سے زیادہ ہیں کیونکہ جو صحابہ کرام تفسیر میں مشہور ہوئے وہ دس سے زیادہ نہیں ہیں جس طرح امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے الاتقان میں ذکر کیا ہے اور اس سے پہلے ان ناموں کا ذکر ہو چکا ہے اور ہم نے ان میں سے مشہور (مفسرین) کا کچھ تعارف پیش کیا ہے۔

لیکن تابعین میں مفسرین کی تعداد زیادہ ہے اور ان کو وسیع شہرت حاصل ہے اور ان میں کچھ نابغہ روزگار شخصیات ہیں جنہوں نے کتاب اللہ کی تفسیر کا بہت زیادہ اہتمام کیا ہے اور مفسرین نے ان سے ان کی بڑی آراء نقل کی ہیں۔

یہ مفسرین تین طبقات میں تقسیم ہیں۔

1۔طبقہ اہل مکہ 2۔طبقہ اہل مدینہ 3۔طبقہ اہل عراق

پہلا طبقہ

یہ طبقہ اہل مکہ میں سے ہے انہوں نے اپنے علوم شیخ المفسرین سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے حاصل کئے

حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن تیمیہ سے نقل کیا کہ:

تفسیر کا زیادہ علم رکھنے والے اہل مکہ ہیں کیونکہ وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد ہیں اور ان میں ایک بہت بڑی تعداد مشہور ہوئی ہے اور ان میں چند شخصیات ظاہر ہیں جن کے سردار حضرت مجاہد حضرت عطاء، حضرت عکرمہ، حضرت طاوس، حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہم ہیں۔

ہم عنقریب ان نامور علماء کرام کا مختصر تعارف پیش کریں گے۔

حضرت مجاہد بن جبر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مجاہد رحمہ اللہ 21ھ میں پیدا ہوئے اور 103ھ میں آپ کا وصال ہوا آپ کا اسم گرامی "مجاہد بن جبیر" اور کنیت "ابوالحجاج مکی" ہے آپ علماء تفسیر میں مشہور ترین تھے امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے بارے میں فرمایا:

وہ قراء اور مفسرین کے شیخ تھے اس میں کوئی اختلاف نہیں انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تفسیر حاصل کی۔[1]

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے خاص شاگردوں اور آپ سے روایت کرنے والوں میں سے سب سے

---

1 اعلام ج6 ص61

زیادہ قابل اعتماد تھے اسی لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ زیادہ اعتماد ان کی تفسیر پر کرتے ہیں جس طرح بہت سے مفسرین ان کی روایت پر اعتماد کرتے ہیں آپ سفر کرتے رہے پھر کوفہ میں رہائش اختیار کر لی۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ بھی تعجب خیز چیز کے بارے میں سنتے تو جا کر اسے دیکھتے تھے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ قرآن پاک کی تفسیر اپنے بزرگ شیخ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حاصل کی اور آپ نے قرآن پاک کی قراۃ فہم وتدبر کے ساتھ کی آپ ہر قرآنی آیت پر وقف کرتے اور اس کے معنی کے بارے میں پوچھتے اور اس کے اسرار کے بارے میں بھی سوال کرتے حضرت فضیل ابن میمون رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا۔

میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے قرآن پاک تین مرتبہ پڑھا میں اس کی ہر آیت پر ٹھہر جاتا اور اس کے بارے میں ان سے پوچھتا کہ کس سلسلے میں نازل ہوئی اور کب نازل ہوئی؟

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ عنہ کا اپنے شیخ کے سامنے قرآن پاک پیش کرنا (پڑھنا) اس کی تفسیر، اس کے اسرار اور باریک باتوں کی معرفت، اس کی حکمتوں اور احکام کا مفہوم طلب کرنے کے لئے تھا اسی لئے حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

جب تمہارے پاس تفسیر حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے آئے تو وہ تمہارے لئے کافی ہے یعنی یہ تفسیر کافی ہے اور دیگر تفاسیر سے بے نیاز کر دیتی ہے جب اس کے راوی حضرت امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ ہوں۔

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ

حضرت عطا بن ابی رباح رحمہ اللہ 27ھ میں پیدا ہوئے اور 114ھ میں آپ کا وصال ہوا آپ نے مکہ مکرمہ میں پرورش پائی۔

اور آپ مکہ والوں کے مفتی اور محدث تھے آپ تابعی تھے اور بڑے بڑے فقہاء میں آپ کا شمار ہوتا تھا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرنے میں آپ مضبوط اور معتمد تھے۔[1]

ان کے بارے میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان (بن ثابت) رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے افضل شخص سے ملاقات نہیں کی۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

تابعین میں سے زیادہ علم والے چار حضرات ہیں۔ ان میں سے عطاء بن ابی رباح مناسک (حج کے احکام) کا سب سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ تفسیر کے سب سے زیادہ علم والے ہیں۔

آپ کا وصال مکہ مکرمہ میں ہوا اور وہاں ہی آپ کی تدفین ہوئی اس وقت آپ (87) ستاسی سال کے تھے۔

---

[1] الاعلام للزرکل ج5 ص29

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ 25ھ میں پیدا ہوئے اور 105ھ میں آپ کا وصال ہوا ان کے بارے میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ قرآن پاک کا زیادہ علم رکھنے والا کوئی باقی نہیں رہا اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام تھے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے علم حاصل کیا اور آپ سے ہی قرآن وسنت کی تعلیم حاصل کی آپ فرماتے تھے میں قرآن پاک کے بارے میں تم سے جو کچھ بیان کروں وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

"کتاب الاعلام" میں آپ کی تعریف میں یوں کہا گیا ہے عکرمہ بن عبد اللہ البربری المدنی ابو عبد اللہ مولیٰ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تابعی تھے آپ تفسیر اور مغازی کے بارے میں سب لوگوں سے زیادہ علم رکھتے تھے۔ اور آپ نے مختلف شہروں کی سیاحت کی۔

آپ سے تقریباً تین سو افراد نے روایت کی ہے ان میں ستر سے زیادہ تابعی تھے آپ مغربی شہروں کی طرف تشریف لے گئے اور وہاں کے رہنے والوں سے علم حاصل کیا پھر واپس مدینہ منورہ تشریف لائے۔

امیر مدینہ نے آپ کو طلب کیا تو آپ اس سے چھپ گئے حتیٰ کہ آپ کا انتقال ہو گیا مدینہ طیبہ میں آپ کی وفات اور مشہور شاعر کثیر عزّہ کی وفات ایک ہی دن ہوئی پس کہا گیا "مات اعلم الناس واشعر الناس" کہ لوگوں میں سب سے زیادہ علم والا اور لوگوں میں سے سب سے بڑا شاعر انتقال کر گیا۔[1]

حضرت طاؤس بن کیسان یمانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت طاؤس بن کیسان یمانی 33ھ میں پیدا ہوئے اور 106ھ میں آپ کا وصال ہوا آپ کا نام طاوس بن کیسان یمانی ہے آپ قرآن پاک کی تفسیر کے ساتھ مشہور ہوئے آپ حفظ، عمدہ رائے اور ذکاوت میں ایک نشان تھے نیز تقوی، فقر اور نیکی میں بھی علامت تھے آپ نے پچاس صحابہ کرام کو پایا اور بے شمار لوگوں نے آپ سے علم حاصل کیا آپ عابد اور زاہد تھے روایات میں ہے کہ آپ نے چالیس مرتبہ بیت اللہ شریف کا حج کیا اور آپ مستجاب الدعوات تھے۔

آپ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

میں حضرت طاؤس کو اہل جنت میں خیال کرتا ہوں۔

"الاعلام" کتاب میں آپ کے بارے میں اس طرح آیا ہے:

طاؤس بن کیسان خولانی ہمدانی ابو عبد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ دین کی سمجھ اور روایت حدیث میں اکابر تابعین میں سے تھے لیکن

---

1 الاعلام للزرکلی جلد 5 ص 430

تنگدستی کی زندگی گزار رہے تھے خلفاء اور بادشاہوں کو وعظ ونصیحت کرنے کی جرات رکھتے تھے آپ اصلاً فارسی تھے آپ کی ولادت اور پرورش یمن میں ہوئی اور حج کے دوران مزدلفہ میں آپ کا انتقال ہوا۔

اسی سال ھشام بن عبد الملک نے بھی حج کیا اور آپ کی نماز جنازہ پڑھائی حضرت طاؤس رحمہ اللہ بادشاہوں اور امراء کے قریب جانے سے انکار فرماتے تھے ابن عیینہ کہتے ہیں۔

تین شخص بادشاہوں سے دور رہتے تھے:

1۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ

2۔ حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ

3۔ اور حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت 45ھ میں اور وفات 94ھ میں ہوئی آپ علم وتقویٰ کے اعتبار سے اکابر تابعین میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ قرآن پاک کی تفسیر کے ساتھ مشہور تھے اور آپ بلند پہاڑ اور روشن علم تھے، آپ کے علم کو کئی لوگوں نے نقل کیا اور کئی سوار آپ کے ذکر کے ساتھ چلے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

تفسیر چار افراد سے حاصل کرو حضرت سعید بن جبیر، حضرت مجاہد، حضرت عکرمہ اور حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہم۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ ان حضرات میں تفسیر کے سب سے بڑے عالم تھے"

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ حافظہ میں ایک علامت تھے جو سنتے یاد کر لیتے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کے حافظے کی گواہی دی ہے حتیٰ کہ آپ نے ان سے فرمایا:

دیکھو تم مجھ سے کیسے روایت کرتے ہو تم نے مجھ سے بے شمار احادیث روایت کی ہیں۔

جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بینائی چلی گئی تو اس کے بعد کوفہ والے آپ کے پاس آکر کوئی بات پوچھتے تو آپ فرماتے تم مجھ سے پوچھتے ہو اور تم میں ابن ام دھماء یعنی سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ موجود ہیں۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ عابد اور زاہد تھے دو راتوں میں قرآن پاک ختم کرتے ایک مرتبہ تو آپ نے کعبہ شریف (حرم شریف) میں ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھا۔

الاعلام (کتاب) میں آپ کا تعارف اس طرح کرایا گیا ہے۔

ابو عبد اللہ سعید بن جبیر اسدی کوفی رضی اللہ عنہ تابعی تھے اور آپ مطلقاً ان لوگوں سے سب سے زیادہ علم والے تھے اور آپ

---

1 الاعلام ج3 ص322

"حبشی الاصل" تھے آپ نے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے علم حاصل کیا۔

جب عبدالرحمن بن اشعث نے عبدالملک بن مروان کے خلاف خروج کیا تو حضرت سعید بن جبیر ان (عبدالرحمن بن اشعث) کے ساتھ تھے جب عبدالرحمن کو شہید کیا گیا تو حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ چلے گئے اور خالد قسری نے آپ کو قابو کر کے حجاج کے پاس بھیجا اور اس نے آپ کو شہید کر دیا حجاج (بن یوسف) آپ کو سعید بن جبیر کی جگہ شقی بن کسیر کہا کرتا تھا

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حجاج نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور زمین کا ہر باشندہ آپ کے علم کا محتاج تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ جب حجاج نے آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو جلاد سے کہا اسے لے جاؤ اور اس کی گردن مار دو۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا مجھے دو رکعتیں پڑھنے کی اجازت دو حجاج نے پوچھا کیا کہہ رہے ہیں۔

اس نے کہا نماز کا ارادہ رکھتے ہیں اس نے انکار کر دیا مگر یہ کہ مشرق یعنی عیسائیوں کے قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھیں۔

پھر حکم دیا کہ ان کی گردن مار دو اور ان کا چہرہ غیر قبلہ کی طرف پھیر دو ان لوگوں نے آپ کا چہرہ پھیرا تو اس وقت حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی:

فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ [1]

تم جدھر منہ کرو ادھر خدا کی رحمت تمہاری طرف متوجہ ہے۔

پھر آپ کی گردن ماری گئی اور آپ بار بار لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے تھے اور آپ کا بے گناہ پاکیزہ نفس اپنے رب کے ہاں حاضر ہو گیا جو حجاج کے ظلم کی شکایت کر رہا تھا آپ نے اپنے عقیدے اور اپنے دین کے راستے میں نفس کی سخاوت کی اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی وسیع جنتوں میں جگہ عطا فرمائے۔ [2]

طبقہ اہل مدینہ

مدینہ طیبہ کے تابعین مفسرین کی جماعت میں کئی مفسرین مشہور ہیں جن میں محمد بن کعب قرظی، ابو العالیہ الریاحی اور زید بن اسلم رضی اللہ عنہم سرکردہ شخصیات ہیں۔

ہم ان تینوں شخصیات کا ذکر کرتے ہیں جو اہل مدینہ میں سے تفسیر کے ساتھ مشہور ہیں اور علوم صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کو نقل کرنے میں ان کا بہت بڑا اثر ہے چاہے وہ فقہ میں ہو یا حدیث یا تفسیر میں ہو اگرچہ وہاں ان کے علاوہ بھی تابعین میں سے مشہور شخصیات ہیں لیکن ان حضرات کی شہرت زیادہ وسیع اور ان کا اثر زیادہ ظاہر ہے

---

[1] سورۃ بقرہ آیت نمبر 115

[2] طبقات کبریٰ لابن سعد جلد 6 ص 257

حضرت محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف "تہذیب التہذیب" میں اس طرح آیا ہے:

محمد بن کعب قرظی، ابوحمزہ، مدنی، قبیلہ اوس کے حلیفوں میں سے تھے آپ کوفہ میں رہائش پذیر ہوئے پھر مدینہ طیبہ چلے گئے آپ نے صحابہ کرام کی بہت بڑی جماعت خصوصاً حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایات نقل کی ہیں۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ آپ ثقہ (مضبوط) عالم تھے آپ کے پاس بے شمار احادیث تھیں اور متقی صالح شخصیت تھے۔

حضرت عون بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میں نے آپ (محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ عنہ) سے بڑھ کر قرآن پاک کی تاویل کا عالم نہیں دیکھا حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے نام قرظی کی وجہ تسمیہ یوں ذکر کی ہے کہ آپ کے والدان لوگوں میں سے تھے جن کی (داڑھی کے) بال قریظہ کے دن اگے نہیں تھے تو ان کو چھوڑ دیا گیا اس کی تفصیل یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنوقریظہ کے مردوں کو قتل کرنے کا حکم دیا جب انہوں نے وعدوں کی خلاف ورزی کی اور حضور علیہ السلام سے دھوکہ کیا تو آپ نے ان کے لڑنے والوں کو قتل کرنے کا حکم دیا اور بچوں اور عورتوں کو چھوڑ دیا۔

حضرت محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ علم اور فقہ میں اہل مدینہ کے فاضل لوگوں میں سے تھے آپ مسجد میں حدیث بیان کر رہے تھے کہ آپ پر اور آپ کے شاگردوں پر چھت گر گئی تو آپ اس ملبہ کے نیچے آ کر شہید ہو گئے اور یہ 117ھ کا واقعہ ہے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور ان کو راضی رکھے۔

حضرت ابوالعالیہ الریاحی رضی اللہ عنہ

آپ کا اسم گرامی "رفیع بن مہران" اور کنیت "ابو العالیہ" ہے آپ "بنو ریاح" (قبیلہ) کی ایک خاتون کے غلام تھے آپ ثقہ تابعی ہیں جن کا تعلق بصرہ سے ہے آپ فقہ اور تفسیر میں مشہور ہو گئے۔

آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زیارت کی اور حضرت ابی بن کعب اور ان کے علاوہ (صحابہ کرام) سے قرآن پڑھا آپ کو حضرت عمر (فاروق) حضرت ابن مسعود، حضرت علی المرتضیٰ اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے (حدیث کی) سماعت حاصل تھی۔

آپ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے دس سال بعد قرآن پڑھا اور آپ ابتدائی عمر سے ہی علم میں رغبت رکھتے تھے اور اس طلب کے سامنے جھکتے تھے حتی کہ آپ اس میں مشہور ہوئے اور اپنے ہم عصر حضرات پر فوقیت لے گئے بالخصوص قرآن پاک کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آپ کو اپنے ساتھ چارپائی پر بٹھاتے اور

قریش نیچے ہوتے تھے اور آپ فرماتے تھے۔

علم اسی طرح عزت دار کی عزت کو بڑھاتا ہے اور غلاموں کو تختوں پر بٹھاتا ہے آپ نے اسی سال سے زائد عمر میں 93ھ میں وفات پائی اللہ ان سے راضی ہوا اور ان کو راضی رکھے۔

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ

آپ "زید بن اسلم عدوی" عمری ہیں آپ کی کنیت "ابو اسامہ" ہے آپ اہل مدینہ میں سے محدث اور فقیہ تھے اور حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے ایام خلافت میں ان کے ساتھ رہے۔

ولید بن یزید نے آپ کو کسی معاملہ میں فتویٰ حاصل کرنے کے لئے فقہائے مدینہ کی ایک جماعت کے ساتھ دمشق بلایا

آپ ثقہ تھے اور بہت زیادہ احادیث کے حامل تھے اور آپ کا حلقہ مسجد نبوی میں ہوتا تھا تفسیر میں آپ کی کتاب بھی ہے جسے آپ سے آپ کے صاحبزادے حضرت عبد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے آپ بارعب شخصیت کے مالک تھے ابن عجلان فرماتے ہیں:

میں جس قدر حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے خوف زدہ ہوتا تھا اس قدر مجھے کسی سے خوف نہیں آیا تھا۔

آپ نے ایک دن سند کے بغیر حدیث بیان کی تو ایک شخص نے پوچھا اے ابو اسامہ! یہ کس سے مروی ہے؟ انہوں نے فرمایا اے بھتیجے ہم بیوقوف لوگوں کے پاس نہیں بیٹھتے۔

مسجد نبوی میں آپ کا بہت بڑا حلقہ (حلقہ درس) تھا اور حضرت علی بن حسین (امام زین العابدین رضی اللہ عنہما) آپ کے پاس بیٹھتے اور غور سے سنتے اور اپنی قوم کی مجالس کو ترک کر دیتے اس سلسلے میں آپ سے پوچھا گیا کہ آپ اپنی قوم کی مجالس کو ترک کر کے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے غلام کے پاس آتے ہیں (آپ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے)

تو حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

آدمی اس کے پاس بیٹھتا ہے جو اسے اس کے دین میں نفع دے حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ نے 136ھ میں مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔

طبقہ اہل عراق

ان میں سے ایک خاصی تعداد تفسیر میں مشہور ہوئی جن کے سرخیل حضرت حسن بصری، حضرت مسروق بن اجدع، حضرت قتادہ ابن دعامہ، حضرت عطاء بن ابی مسلم خراسانی اور حضرت مرہ ہمدانی (رضی اللہ عنہم) تھے۔

ہم ان عظیم شخصیات کا مختصر سوانحی تعارف پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہیں۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

حسن بن یسار بصری رضی اللہ عنہ، بصرہ والوں کے امام اور اپنے زمانے کے لوگوں کے پیشوا تھے آپ کی کنیت "ابوسعید" ہے اور آپ علماء فصحاء شجاع اور زاہدین میں سے ایک تھے آپ کی پیدائش مدینہ منورہ میں ہوئی اور آپ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے زیر سایہ پروان چڑھے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں والی خراسان ربیع بن زیاد کے مطالبہ پر آپ بصرہ میں سکونت پذیر ہوئے لوگوں کے دلوں میں آپ کی ہیبت بہت زیادہ تھی اور حکمرانوں کے پاس تشریف لے جاتے اور ان کو (اچھے کاموں کا) حکم دیتے اور (برے کاموں سے) روکتے اور حق کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے ڈرتے نہیں تھے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سو صحابہ کرام کی زیارت کی ہے آپ بصرہ والوں میں سب سے زیادہ فصیح، عبادت گزار اور فقیہ تھے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کا کلام انبیا کرام علیہم السلام کے کلام کے مشابہ تھا اور آپ کی سیرت صحابہ کرام کی سیرت کے زیادہ قریب تھی آپ انتہائی درجہ کے فصیح تھے اور آپ کی زبان مبارک سے حکمت موسلا دھار بارش کی طرح برستی تھی۔

ایوب نے کہا کہ میری آنکھوں نے کبھی بھی ایسا شخص نہیں دیکھا جو حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے بڑا فقیہ ہو آپ حکمت کی باتیں سنتے محفوظ رکھتے پھر ان کے ذریعے گفتگو فرماتے تھے۔

جب آپ وعظ فرماتے تو حاضرین کو رلا دیتے گویا وہ آخرت میں ہیں اور وہاں سے واپس آئے ہیں اور وہ باتیں بتا رہے ہیں جو آپ نے دیکھی ہیں اور ان کا معائنہ کیا ہے اسی لئے آپ وعظ میں مشہور تھے

آپ نرم دل اور فصیح اللسان تھے اور آپ احادیث نبوی بیان کرتے تھے۔

اور جب آپ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کوئی حدیث روایت کرتے تو حجاج (بن یوسف) کی طرف سے گرفت کے خوف سے آپ کا ذکر نہ کرتے (یہ آپ کی حکمت عملی تھی)

حضرت یونس بن عبید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میں نے حضرت حسن بصری سے سوال کرتے ہوئے پوچھا اے ابوسعید! آپ فرماتے ہیں قال رسول اللہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا) اور آپ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں پایا؟ آپ نے فرمایا اے بھتیجے! تم نے مجھ سے ایسی بات پوچھی ہے کہ تم سے پہلے اس کے بارے میں مجھ سے کسی نے نہیں پوچھا اگر میرے نزدیک تمہارا مرتبہ نہ ہوتا میں تجھے خبر نہ دیتا تم دیکھتے ہو کہ میں کس زمانے میں ہوں اور آپ حجاج کے دور میں تھے۔

تم مجھ سے جو کچھ سنتے ہو کہ میں کہتا ہوں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

لیکن میں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا ذکر کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ [1]

جب حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ میں اس کام (خلافت) کی آزمائش میں ڈال دیا گیا ہوں تو میرے لئے کچھ مددگار تلاش کریں تاکہ وہ اس کام میں میری مدد کریں تو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا جہاں تک دنیا پرستوں کا تعلق ہے تو آپ ان کا ارادہ نہیں رکھتے اور جو آخرت والے ہیں وہ آپ کا ارادہ نہیں رکھتے لہٰذا اپنے اس کام میں اپنے رب سے مدد طلب کریں 110ھ میں آپ کا وصال بصرہ میں ہوا اور اسی مقام پر آپ کو دفن کیا گیا اللہ تعالیٰ آپ پر وسیع رحمت فرمائے۔

حضرت مسروق بن اجدع رضی اللہ عنہ

حضرت مسروق بن اجدع ہمدانی کوفی رضی اللہ عنہ تابعی ہیں اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سے ہیں جنہوں نے ہمارے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ نقل کی ہے۔

آپ عابد فقیہ تھے آپ کی کنیت ابو عائشہ تھی اور آپ تفسیر میں مشہور تھے اور روایت حدیث میں مشہور رہتے۔

آپ کے والد یمن میں بڑے گھڑ سوار تھے اور حضرت عمر بن معدیکرب رضی اللہ عنہ آپ کے ماموں تھے آپ قاضی تو ہے لیکن آپ نے قضاء کا وظیفہ وصول نہیں کیا آپ قناعت پسند زاہد تھے اور اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی رہتے حالانکہ آپ اہل و عیال والے تھے۔

ایک دن آپ کی زوجہ آپ کے پاس آئیں اور کہا اے ابو عائشہ! آج آپ کے بچوں کے لئے کھانا نہیں ہے آپ مسکرائے پھر فرمایا اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ انہیں ضرور بضرور رزق عطا فرمائے گا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو وسیع رزق عطا فرمایا۔

آپ کے بارے میں منقول ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے آپ کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے پوچھا آپ کا نام کیا ہے؟ عرض کیا "مسروق بن اجدع" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اجدع" شیطان کا نام ہے آپ مسروق بن عبد الرحمن ہیں۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ حضرت علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سے کسی کو حضرت مسروق رضی اللہ عنہ پر مقدم قرار نہیں دیتا انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما سے ملاقات کی ہے۔

آپ اپنے تین بھائیوں کے ساتھ جنگ قادسیہ میں شریک ہوئے وہ تینوں قادسیہ (کی جنگ) میں شہید ہو گئے اور حضرت مسروق رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے اور آپ کا ہاتھ شل ہو گیا۔

وعظ و نصیحت میں آپ کا نہایت ہی لطیف (عمدہ) طریقہ تھا۔ ایک دن آپ اپنے شاگردوں کے ہمراہ باہر نکلے اور آپ کو

---

[1] تہذیب التہذیب ج3 ص296

فہ میں ان کے ساتھ کوڑے کے ڈھیر پر کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ میں تمہیں دنیا نہ دکھاؤں یہی دنیا ہے لوگوں نے اسے کھا کر فنا کر دیا، پہن کر پرانا کر دیا سوار ہو کر کمزور کر دیا ان چیزوں میں انہوں نے ایک دوسرے کا خون بہایا اور ان چیزوں کے لئے حرام چیزوں کو حلال قرار دیا اور ان کے لئے انہوں نے رشتہ داری کا تعلق توڑ دیا۔[1]

ایک دن آپ سے ایک شعر کے بیت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا میں اپنے صحیفہ میں شعر کو ناپسند کرتا ہوں۔

حضرت قتادہ بن دعامہ رضی اللہ عنہ

آپ "ابو الخطاب قتادہ سدوسی بصری رضی اللہ عنہ ہیں 61 میں بصرہ میں پیدا ہوئے اور 117ھ میں پچپن سال کی عمر میں فوت ہوئے آپ نے حضرت انس بن مالک، حضرت سعید بن مسیب اور صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی ایک جماعت سے روایت کیا آپ کا حافظہ مضبوط تھا اور بہت زیادہ ذہین تھے۔

آپ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا میں کسی محدث سے یہ نہیں کہتا کہ دوبارہ بیان کیجئے میرے کان جو کچھ سنتے ہیں میرا دل اسے یاد کر لیتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور کئی دن تک ان سے سوالات کرتے رہے اور ان سے بہت زیادہ سوال کئے حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کیا وہ تمام باتیں جن کے بارے میں تم نے مجھ سے سوال کیا ان کو یاد کر لیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں! تو ان کو اس پر تعجب ہوا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے آپ سے فلاں چیز کے بارے میں پوچھا تو آپ نے اس کا یہ جواب دیا میں نے آپ سے فلاں چیز کے بارے میں پوچھا تو آپ نے اس کا جواب یہ دیا، حتی کہ انہوں نے ان کے سامنے وہ تمام باتیں بیان کر دیں جو ان سے سنی تھیں۔

تو حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا میرا خیال نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تم جیسا شخص پیدا کیا ہے۔

ایک بار آپ نے ان کے بارے میں فرمایا:

میرے پاس حضرت قتادہ سے زیادہ اچھا کوئی عراقی نہیں آیا ایک مرتبہ میں نے ان کے سامنے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا صحیفہ پڑھا تو انہوں نے اسے یاد کر لیا۔[2]

آپ پیدائشی طور پر نابینا تھے لیکن فوقیت رکھنے والی یادداشت اور ذہانت میں ایک علامت تھے، حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ان کا ذکر اور تعریف بہت زیادہ کرتے تھے اور آپ کے علم اور فقہ کو پھیلاتے تھے۔

---

1 تہذیب التہذیب ج 6 ص 82

2

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ تعبیر اور فقہ میں امام تھے لیکن آپ کی گرفت کی گئی کہ آپ ہر ایک سے علم لیتے تھے حتی کہ حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے بارے میں کہا کہ آپ رات بھر لکڑیاں جمع کرنے والے کی طرح ہیں۔ حضرت قتادہ بن دعامہ رضی اللہ عنہ کا انتقال بصرہ میں ہوا اور وہیں آپ کو دفن کیا گیا اس وقت آپ کی عمر پچپن سال تھی آپ کے وصال پر بصرہ والے رو پڑے۔

حضرت عطاء خراسانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حافظ اصبھانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ کی ولادت 50ھ میں اور وفات 135ھ ہوئی۔

آپ عطاء بن ابی مسلم خراسانی ہیں اور آپ کی کنیت ابوعثمان ہے آپ ثقہ (قابل اعتماد) نہایت سچے، عابد، زاہد، بہت زیادہ عبادت کرنے والے اور دنیا سے کٹ کر اللہ تعالیٰ کی طرف پھرنے والے تھے۔ آپ تہجد اور نماز کے ذریعے رات کو زندہ رکھتے تھے۔

حضرت عبدالرحمن بن یزید رحمۃ اللہ نے نقل کیا کہ آپ (حضرت عطاء) نماز کے ساتھ رات کو زندہ رکھتے اور جب رات کا تیسرا حصہ یا نصف گزر جاتا تو ہمیں آواز دیتے اے فلاں! اے فلاں! اٹھو اور وضو کر کے نماز پڑھو کیونکہ رات کا قیام اور دن کا روزہ (جہنم میں) پیپ پینے سے زیادہ آسان ہے۔[1]

آپ علم پھیلانے کو پسند کرتے تھے جب آپ اپنے کسی شاگرد کو نہ پاتے جس سے بیان کریں تو مسکین لوگوں کے پاس چلے جاتے اور ان سے بیان کرتے آپ کو اس بات کا خوف ہوتا کہ کہیں علم چھپانے والے کی سزا نہ ملے۔

آپ فقہ، حدیث اور تفسیر میں مشہور تھے اور انتہائی درجہ کے متقی اور زاہد تھے اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔

حضرت ھمذانی رضی اللہ عنہ

آپ مرہ بن شراحیل ہمذانی ہیں آپ نے کثیر تعداد میں صحابہ کرام کو پایا اور آپ کی کنیت ابو اسماعیل تھی اور آپ مرہ طبب اور مرۃ[2] الخیر کے لقب سے مشہور تھے۔

آپ کو یہ لقب آپ کی عبادت کی وجہ سے دیا گیا آپ عابد، متقی زاہد اور صالح تھے۔

حضرت عجلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں آپ ایک دن اور ایک رات میں پانچ سو رکعات پڑھتے تھے۔

آپ ثقہ تابعی تھے 76ھ میں آپ کا وصال ہوا اللہ تعالیٰ آپ کو وسیع رحمت عطا فرمائے اور آپ کو وسیع جنتوں میں جگہ عطا فرمائے۔[3]

---

۱ تہذیب الکمال للمزی ج4 ص569

۲ مرہ کڑوی چیز کو کہتے ہیں لہذا مرہ طیب کا معنی یہ ہے کہ اچھی کڑوی چیز اسی طرح مرہ خیبر کا بھی یہی مفہوم ہے 12 ہزاروی

خدمات تابعین

یہ (مندرجہ بالا) تابعین میں سے معروف مفسرین ہیں انہوں نے اپنے علم کو بڑھایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے معارف اسلامیہ حاصل کئے اللہ تعالیٰ ان سب پر راضی ہو۔

ان سے تبع تابعین اور بعد کے علماء نے علم حاصل کیا اس طرح اللہ تعالیٰ کے دین اس کی کتاب اس کے علوم و معارف کی حفاظت ہوئی وہ سلامت رہا اور کامل ہوا یہ طریقہ حصول علم اور دوسروں تک پہنچانے کا طریقہ ہے جو گروہ در گروہ (یعنی نسل در نسل) چلتا رہا۔

اور یہ اس ارشاد خداوندی کا مصداق ہے:

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ[1]

بے شک ہم نے اس قرآن کو اتارا اور بے شک ہم اس کے نگہبان ہیں

اس سلسلے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو خبر دی تو آپ کی تصدیق ہوئی آپ نے فرمایا:

تمام پچھلے لوگوں میں سے عادل لوگ علم حاصل کریں گے اور اس میں حد سے بڑھنے والوں کی تحریف (دین میں تبدیلی) اہل باطل کے باطل کو اختیار کرنے اور جاہلوں کی تاویل کو دور کریں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اس طرح ان معروف شخصیات اور قابل اعتماد فاضلین کے ذریعے اپنی کتاب کی حفاظت فرمائی جنہوں نے اپنی کوشش کو علم اور دین کی خدمت کے لئے وقف کیا۔

پس اللہ تعالیٰ ان کو اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے بہتر جزاء عطا فرمائے اور اپنی کشادہ جنتوں میں ٹھکانہ عطا فرمائے۔ آمین۔

آگاہی

تابعین کی تفسیر میں اس بات کا خیال رکھا جائے کہ ان کے اقوال میں بعض اسرائیلی روایات داخل ہوگئی ہیں اور صحیح، غلط کے ساتھ مل گئی ہیں اور ان کی زبان سے بعض ایسی باتیں منقول ہوئی ہیں جو ثابت نہیں ہیں لہٰذا ان کے اقوال نقل کرتے وقت اس بات سے خبردار رہنا چاہئے کہ ان میں صحیح اقوال کون سے ہیں؟ اور انسان ان مراجع کی طرف رجوع کرے جو کتب تفسیر میں سے قابل اعتماد ہیں جس طرح "تفسیر ابن جریر" اور اس کے علاوہ جن تفاسیر پر اعتماد کی جا سکتا ہے۔

حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الاتقان" میں تابعین میں سے معروف ترین مفسرین کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

یہ قدیم مفسرین ہیں انہوں نے اپنے اکثر اقوال صحابہ کرام سے حاصل کئے ان کے بعد جو تفاسیر لکھی گئیں ان میں صحابہ کرام اور تابعین کے اقوال جمع ہیں جس طرح حضرت سفیان بن عیینہ، وکیع بن جراح، شعبہ بن حجاج، یزید بن ہارون اور دوسرے مفسرین رحمہم اللہ۔

پھر ان کے بعد ابن جریر طبری آئے اور ان کی کتاب تمام تفاسیر میں سے بڑی اور عظیم ہے۔[2]

---

[1] سورۃ حجر آیت نمبر 9

[2] الاتقان جلد 2 ص 190

سوالات

1۔تابعین مفسرین کو تین طبقاب میں تقسیم کیا گیا ان کی وضاحت کریں؟

2۔اہل مکہ کے معروف تابعین مفسرین کون کون سے ہیں؟

3۔اہل مدینہ کے معروف تابعین مفسرین کون کون سے ہیں؟

4۔اہل عراق میں سے معروف تابعین مفسرین کون کون سے ہیں؟

5۔حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق کس طبقہ سے ہے؟ نیز ان کی شخصیت کے بارے میں چند سطور لکھیں۔

ساتویں فصل

اعجاز قرآن

درس قرآن کا اہتمام

انسانی تاریخ میں یہ بات نایاب ہے کہ امتوں میں سے کسی امت نے اپنی آسمانی کتاب کا اس قدر اہتمام کیا ہو جس قدر اس امت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) نے اہتمام کیا ہے اور ہم نے کسی مقدس کتاب کے بارے میں نہیں سنا جس نے حفظ، رعایت اور بڑائی اس قدر حاصل کی ہو جس طرح اس کتاب مجید نے حاصل کی ہے۔

یہ کتاب (قرآن پاک) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دائمی معجزہ ہے موثر دلیل اور تمام لوگوں کی طرف دعوت ہے اور قرآن عظیم کا اس بلند مقام کو حاصل کرنا اور مسلمانوں کی طرف اس بزرگ مرتبے کو پانا تعجب خیز نہیں کیونکہ اس مقدس کتاب کے نزول سے جو واقعات موافق ہوئے انہوں نے اس کو اس طرح بنادیا کہ اس کتاب کو تمام کتابوں میں اولیت حاصل ہوگئی۔

اور انبیاء کرام علیہم السلام ہدایت، اصلاح اور تعلیم وتربیت، بلندی اور قوانین (کا نظام) لے کر تشریف لائے اس نے ان تمام پر فوقیت حاصل کی کسی شاعر نے نہایت اچھی بات کہی ہے:

اللہ اکبر ان دین محمد وکتابه اهدی واقوم قیلا
لا تذکروا الکتب السوالف عنده طلع الصباح فاطفئی القندیلا

اللہ سب سے بڑا ہے بے شک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین اور آپ کی کتاب میں سب سے زیادہ ہدایت ہے اور نہایت مضبوط کلام ہے اس کے پاس گزشتہ کتب کا ذکر نہ کرو صبح طلوع ہوئی اور اس نے قندیل (چراغ) کو بجھا دیا۔

قرآن مجید رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دائمی معجزہ ہے

اللہ تعالیٰ کی ازلی حکمت جاری ہے کہ وہ اپنے انبیاء کرام ورسل عظام علیہم السلام کی روشن معجزات واضح دلائل اور ظاہر حجتوں کے ساتھ تائید کرتا ہے جو ان کی صداقت پر دلالت کرتے ہیں اور یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ غالب اور قادر کی طرف سے بھیجے گئے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت بڑے معجزہ یعنی قرآن پاک کے ساتھ خاص کیا یہ ربانی نور اور آسمانی وحی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مبارک پر ڈالا یہ قرآن عربی زبان میں ہے اور اس میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں ہے۔ رات اور دن کی گھڑیوں میں لوگ اس کی تلاوت کرتے ہیں یہی وہ کتاب ہے جس نے کئی گروہوں کو عدم سے حیات عطا کی جو مردوں میں شمار ہوتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کے نور سے ان کو زندہ کیا، ان کی بہترین راستے کی طرف راہنمائی کی نیز ان کو (کفر وضلالت کی) پستی سے نکال کر بہترین امت بنادیا جو لوگوں کی بھلائی کے لئے پیدا کی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا

جب کہا:

أَوَ مَن كَانَ مَيتاً فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُوراً يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَن مَّثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا كَذَلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ [1]

اور کیا وہ جو مردہ تھا تو ہم نے اسے زندہ کیا اور اس کے لئے ایک نور کر دیا جس سے لوگوں میں چلتا ہے وہ اس جیسا ہو جائے گا جو اندھیروں میں ہے ان سے نکلنے والا نہیں۔ یونہی کافروں کی آنکھ میں ان کے اعمال بھلے کر دیئے ہیں۔

قرآن پاک نے قوموں کو زندہ کر کے ان کو جمع کیا اور کچھ گروہوں کو اکھٹا کیا کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اہل عرب جو اونٹ اور بکریاں چراتے تھے ان میں سے بعض کو مختلف گروہوں اور جماعتوں کا سردار بنا دیا ان کو دنیا کا مالک بنایا حتی کہ وہ دور دراز کی بستیوں کے حاکم بن گئے۔

اور یہ سب کچھ اس قرآن کی فضیلت کی وجہ سے حاصل ہوا جو سب نبیوں اور رسولوں میں سے آخری رسول اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے اسی سلسلے میں شعراء کے امیر نے کہا ہے:

اخوك عيسیٰ دعا ميتا فقام له

وانت احييت اجيالا من العدم

آپ کے بھائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے میت کو پکارا تو وہ آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور آپ نے کئی گروہوں کو عدم سے زندہ کیا جب کہ وہ معدوم ہو چکے گے سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات حسی تھے جو اس زمانے کے موافق تھے جس میں ان کو بھیجا گیا جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دست مبارک (کا روشن ہونا) اور عصا مبارک تھا (جو سانپ بن جاتا تھا) کیونکہ آپ اس زمانے میں مبعوث ہوئے جب جادو زیادہ اور مشہور تھا۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ مردوں کو زندہ کرنا مادرزاد اندھوں اور کوڑھ کے مریضوں کو تندرست کر دینا، اور بعض غیبوں کی خبر دینا تھا کیونکہ آپ اس زمانے میں مبعوث ہوئے جو طب اور حکمت کا زمانہ تھا اور اس میں بلند درجہ حکماء ظاہر ہوئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے پاس وہ (معجزات) لے کر تشریف لائے جن معجزات نے ان کو خوف زدہ اور عاجز کر دیا اور وہ بیماروں کو شفاء دینا، مردوں کو زندہ کرنا اور اندھوں گونگوں اور بہروں کو ٹھیک کر دینا تھا ارشاد خداوندی ہے:

وَأُبْرِئُ الأكْمَهَ والأَبْرَصَ وَأُحْيِي الْمَوْتَى بِإِذْنِ اللّهِ [2]

میں (مصنف) کہتا ہوں کہ جب سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات مادی اور حسی تھے تو حضرت محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ روحانی عقلی تھا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن پاک کے ساتھ خاص کیا تو وہ عقلی اور تمام زمانوں میں باقی رہنے والا

---

1 سورۃ انعام آیت نمبر 122

2 سورۃ آل عمران آیت نمبر 49

ہے تا کہ دلوں اور آنکھوں والے اسے دیکھ کر مستقبل اور موجودہ زمانے میں اس کی روشنی سے منور ہوں اور اس کی ہدایت سے نفع حاصل کریں۔ سید المرسلین سے (حدیث میں) آیا ہے آپ نے فرمایا:

ما من نبی من الانبیاء الا اعطی من الآیات ما مثله آمن علیه البشر وانما کان الذی اوتیته وحیا اوحاه الله الی فارجوان اکون اکثرهم تابعا[1]

ہر نبی کو ایسے معجزات دیئے گئے جن کی مثل پر انسان ایمان لایا اور مجھے وحی دی گئی جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی کی (یعنی قرآن پاک دیا) تو مجھے امید ہے کہ ان کے مقابلہ میں میرے اتباع کرنے والے زیادہ ہوں گے۔

ہاں! یہ آسمانی وحی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے امین نبی کے دل پر ڈالی تا کہ وہ تمام جہان والوں کے لئے روشنی اور رحمت بن جائے اور وہ اسلام کا دائمی معجزہ اور باقی رہنے والی حجت و دلیل ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت پر لوگوں کی زبانوں پر قائم ہے اور جو عظمت اسلام اور اس دین کے دائمی ہونے کا اعلان کرتی ہے۔

جب کہ حسی معجزات چلے گئے اور زمانے کے بدلنے سے گزر گئے اور ان انبیاء کرام علیہم السلام کے وصال کے بعد جو ان کو لے کر آئے تھے، ان کا وجود ختم ہو گیا اب ان کا وجود اور بیان صرف قرآن پاک میں ہے جس نے ان کے بارے میں خبر دی تو اسے پہلا اور پچھلا ہونے کے اعتبار سے ان پر بہت بڑی فضیلت حاصل ہے اللہ تعالیٰ شاعر کو جزائے خیر دے جب اس نے کہا:

جاء	النبیون	بالآیات	فانصرمت
وجئتنا	بکتاب	غیر	منصرم
آیاته	کلما	طال	المدی جدد
یزینهن	جمال	العتق	والقدم

انبیاء کرام معجزات لے کر آئے اور وہ معجزات ختم ہو گئے اور آپ ہمارے پاس نہ ختم ہونے والی کتاب لائے جوں جوں زمانہ طویل ہوتا جاتا ہے قرآن کی آیات میں جدت پیدا ہو جاتی ہے اور سابقہ انبیاء کرام کے معجزات کو ان کے پرانا اور قدیم ہونے کی وجہ سے زینت حاصل ہے آیات سے مراد معجزات ہیں یہ آیت کی جمع ہے جس کا معنی معجزہ ہے "انصرمت" کا معنی یہ ہے کہ ان انبیاء کرام علیہم السلام کے جانے کے ساتھ یہ بھی چلے گئے علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

یہاں ہم اس بات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ قرآن پاک جو بہت سے معجزات پر مشتمل ہے اور اس کے لئے دوام لکھا گیا ہے پس وہ زمانے کے گزرنے سے ختم نہیں ہوا اور نہ ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے ساتھ اس کا خاتمہ ہوا بلکہ وہ دنیا کی زبان پر قائم ہے۔ جو ہر جھٹلانے والے کے خلاف دلیل ہے اور ہر منکر کو (منہ توڑ) جواب دیتا ہے۔ اور کائنات کی تمام

---

1 صحیح بخاری

جماعتوں کو اپنے اندر پائی جانے والی ہدایت اسلام، اور انسانی خوش بختی کی طرف دعوت دیتا ہے اس بنیاد پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات اور آپ کے دیگر بھائیوں (یعنی) انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات میں بڑا فرق ظاہر ہو گیا پس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات صرف قرآن پاک میں کئی ہزار ہیں اور ان سے آج تک نفع حاصل ہو رہا ہے اور آج کے بعد بھی ہوگا جب تک اللہ تعالیٰ زمین اور جو کچھ اس پر ہے کا مالک رہے گا۔ (یعنی ہمیشہ)

لیکن دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات کی تعداد محدود تھی اور مدت کم تھی وہ ان کے زمانے کے ختم ہونے کے ساتھ ختم ہو گئے اور ان کے وصال کے ساتھ ان کا وجود مٹ گیا اور جو شخص آج ان کو طلب کرے گا تو صرف خبروں میں پائے گا اور ان پر صرف قرآن پاک کی گواہی ہی سلامت ہے اور یہ قرآن پاک ہے جو تمام رسولوں اور کتابوں پر احسان ہے اور ان تمام ادیان پر بھی جو صحیح (دین) ہیں ارشاد خداوندی ہے:

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا [1]

اے محبوب ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری اگلی کتابوں کی تصدیق فرمائی اور ان پر محافظ و گواہ۔

نیز ارشاد فرمایا:

آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ [2]

رسول ایمان لایا اس پر جو اس کے رب کے پاس سے اس پر اترا اور ایمان والے سب نے مانا اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو یہ کہتے ہوئے کہ ہم ایمان لانے میں کسی رسول میں فرق نہیں کرتے۔

لہٰذا سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ حسی نہیں تھا جو حس کو کھٹکھٹاتا اور نفسوں پر غلبہ حاصل کرتا وہ عصا نہیں تھا جو سانپ کی شکل میں بدل جاتا یا آگ جو ٹھنڈی اور سلامتی بن جاتی اس آگ کی طرح جس میں حضرت خلیل (ابراہیم علیہ السلام) کو ڈالا گیا یا اونٹنی جو ٹھوس (سخت) چٹان سے نکلتی اور اس کے لئے آواز ہوتی جس طرح حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی تھی یا کسی مریض کو شفا دیتے یا کسی نابینا کو ٹھیک کر دیتے جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کیا تھا۔

بلکہ یہ دائمی عقلی معجزہ ہے کیونکہ اس پر رسالتوں کا اختتام ہوا پس یہ اختتام زمانہ تک باقی رہنے والا ہے جیسے انسان باقی رہیں گے شیخ محمد بن بناء نے یوں کہا ہے:

جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر عادت کے خلاف امور ظاہر ہوئے اور وہ قرآن پاک کے علاوہ ہیں جیسے صحیح

---

[1] سورۃ مائدہ آیت نمبر 48۔

[2] سورۃ بقرہ آیت نمبر 285

احادیث میں آیا ہے تو حضور علیہ السلام نے ان کے ذریعے چیلنج نہیں کیا بلکہ آپ صرف قرآن پاک کے ذریعے چیلنج فرماتے تھے اسی لئے قرآن پاک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ معجزہ ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی تائید کرتا ہے اور آپ کی اتباع کرنے والے مومنوں کے دلوں میں چمکتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت جامع اور ہمیشہ کے لئے ہے کیونکہ اس سے تمام رسالتوں کا اختتام ہوا لہٰذا حکمت کا تقاضا تھا کہ آپ کا معجزہ آپ کی رسالت کے موافق ہوتا کیونکہ ہر نبی ایک خاص قوم کے لئے پیغام لے کر آیا اور بعد میں آنے والی رسالتوں کے ساتھ اس کا اختتام ہو گیا۔

اور یہ بات ممکن نہیں تھی کہ خاتم الانبیاء علیہ السلام کا معجزہ حسی ہوتا جسے وہ جماعت دیکھتی جس کے سامنے وہ واضح ہوتا اور جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رفیق اعلیٰ کے ہاں حاضر ہوتے (آپ کا وصال ہو جاتا) تو وہ محسوس معجزہ ختم ہو جاتا اور آپ کے بعد اسے کوئی نہ دیکھتا کیونکہ محسوس ہونے والے کے کام اس قسم کی رسالت اور اس کے دوام کے موافق نہیں ہوتے قرآن پاک تمام لوگوں کے لئے معجزہ ہے اسی لئے یہ سابقہ معجزات سے الگ قسم کا معجزہ ہے۔

اور یہ معجزہ بشریت کے مراحل مکمل ہونے اور فکر انسانی کے ترقی پانے کے بعد آیا کیونکہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت بشریت کے پاس اس وقت آئی جب انسانیت اپنی سمجھداری تک پہنچ گئی اور مجموعی طور پر عقل کو ترقی حاصل ہو گئی تو یہ معجزہ ہے جس کا ادراک عقل سے ہوتا ہے اور حس کی کسی قسم کا محتاج نہیں ہے۔

پس یہ (قرآن) دائمی معانی ہیں کہ انسان تمام گروہوں میں اس کی علامات کا ادراک کرتا ہے اور اس معجزہ کے ساتھ تمام لوگوں کو خطاب کیا جاتا ہے۔[1]

اعجاز قرآن کا معنی؟

لغت عربیہ میں اعجاز یہ ہے کہ کسی دوسرے کی طرف عجز (کمزوری) کی نسبت کی جائے ارشاد خداوندی ہے:

أَعَجَزْتُ أَنْ أَكُونَ مِثْلَ هَٰذَا الْغُرَابِ[2]

بولا ہائے خرابی میں اس کوے جیسا بھی نہ ہو سکا

اور معجزہ کو معجزہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ انسان اس کی مثل لانے سے عاجز ہے کیونکہ یہ ایسا کام ہے جو عادت کے خلاف ہے اور معروف اسباب کی حدود سے خارج ہے۔

اور اعجاز قرآن کا معنی یہ ہے:

انسان متفرق ہو یا اکھٹے ان کا قرآن پاک کی مثل لانے سے عجز ثابت کرنا ہے اعجاز قرآن کا مقصود یہ نہیں کہ وہ بشر کو عاجز

---

1. الکتاب والسنۃ لمحمد بناء ص 22
2. سورۃ المائدہ آیت نمبر 93

کر دیتا ہے یعنی اس میں ذاتی طور پر عجز پایا جاتا ہے یعنی ان کی اس طرح پہچان کرانا کہ وہ قرآن کی مثل نہیں لا سکتے کیونکہ یہ تو ہر عقل مند کے ہاں معلوم ہے بلکہ اس بات کو ظاہر کرنا مقصود ہے کہ یہ کتاب حق ہے اور اس کو لانے والے رسول سچے ہیں۔

تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات کی یہی حالت تھی جن کے مقابلے سے انسان عاجز تھے کہ ان کی غرض صرف انبیاء کرام کی صداقت کا اظہار تھا نیز اس بات کو ثابت کرنا تھا کہ وہ جو کچھ لے کر آئے ہیں وہ حکمت والی علم والی ذات کی طرف سے وحی ہے اور یہ اس ذات کا اتارا ہوا ہے جو معبود ہے قادر ہے اور وہ حضرات اللہ تعالیٰ کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور ان کا کام خبر دینا اور تبلیغ کرنا ہے۔

پس یہ معجزات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے اس کے بندوں کی طرف رسولوں اور انبیاء کرام علیہم السلام کی صداقت کی دلیل ہیں پس اللہ تعالیٰ ان معجزات کے واسطہ سے فرماتا ہے:

میرے بندے نے میری طرف سے جو کچھ پہنچایا اس میں وہ سچا ہے اور میں نے اسے بھیجا ہے کہ وہ ان تک یہ پیغام پہنچائے اور اس کے سچا ہونے کی دلیل یہ ہے کہ میں نے اس کے ہاتھ پر عادات کے خلاف ایسے کام جاری کئے کہ تم میں سے کوئی بھی اس کی مثل نہیں لا سکتا اور انسان کی قدرت میں نہیں ہے کہ وہ اس قسم کا عجیب کام جاری کر سکے تو اعجاز کا یہ معنیٰ ہے اور معجزہ کا مفہوم یہی ہے۔

معجزہ کب متحقق ہوتا ہے؟

معجزہ اس وقت متحقق ہوتا ہے جب یہ تین امور پائے جائیں:

اول:۔ چیلنج ہو یعنی مقابلہ اور ٹکراؤ کا مطالبہ کیا جائے۔

دوم:۔ جب چیلنج کو رد کرنے کے لئے دافع قائم ہو۔

سوم:۔ جب رکاوٹ کی نفی ہو (مانع موجود نہ ہو)

ہم بعض امور کو مثالوں کے ساتھ واضح کرتے ہیں:

1۔ یہ قرآن پاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے عرب والوں کو بالخصوص اور باقی سب لوگوں کو بالعموم چیلنج کیا کہ اسے ایک امی نبی لے کر آئے جو قراۃ و کتابت کو (بظاہر) مانتے نہیں تھے آپ نے نہ تو کسی مدرسہ میں پڑھا اور نہ ہی کسی بڑی یونیورسٹی سے اس کے علوم کو حاصل کیا اور آپ سے یہ بات بھی ثابت نہیں کہ آپ نے علوم و معارف کو بعض اتباع کرنے والے علماء یا اہل ثقافت وعرفان میں سے ماہر لوگوں سے حاصل کیا ہو آپ نے اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کے علماء سے ملاقات بھی نہیں کی کہ آپ سابقہ امتوں کی خبروں اور پہلے انبیاء کرام (علیہم السلام) کی خبروں پر مطلع ہوتے۔

آپ ان لوگوں کے پاس یہ کتاب مجید اس طرح لائے کہ ان کو چیلنج کیا اور وہ لوگ فصاحت کے امام اور بلاغت (کے

میدان) کے گھڑسوار تھے آپ نے ان کو مضبوط عبارات عمدہ لہجوں کے ساتھ جو عزیمت کو برانگیختہ کرتے ہیں اور مقابلے کی طرف دھکیلتے ہیں قرآن پاک کے مقابلہ کا مطالبہ کیا اور پورے قرآن کے مقابل سے اس کی مثل ایک سورت کے ساتھ مقابلہ کرنے کو چیلنج کیا اور اس سلسلے میں وہ سب لوگ متفق تھے۔

اور وہ اس چیلنج کا سامنا کرنے کی بجائے ایک عجز سے دوسرے عجز کی طرف اور ایک شکست سے دوسری شکست کی طرف منتقل ہو رہے تھے تو کیا اس میں اعجاز قرآن پر بہت بڑا گواہ اور دلیل نہیں ہے؟

چیلنج کرنے میں قرآن پاک کا اسلوب

قرآن پاک میں یہ چیلنج متعدد صورتوں اور مختلف اقسام کے اسلوب کے ساتھ آیا ہے جس نے عرب والوں کے وجود کو ہلا کر رکھ دیا اور یہ ان کو میدان کی طرف خوب کھینچ رہا تھا یہ چیلنج فائدہ مند گرفت میں لینے والے اسلوب میں آیا جس نے ان کے شعور کو قابو کر لیا اور اپنے سحر، جمال اور ایک چمک کے ساتھ ان کے دلوں پر غلبہ حاصل کر لیا۔

ان کو اس طرح چیلنج کیا کہ وہ قرآن کی مثل لائیں پس وہ عاجز آ گئے اور پیٹھ پھیر گئے حالانکہ وہ فصاحت کے سوار اور بیان کے بادشاہ تھے پھر یہ چیلنج اس قرآن کی مثل گھڑی گئی دس سورتوں تک اترا تو وہ اس سے کٹ گئے دور ہو گئے اور ان دس سورتوں کے لانے سے عاجز رہ گئے پھر ان کے ساتھ یہ چیلنج اس سے بھی آسان کر دیا گیا کہ وہ قرآن جیسی صرف ایک سورت لے آئیں لیکن ان میں سے کوئی ایک بھی میدان کی دوڑ کی طرف نہ بڑھا۔ اس طرح قرآن پاک نے ان پر عجز اور شکست کی مہر لگا دی اور امی نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ثابت ہو گیا کہ یہ قرآن پاک تمام جہانوں کے رب کا اتارا ہوا ہے ارشاد خداوندی ہے:

وَإِنَّهُ لَتَنزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ [1]

یہ تمام جہانوں کے رب کا اتارا ہوا ہے اسے روح الامین لے کر اترا، تمہارے دل پر کہ تم ڈر سناؤ۔ روشن عربی زبان میں۔

اور اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا جب یوں فرمایا:

قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ [2]

تم فرماؤ اسے پاکیزگی کی روح نے اتارا تمہارے رب کی طرف سے ٹھیک کہ اس سے ایمان والوں کو ثابت قدم کرے اور ہدایت اور بشارت مسلمانوں کو۔

---

1 سورۃ شعراء آیات 192 تا 195

2 سورۃ النحل آیت نمبر 102

چیلنج کی اقسام

قرآن پاک میں جو چیلنج آیا ہے اس کی دو قسمیں ہیں:

1۔ عام چیلنج 2۔ خاص چیلنج

پہلا چیلنج تمام مخلوق کو ہے جن میں فلسفی، دانشور علماء اور حکماء بھی شامل ہیں اور یہ چیلنج تمام انسانوں کو ہے اور اس میں کوئی استثنا نہیں یہ عربوں عجمیوں سفید رنگ والوں سیاہ فام لوگوں مومنوں اور کافروں سب کے لئے ہے اس چیلنج کو سورۃ اسراء میں غور سے سنو جس میں پکار پکار کر کہا گیا:

قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا[1]

تم فرماؤ اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کی مثل نہ لا سکیں گے اگرچہ ان میں سے ایک دوسرے کے مددگار ہوں۔

اور دوسرا چیلنج جو خاص ہے وہ خاص اہل عرب کے لئے ہے اور خاص الخاص کفار قریش کو کیا گیا ہے اس چیلنج کی بھی دو قسمیں ہیں۔

1۔ کلی چیلنج:۔ یہ پورے قرآن کے مقابلے کا چیلنج ہے اس کے احکام میں حسن و جمال میں بلاغت اور بیان میں۔

2۔ جزوی چیلنج:۔ یہ چیلنج قرآن پاک کی سورتوں میں سے کسی ایک سورت کی مثل لانے کا چیلنج ہے اگرچہ وہ سب سے چھوٹی سورت ہو جیسے سورۃ کوثر ہے پہلے کی مثال ارشاد خداوندی:

فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِينَ[2]

تو اس جیسی ایک بات تو لے آئیں اگر سچے ہیں۔

ان آیات کریمہ میں حدیث سے مراد قرآن کی مثل ہے یعنی ایسا قرآن لائیں جو اس (قرآن) کے مشابہ ہو جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لائے ہیں اور جس کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ اسے آپ نے اپنی طرف سے گھڑا ہے اور اپنا قول بنا کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا ہے۔

جیسے پورے قرآن کے مقابل لانے کا چیلنج سورۃ قصص میں کیا گیا ارشاد خداوندی ہے:

قُلْ فَأْتُوا بِكِتَابٍ مِّنْ عِندِ اللَّهِ هُوَ أَهْدَىٰ مِنْهُمَا أَتَّبِعْهُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ[3]

---

[1] سورۃ اسراء آیت نمبر 88

[2] سورۃ طور آیت نمبر 34

[3] سورۃ القصص آیت نمبر 49

تم فرماؤ تو اللہ کے پاس سے کوئی کتاب لے آؤ جو ان دونوں سے زیادہ ہدایت کی ہو میں اس کی پیروی کروں گا اگر تم سچے ہو۔

تو ان لوگوں سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ اس کتاب کریم کے علاوہ مکمل کتاب لائیں تو جب انہوں نے آپ کی دعوت (چیلنج) کا جواب نہ دیا تو وہ ہٹ دھرم ہیں اپنی خواہش کے پجاری ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے علاوہ راستے پر چل رہے ہیں۔

جزوی چیلنج سورہ ہود میں کیا گیا ارشاد باری تعالیٰ ہے:

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ فَإِن لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّمَا أُنزِلَ بِعِلْمِ اللَّهِ وَأَن لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَهَلْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ[1]

کیا یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اسے جی سے بنا لیا تم فرماؤ کہ تم ایسی بنائی ہوئی دس سورتیں لے آؤ اللہ کے سوا جو مل سکیں سب کو ملا لیں اگر تم سچے ہو تو اے مسلمانو اگر تمہاری اس بات کا جواب نہ دے سکیں تو سمجھ لو کہ اللہ کے حکم سے اترا ہے یہ کہ اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں تو کیا اب تم مانو گے۔

جس طرح اس سے کم یعنی ایک چھوٹی سورت کے ساتھ چیلنج کیا گیا اور اس چیلنج کے ساتھ ان کے عجز کو بھی ملا یا گیا جو اس وقت اور مستقبل دونوں زمانوں میں ان کو حاصل ہوا اور اس عجز کی ان پر مہر لگا دی کہ اس نے ان کی غیرت کو ابھارا اور ان کو دھوکے میں ڈالا کہ انہوں نے مقابلے میں تکلف کیا خصوصاً ان کے قبیح قول اور جھوٹے دعویٰ کے بعد، جب انہوں نے کہا (قرآن نے ان کا قول یوں بیان کیا)

لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هَٰذَا إِنْ هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ[2]

اگر ہم چاہتے تو ایسی ہم بھی کہہ دیتے یہ تو نہیں ہیں مگر اگلوں کے قصے

سورۃ بقرہ میں یہ چیلنج اس طرح آیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَن تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ[3]

اگر تمہیں کوئی شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے خاص بندے پر اتارا تو اس جیسی ایک صورت تو لے آؤ اور اللہ کے

---

[1] سورۃ ہود آیت نمبر 13-14

[2] سورۃ انفال آیت نمبر 31

[3] سورۃ بقرہ آیت نمبر 23-24

سوا اپنے سب حمایتی بلا لو اگر تم سچے ہو پھر اگر نہ لا سکو اور ہم فرما دیتے ہیں کہ نہ لا سکو گے تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں تیار کر رکھی ہے کافروں کے لئے

علامہ قرطبی اپنی تفسیر "الجامع الاحکام القرآن" میں فرماتے ہیں:

ارشاد خداوندی "فان لم تفعلوا" یعنی گزشتہ زمانے میں (اس کی مثل نہیں لا سکے) "ولن تفعلوا" یعنی مستقبل میں بھی اس کی طاقت نہیں رکھو گے۔

اس میں ان کی ہمتوں کو ابھارا گیا اور ان کے نفسوں کو حرکت دی گئی تا کہ اس کے بعد ان کا عجز انوکھا ہو جائے۔

اور یہ غیب کی باتوں سے ہے جن کی خبر قرآن نے ان کے وقوع سے پہلی دی ہے۔[1]

دوسری بات یعنی مقابلے اور معارضے کا تقاضا کرنے والی بات کا قیام اہل عرب کے ہاں حاصل اور قائم تھا کیونکہ سرکار دو عالم ان کے پاس جدید دین لے کر تشریف لائے جس نے ان کے دین کو باطل کر دیا ان کے خوابوں کو بیوقوفی قرار دیا ان کے معبودوں اور بتوں کو مسخر کر دیا اور لوگوں کے درمیان ان کو مذاق بنا دیا۔ پھر ان کو اس دین (دین اسلام) کی اتباع اور اس پر اعتقاد کی دعوت دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اور ان سے فرمایا:

میری صداقت کی دلیل یہ کتاب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی ہے اگر تم اس میں میری تصدیق نہیں کرو گے تو میں تمہیں چیلنج کروں گا کہ اس کی مثل یا اس کی سورت کی مثل لے آؤ۔ پس جب تم اس کام سے عاجز ہو گے تو یہ میری صداقت کی علامت اور تمہاری طرف میری رسالت کی برہان (دلیل) ہے۔

تو وہ کس قدر محتاج تھے کہ اس کی مثل لاتے خاص طور پر اس واضح چیلنج اور سخت تکلیف دہ ندامت کے بعد جو ان کی عقلوں (جھوٹے معبودوں اور بتوں کو پہنچی)

میں (مصنف) کہتا ہوں کہ ان کو کس قدر حاجت تھی کہ وہ حضور علیہ السلام کے دعویٰ کو باطل ثابت کریں اور اس (دعوی) کو بھی باطل (ثابت) کریں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

اور یہ عمل نہایت آسان طریقے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دعویٰ کو رد کرنے کے لئے نہایت قریب سے داخل ہونا تھا اور اس کی صورت یہ تھی کہ وہ ایسا راستہ اختیار کرتے جس میں وہ بے مثل تھے اور وہ اس میں کھرے پن اور مضبوطی میں مشہور تھے اور وہ گفتگو میں بے مثل تھے اور وہ گفتگو میں بیان اور زبان میں فصاحت رکھتے تھے اور ان کے لئے یہ طریقہ اس لڑائی سے زیادہ نفع بخش تھا جس کی ہلاکت وہ چکھ چکے تھے اور ان لوگوں نے ہلاکت (کے سمندر) میں غوطہ لگایا حتی کہ انہوں نے برداشت کے پیالے پیئے اور مذمت کی موت کا گھونٹ بھرا۔ لیکن انہوں نے نیزوں کی چبھن اور تیروں کا لگنا برداشت کیا اور چیلنج قبول نہ کیا۔

قاضی باقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

---

1 تفسیر قرطبی جلد 1 ص 32

ان کا قرآن پاک نہ مقابلہ کرنے پر قادر ہونا جوان پر آسان ہوتا جس سے آپ کی دلیل کو باطل قرار دیا جاتا آپ کی دلالت کو فاسد اور آپ کے دین کو باطل قرار دیا جاتا کیسے ممکن تھا۔ پس وہ اس سے منہ پھیرتے ہوئے ان امور کی طرف جاتے ہیں جن میں ایک دوسرے سے رد اور عداوت میں اضافہ نہ تھا پس وہ آسان کام کو چھوڑتے ہیں عام طور پر لوگ ایسے کام نہیں کرتے اور عقل مند لوگ اس پر متفق نہیں ہوتے (یعنی یہ عادت نہیں)

تیسری بات

اس چیز کی نفی جو ان لوگوں کو قرآن پاک سے معارضہ (ٹکراؤ) سے روکتی ہے۔

تو قرآن پاک عربی زبان میں نازل ہوا اور یہی ان لوگوں (اہل عرب) کی زبان ہے اور اس کے الفاظ عربی حروف سے بنے ہیں۔ اس کی عبارت عربی اسلوب کے مطابق ہے اور وہ لوگ بیان و زبان والے تھے نیز وہ فصاحت و بلاغت کے امراء (امام) تھے جس پر ان کے اشعار دلالت کرتے ہیں اور ان کے خطبات اور حکمت بھرا کلام اس سلسلے میں ان کی فوقیت کو ظاہر کرتا ہے۔

علاوہ ازیں انہوں نے فصاحت و بلاغت کے میدان میں سبقت کے کانے (بانس) اکھٹے کئے جس طرح زمانے نے ثابت کیا کہ وہ شعر و شاعری اور نثر میں نمایاں تھے۔ انہوں نے فصاحت کے آسمان کا چکر لگایا۔

سنو! ان کی بنیادی لغت وہی ہے جو لغت قرآن ہے جس کے ذریعے وہ ایک دوسرے پر فخر کرتے اور باہم مقابلہ کرتے اور مجالس منعقد کرتے تھے اور محافل میں اکھٹے ہوتے تاکہ وہ عجیب قسم کے قصیدے اور خطبات سنیں۔

وہ خوبصورت ترین الفاظ اور عبارات گھڑتے اور ان کی یہ طاقت عاجزی سے خالی تھی اور ان کی عقلوں میں کوئی نقص نہیں تھا بلکہ ان کو وافر طاقت حاصل تھی اور ان کی استطاعت معروف تھی وہ لوگ عقلمند تھے۔

اس کے باوجود قرآن پاک نے ان کو دعوت دی کہ وہ جس سے چاہیں مدد حاصل کریں اور اپنی کوتاہی کو دیگر ادیان والوں کے ذریعے پورا کریں اور جادوگروں اور کاہنوں کی ایک بڑی تعداد بلائیں بلکہ انسانوں اور جنوں کے گروہوں میں سے جس سے چاہیں مدد حاصل کریں پس ان کے سامنے کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لئے معارضہ کی کوئی مدت بھی مقرر نہیں فرمائی تھی اور نہ ہی کوئی وقت مقرر کیا حتی کہ ان میں سے کوئی کہنے والا کہے کہ وقت کافی نہیں اور اس میں وسعت نہیں جس طرح قرآن پاک یکبارگی نازل نہیں ہوا حتی کہ وہ اس بات کو (اپنی ناکامی کی) دلیل بناتے بلکہ قرآن پاک تئیس سال کے عرصہ میں تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوا ہر دو مجموعوں کے درمیان معارضہ اور اس کے مثل لانے کے لئے وسیع وقت تھا اگر یہ بات ان کے بس میں ہوتی ہے۔

پس جب وہ (اس کی مثل لانے سے) عاجز ہو گئے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ بندوں کے رب کا اتارا ہوا ہے اور اس پر یہ (ان کی عاجزی) کافی دلیل اور برہان ہے۔

اعجاز قرآن کی مثال

مرحوم شیخ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "مناہل العرفان" میں نفیس کلام کیا ہے ہم اسے ان ہی کے الفاظ میں نقل کرتے ہیں انہوں نے معجزہ کی تعریف میں یوں کہا ہے۔

معجزہ وہ کام ہے جو عادت اور معروف اسباب کی حدود سے خارج ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے نبوت کا دعویٰ کرنے والے شخص کے ہاتھ پر ظاہر کرتا ہے جب وہ نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اور یہ (کام) اس کی صداقت پر گواہی دیتا ہے۔

جب کوئی شخص کھڑا ہو اور دعویٰ کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہے اور وہ اس کے بندوں کی طرف اس کا رسول ہے اور کہے کہ میں نے جو دعویٰ کیا ہے اس میں میری سچائی کی دلیل یہ ہے کہ جس اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے وہ میرے ذریعے کسی عادت کو بدل دے گا اور اب وہ کام اپنے وجود میں عام طریقوں سے ہٹ کر کوئی طریقہ اختیار کرے گا پھر وہ شخص کہے عنقریب اللہ تعالیٰ اس تعجب خیز کام کو لائے گا جس کے بارے میں تمہارا خیال ہے کہ اس میں تم بڑی شان والے ہو اور اس پر قادر ہو اور میں تنہا تمہیں چیلنج کرتا ہوں کہ آگے بڑھو اور اس معجزہ کی مثل لے آؤ اور تمہارے سامنے دروازہ کھلا ہے جس طرح تمہارا اعتقاد ہے اور تمہارے دعویٰ کے مطابق تم میں بہت زیادہ صلاحیت ہے پھر تم ایک جماعت ہو اور میں اکیلا ہوں اور وہ نبی یہ بات پر اعتماد طریقے سے اور واضح چیلنج کے ساتھ کہے۔

(کفار نے کہا) انہوں نے ہمیں یہ واضح چیلنج ایسے وقت میں کیا جب وہ ہمارے عقائد ہماری عادات (رسم و رواج) اور ہمارے اخلاق پر حملہ کر رہے تھے اور وہ ہمارے خوابوں اور ہمارے آباء و اجداد کے ایسے خوابوں کو بے وقوفی قرار دے رہے تھے اور ہم اس بات کی حرص رکھتے تھے کہ ان کو عاجز اور مبہوت (خاموش) کر دیں اور ان پر غلبہ حاصل کر کے کامیابی حاصل کریں۔ یہ اس لئے کہ ہم اپنی عزتوں کا دفاع کرنا چاہتے تھے اور اس چیز کی حفاظت کرنا چاہتے تھے جو ہمارے نزدیک زیادہ عزیز تھی۔

پھر زیادہ وقت نہ گزرا کہ وہ کھڑے ہوئے (تیار ہوئے) اور ہم بھی کھڑے ہوئے انہوں نے اپنے معاملہ کا پختہ ارادہ کیا اور ہم نے اپنے معاملے کا ارادہ کیا اس وقت ہم سب مطالبہ اور حملہ کے بعد اس کی مثل لانے کی طاقت نہیں رکھتے تھے جو وہ لائے تھے چہ جائیکہ اس سے افضل لاتے حالانکہ ہم ایک جماعت تھے اور وہ تنہا تھے اس کے باوجود کہ وہ ہماری طرف ایسے طریقے سے آئے جو ہماری نظر میں آسان ترین طریقہ تھا اور ہمارے زمانے کا مشہور ترین فن تھا اور اس کے باوجود کہ انہوں نے مناظرہ کے لئے ہمیں کافی فرصت دی تھی اور انہوں نے ہم سے مکمل انصاف کیا۔

کیا کوئی عقلمند انسان اس بات میں شک کر سکتا ہے کہ یہ انسان جسے فوقیت حاصل ہے اور وہ ممتاز ہے وہ اپنی رسالت میں سچا اور اپنے دعویٰ میں مخلص ہے۔ خاص طور پر جب ہمیں ان سب باتوں سے بھی اوپر یہ بات معلوم تھی کہ آپ بچپن اور لڑکپن سے لے کر بعثت و رسالت کے دن تک ہمارے درمیان صداقت، امانت، اور اچھے اخلاق کے ساتھ پروان چڑھے تھے۔

اگر آپ اس قسم کا معجزہ لاتے جسے ہم پہچانتے نہیں تو ہم کہتے کہ یہ ایک ذہین شخص ہے اس نے فنون میں ایسا فن حاصل کیا ہے ہمیں جس کا علم نہیں یا صنعتوں میں سے ایسی صنعت سیکھی ہے جس کی خبر کا ہم نے احاطہ نہیں کیا۔

سنو وہ ہمارے پاس ایسا عمل لائے ہیں جو ہمارے نفسوں کے لئے آپ کی فوقیت اور سبقت کی گواہی دیتا ہے پس ہمارے لئے ان پر یقین اور اس چیز پر ایمان لانے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں جو وہ لے کر تشریف لائے جب تک ہم انصاف کرنے والے ہوں۔

ہم تمہارے لئے ایک مثال پیش کرتے ہیں وہ یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام لکڑی کا عصا (مبارک) بطور معجزہ لائے جس میں روح، حرکت، نرمی اور رطوبت نہیں تھی پھر انہوں نے اس ذات کے نام سے اسے (زمین پر) ڈالا جس نے آپ کو بھیجا تھا تو اچانک وہ سانپ بن گیا جو دوڑ رہا تھا۔ اور یہ اس امت کے سامنے تھا جس نے آپ کو اس کا چیلنج کیا تھا اور وہ لوگ جادو میں فوقیت اور مہارت رکھتے تھے ان لوگوں کے لئے اس میں بہت بڑا حصہ رکھا گیا بالخصوص یہ کہ آپ تنہا تھے اور وہ لوگ ایک جماعت تھے اور وہ جادو میں ماہر تھے اور آپ (موسیٰ علیہ السلام) کے ان لوگوں کے درمیان پروان چڑھنے کے باوجود آپ کے بارے میں یہ بات معلوم نہیں کہ انہوں نے ایک دن بھی جادو کا عمل کیا ہو۔ تو کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا ڈالنے کے بعد شک کا سایہ بھی باقی رہا۔ ارشاد خداوندی ہے:

فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ [1]

تو نا گاہ ان کی بناوٹوں کو نگلنے لگا۔ تو حق ثابت ہوا اور ان کا کام باطل ہوا۔

وَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سَاجِدِينَ قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ رَبِّ مُوسَى وَهَارُونَ [2]

اور جادوگر سجدے میں گرا دیے گئے بولے ہم ایمان لے آئے جہاں کے رب پر جو رب ہے موسیٰ کا اور ہارون کا (علیہما السلام)

حق واضح اور ظاہر ہے یہی وجہ ہے کہ آپ پر سب سے پہلے جادوگر ہی ایمان لائے کیونکہ وہ جادو اس کے مقدمات اور نتائج کی زیادہ پہچان رکھتے تھے اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اعجاز کی یہ قسم اس جادو کی کوئی قسم نہیں جسے وہ جانتے ہیں۔

ہر رسول جس کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اس کے معجزہ کے بارے میں تم یہی بات کہو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مادر زادہ اندھے اور کوڑھ کے مریض کو ٹھیک کرنے، مردوں کو زندہ کرنے اور آپ کے مٹی سے پرندے کی شکل کا (پرندہ) پیدا کرنے کے بارے میں جو آپ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کرتے تھے یہی بات کہو۔

---

1 سورۃ اعراف آیت نمبر 117 و 118

2 سورۃ اعراف آیت نمبر 120 تا 122

آپ نے یہ تمام معجزات ان لوگوں کے سامنے ظاہر کئے جو علم طب میں خوب ظاہر تھے اور انہیں اس میں ہر طرح کی مہارت حاصل تھی۔

اور تم سب سے آخری نبی ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں اور آپ جو واضح نشانیاں اور روشن معجزات لے کر تشریف لائے کے بارے میں اسی طرح کی بات بلکہ اس سے زیادہ کہو اور تمہارے لئے بطور روشن دلیل بلکہ روشن دلائل کے طور پر قرآن پاک کافی ہے اس کی ہر وہ مقدار جو تین آیات کے برابر ہے وہ قطعی دلیل ہے جو قیامت تک لوگوں کی زبانوں پر رہے گی ان دلائل میں جو فصاحت و بیان کے اسرار علوم و معارف، غیب کی خبریں اور حق کے گواہ موجود ہیں وہ کائنات کو چیلنج کرتے رہیں گے۔[1]

معجزہ الٰھیہ[2] کی شرائط

معجزہ کے لئے پانچ شرائط ہیں جن سے علماء کرام نے آگاہ کیا ہے۔

اگر ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو وہ معجزہ نہیں ہوگا۔

پہلی شرط:۔ معجزہ ایسا عمل ہو جس پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی قادر نہ ہو

دوسری شرط:۔ وہ عادت کے خلاف اور کائناتی طریقوں کا مخالف ہو

تیسری شرط:۔ رسالت کا دعویٰ کرنے والا اپنے دعویٰ کی سچائی پر اس کی گواہی پیش کرے۔

چوتھی شرط:۔ وہ اس نبی کے دعویٰ کے موافق واقع ہو جو نبی اس معجزہ کے ساتھ چیلنج کرتا ہے۔

پانچویں شرط:۔ معارضہ (مقابلہ) کے طور پر کوئی شخص اس معجزہ کی مثل نہ لا سکے۔

اگر یہ پانچ شرائط پائی جائیں تو وہ جو عادت کے خلاف ہے معجزہ ہوگا اور دعویٰ کرنے والے اس نبی کی نبوت پر دلالت کرے گا جس کے ہاتھ پر معجزات ظاہر ہوتے ہیں۔ اور اگر یہ پانچوں شرائط نہ پائی جائیں تو وہ عمل معجزہ ہونے سے خارج ہو جائے گا اور دعوی کرنے والے کی صداقت پر دلالت نہیں کرے گا۔

پہلی شرط

اگر کوئی آنے والا اس زمانے میں آئے جب رسولوں کا آنا صحیح تھا اور وہ رسالت کا دعویٰ کرے اور اس کا معجزہ یہ ہو کہ وہ کھڑا ہوتا، بیٹھتا، کھاتا، پیتا اور ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف حرکت کرتا ہے تو ان میں سے جس عمل کا دعویٰ کرے معجزہ نہیں ہوگا اور نہ اس کی صداقت پر دلالت ہوگی کیونکہ اس قسم کے کام پر مخلوق قادر ہوتی ہے اور یہ بات ضروری ہے کہ معجزہ ان امور

---

1 مناہل العرفان جلد 1 ص28

2 [illegible]

میں سے ہو جس پر بشر قادر نہ ہو جیسے دریا کو پھاڑ دینا، چاند کے دو ٹکڑے کر دینا اور مردوں کو زندہ کرنا وغیرہ

دوسری شرط

معجزہ عادت کے خلاف ہو اگر نبوت کا مدعی کہے کہ میرا معجزہ یہ ہے کہ سورج مشرق سے طلوع ہوتا اور مغرب میں غروب ہوتا ہے اور دن، رات کے بعد آتا ہے تو یہ اس کے دعویٰ میں معجزہ نہیں ہوگا کیونکہ ان امور پر اگرچہ صرف اللہ تعالیٰ قادر ہے لیکن اس (اللہ تعالیٰ) نے یہ کام اس شخص کے لئے نہیں کئے بلکہ پہلے سے موجود ہیں پس اس میں اس کی صداقت پر دلیل نہیں ہے۔

تیسری شرط

معجزہ وہ چیز ہے جس کو نبوت کا مدعی دلیل بنائے اور اس کے دعویٰ کی تصدیق کے لئے اس کا مطالبہ کیا جائے تو وہ پایا جائے اگر کوئی انسان دعویٰ کرے کہ اس کا معجزہ یہ ہے کہ پتھر، حیوان یا انسان میں تبدیل ہو جاتا ہے اور وہ تبدیل نہ ہو تو یہ اس کے دعویٰ کی سچائی پر دلیل نہیں ہے۔

چوتھی شرط

معجزہ اس کے دعویٰ کے موافق واقع ہو، خلاف نہیں کیونکہ اس صورت میں وہ اس کو جھٹلانے والا ہوگا۔

روایت میں آتا ہے کہ مسیلمہ کذاب (اس پر اللہ کی لعنت ہو) سے اس کے ساتھیوں نے مطالبہ کیا کہ وہ کنویں میں اپنا لعاب ڈالے تاکہ اس میں پانی زیادہ ہو جائے تو اس کا پانی نیچے چلا گیا پس یہ اس کے جھوٹا ہونے پر دلالت ہو گئی۔

پانچویں شرط

معجزہ کے ساتھ تعارض نہ ہو اگر تعارض ہو تو اس کا معجزہ ہونا باطل ہو جائے گا اور وہ اس شخص کی صداقت کی دلیل نہیں ہوگا اگر کوئی شخص سمندر کو پھاڑنے اور چاند کو توڑنے کی طاقت رکھتا ہو تو معجزہ شمار نہیں ہوگا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ[1]

اور اس جیسی ایک بات تو لے آئیں

قرآن پاک کا اعجاز کس چیز کے ساتھ؟

قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے وہ اپنے اسلوب نظم، تعجب خیزی بیان، اپنے علوم، حکمتوں، ہدایت کی تاثیر ماضی اور مستقبل کی غیب کی باتوں سے پردہ اٹھانے کے حوالے سے مخلوق کو عاجز کرنے والا معجزہ ہے۔

---

[1] سورۃ طور آیت نمبر 34

علماء کرام کے نزدیک جب وجدان اور برہان کے ذریعے قرآن پاک کے اعجاز کی وجوہ ثابت ہوگئیں تو انہوں نے بیان کے اسرار کو کھول دیا۔

تمام عربی زبان والے اور ان میں سے اہل لسان اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن پاک ذاتی طور پر معجز ہے یعنی اس کا اعجاز اس کے الفاظ کی فصاحت، حسن بیان، یکتا اسلوب کے ساتھ ہے کوئی اسلوب اس کے مشابہ نہیں نہ نثر میں نہ اشعار میں اور اس کے فریفتہ کرنے والے الفاظ کا حسن وہ ہے جو اس کے صوتی الفاظ (پڑھنے میں)، لغوی جمال اور فنی یکتائی میں ظاہر اور روشن ہوتا ہے۔

اہل صرفہ کا مذہب

بعض معتزلہ جن میں ابو اسحاق نظام بھی شامل ہیں اس بات کی طرف گئے ہیں کہ قرآن پاک کا اعجاز صرفہ کے ساتھ ہے (صرفہ کا) معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو قرآن پاک کے معارضہ سے پھیر دیا ہے حالانکہ وہ اس پر قادر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے نفسوں اور زبانوں کو اس کے مقابلے سے عاجز کر دیا اور اگر اللہ تعالیٰ ان کو اس سے نہ پھیرتا تو وہ اس کی مثل لانے کی طاقت رکھتے۔

مجھے اپنی زندگی کی قسم! یہ ایسے لوگوں کا قول ہے جنہوں نے عربی زبان کا ذائقہ حاصل نہیں کیا اور نہ ہی اس کے اسرار کی معرفت حاصل کی بلکہ یہ ایسے لوگوں کا قول ہے جنہوں نے علوم کا چھلکا حاصل کیا جو نہ تو موٹا کرتا ہے اور نہ ہی بھوک (دور کرنے) کا فائدہ دیتا ہے یہ قول گرا ہوا اور گھٹیا ہے اور قدیم وجدید علماء فصحاء اور بلغاء کے اجماع کے خلاف ہے۔

ادب عربی میں حجت مصطفیٰ الرافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اعجاز قرآن کی وجہ کے بارے میں معتزلہ کا اختلاف ہے متکلمین کے شیطان ابو اسحٰق نظام کا موقف یہ ہے کہ اعجاز صرفہ کے ساتھ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اہل عرب کو قرآن پاک کے معارضہ سے پھیر دیا اس کے باوجود کہ وہ اس (معارضہ) پر قادر تھے اور یہ پھیرنا عادت کے خلاف ہے۔

شیعہ میں سے مرتضیٰ نے کہا بلکہ صرفہ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالی نے ان علوم کو سلب کر لیا جن کی معارضہ میں حاجت تھی کہ وہ قرآن کی مثل لاتے۔

گویا وہ کہتا ہے کہ وہ لوگ بلیغ تھے اور نظم اور اسلوب پر قادر تھے (یعنی قرآن پاک کے الفاظ او انداز پر کلام لا سکتے تھے) لیکن اس کے علاوہ وہ کسی چیز پر قادر نہیں تھے مثلاً قرآن پاک کے الفاظ کے معانی پر قادر نہیں تھے کیونکہ وہ اہل علم نہیں تھے اور نہ ہی ان کے زمانے میں علم تھا۔

یہ رائے بھی واضح طور پر غلط ہے جس طرح تم دیکھتے ہو۔

پھر کہا کہ خلاصہ یہ ہے کہ صرفہ کا قول اہل عرب کے اس کے قول سے مختلف نہیں ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

إِنْ هَٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ [1]

یہ تو وہی جادو ہے جو اگلوں سے سیکھا

اور یہ ایسا خیال ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس قول والوں پر رد کر دیا اور اس میں ان کو جھٹلایا اور اس قول کو ایک قسم کا اندھاپن قرار دیا۔ ارشاد خداوندی ہے:

أَفَسِحْرٌ هَٰذَآ أَمْ أَنتُمْ لَا تُبْصِرُونَ [2]

تو کیا یہ جادو ہے یا تمہیں سوجھتا نہیں

اس فاسد مذہب کی بنیاد پر کہا جا سکتا ہے کہ ان لوگوں کے گمان کے مطابق قرآن پاک معجزہ نہیں ہے بلکہ (معجزہ) وہ صرفہ ہے جس کے سبب وہ اس کی مثل لانے سے عاجز ہو گئے۔ ارشاد خداوندی ہے:

صَرَفَ ٱللَّهُ قُلُوبَهُم بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُونَ [3]

اللہ نے ان کے دل پلٹ دئے کہ وہ ناسمجھ لوگ ہیں

ابن حزم ظاہری نے کس قدر گھٹیا راستہ اختیار کیا جب وہ اس ٹیڑھے مسلک پر چلا اور کمزور کلام کی طرف گیا جس کی طرف اس کا پیش رو نظام گیا۔

لیکن اس کا اسلوب نہایت خوبصورت اور باریک ہے جو وہ اپنی کتاب "الفصل" میں سبب اعجاز پر گفتگو کرتے ہوئے کہتا ہے:

کسی شخص نے بھی یہ بات نہیں کہی کہ اللہ تعالیٰ کا کلام معجزہ نہیں ہے لیکن جب یہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اور اسے اپنا کلام بنایا تو اسے معجزہ (عاجز کرنے والا) کر دیا اور اس کی مثل لانے میں رکاٹ ڈال دی تو یہ دلیل کافی ہے اس کے علاوہ کی حاجت نہیں۔

تو تم اس شخص کی رائے کو دیکھو کر اس نے قرآن پاک کو اس طرح معجزہ قرار دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مثل لانے سے روک دیا اور یہی نظام کی رائے ہے جس نے صرفہ کا قول کیا اور یہ رائے باطل ہے جس طرح ہم نے پہلے ذکر کیا اور یہ لوگ حق کی واضح روشنی سے پردے میں ہیں کسی کہنے والے نے کیا اچھا کہا[4]:

قد تنكر العين ضوء الشمس من رمد

---

[1] سورۃ مدثر آیت نمبر 24

[2] سورۃ طور آیت نمبر 15

[3] سورۃ توبہ آیت نمبر 127

[4] یہ شعر حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جو قصیدہ بردہ شریف میں ہے۔ ۱۲ ہزاروی

وينكر الفم طعم الماء من سقم

بعض اوقات آنکھ میں تنکا ہوتو وہ سورج کی روشنی کو دیکھ نہیں سکتی اور بیماری کی وجہ سے منہ میں پانی کا ذائقہ محسوس نہیں ہوتا۔

اعجاز کے بارے میں علماء کرام کی آراء

اس بات پر علماء کرام کا اتفاق ہے کہ قرآن پاک کا اعجاز ذاتی ہے اور کسی بشر کو اس کی مثل لانے کی طاقت نہیں۔

اعجاز قرآن کی وجوہ کے بارے میں اختلاف ہے اور اس سلسلے میں کئی آراء ہیں:

1۔ بعض علماء کرام کا خیال ہے کہ قرآن پاک کے اعجاز کی وجہ وہ غریب نظم (عجیب عبارت) ہے جو اپنے آغاز، اختتام اور فواصل (آیت کا آخر) میں عربوں کے الفاظ اور نثر کے خلاف ہے۔

2۔ دوسرے بعض علماء کرام کا خیال ہے کہ قرآن پاک کا اعجاز اس کے الفاظ کی فصاحت، عبارات کی بلاغت اور اس کے ڈھالنے کی عمدگی میں ہے کیونکہ یہ بلاغت کے اس بلند درجہ پر ہے جس کی مثل معروف نہیں۔

3۔ کچھ اور علماء کے خیال میں یہ اعجاز اس اعتبار سے ہے کہ یہ تناقص سے خالی ہے، دقیق معانی اور ایسے غیبی امور پر مشتمل ہے جو انسانی طاقت میں نہیں ہیں اور نہ ہی ان کی معرفت پر انسان کو قدرت حاصل ہے جس طرح وہ تناقص اور تعارض سے محفوظ ہے۔

4۔ یہاں کچھ حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ اعجاز کی وجہ وہ فواتح (ابتداء) مقاصد اور ہر سورت کے اختتام میں پائی جانے والی خوبیاں اور عجائب ہیں اور ان کے نزدیک درج ذیل امور پر اعتماد کیا جاتا ہے۔

1۔ الفاظ میں فصاحت 2۔ معانی میں بلاغت

3۔ بدیع (عجیب) نظم (عبارت) کی صورت

یہ تمام اقوال ایک دائرہ سے خارج نہیں اور وہ بیان کا دائرہ ہے جو قرآن کا امتیاز ہے یہ بات اگرچہ حق ہے لیکن قرآن پاک کا اعجاز صرف فصاحت اور بلاغت میں نہیں بلکہ یہاں اعجاز کی کچھ دیگر وجوہ بھی ہیں۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مضبوط اور درست تفسیر "الجامع لاحكام القرآن" میں عمدہ بات کہی ہے انہوں نے اعجاز قرآن کی دس وجوہ ذکر کی ہیں جس طرح فضیلۃ الشیخ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "مناهل العرفان" میں چودہ وجوہ اعجاز ذکر کی ہیں۔

سوالات

1۔ قرآن پاک معجزہ (دائمی معجزہ) ہے اس کی وضاحت کریں؟

2۔ اعجاز قرآن کا معنیٰ بتائیں؟

3۔ تحقیق معجزہ کے لئے تین امور ضروری ہیں ان کی وضاحت کیجئے؟

4۔ چیلنج کے سلسلے مین اسلوب قرآن کیا ہے نیز چیلنج کی دو قسموں کی وضاحت کیجئے؟

5۔ معجزہ کی پانچ شرائط ہیں اس سلسلے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

6۔ اعجاز قرآن کن کن امور میں ہے؟

7۔ اہل صرفہ کون لوگ ہیں اور ان کا مسلک کیا ہے؟

8۔ اعجاز کے سلسلے میں علماء کی آراء پر ایک نوٹ لکھیں؟

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان میں سے بعض ذکر کی ہیں اور بعض ذکر نہیں کیں ہم اختصار کے ساتھ ان وجوہ کو ذکر کر کے پھر تفصیلاً ذکر کریں گے۔ پس ہم اللہ کی مدد سے کہتے ہیں۔

قرآن پاک کے وجوہ اعجاز

1۔ بدیع نظم (عبارت) جو عربی زبان کی ہر معروف نظم کے خلاف ہے

2۔ عجیب اسلوب جو تمام عربی اسلوب کے مخالف ہے۔

3۔ وہ فصاحت کہ مخلوق کے لئے اس کی مثل لانا ممکن نہیں

4۔ کامل اور دقیق قانون سازی جو ہر وضعی (انسانی) قانون سازی پر غالب ہے

5۔ ایسی غیبی باتوں کی خبر دینا جن کی پہچان وحی کے بغیر نہیں ہو سکتی

6۔ اس میں تعارض نہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اس میں کائناتی علوم ہیں جن کی صحت قطعی ہے۔

7۔ قرآن پاک نے وعدہ اور وعید سے متعلق جو خبر دیں ان کا پورا ہونا۔

8۔ وہ علوم وہ معارف جن پر علوم شرعیہ اور کائنات سے متعلق علوم مشتمل ہیں۔

9۔ انسانی ضرورتوں کو پورا کرنا؟

10۔ اس کی تاثیر پیروی کرنے والوں اور دشمنوں سب کے دل میں پائی جاتی ہے

تفصیل:۔ پہلی وجہ

اعجاز کی وجوہ میں سے بدیع (انوکھی) نظم ہے جو ہر اس نظم کے خلاف ہے جو اہل عرب کی زبان میں معروف تھی پس قرآن کی نظم کے اعتبار سے اس کے مشابہ کوئی چیز نہیں نہ شعر نہ نثر اس پر بلاغت کے بادشاہوں اور فصاحت و بیان کے اماموں ولید بن مغیرہ، عقبہ بن ربیعہ اور ان کے علاوہ عرب کے فصحاء اور مشہور لوگوں کی گواہی موجود ہے۔

تاریخ سے مثالیں

1۔ ایک روایت میں ہے کہ ولید بن مغیرہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے اس کے سامنے قرآن پاک کی تلاوت فرمائی تو گویا اسے سن کر اس کا دل نرم ہو گیا یہ بات ابو جہل تک پہنچی تو وہ اس کے پاس آیا اور کہا اے چچا! آپ کی قوم چاہتی ہے کہ آپ کے لئے مال جمع کرے اور آپ کو دے آپ (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس اس لئے گئے کہ ان کے مال سے حاصل کریں۔

ولید نے کہا قریش کو علم ہے کہ میں ان میں سے سب سے زیادہ مالدار ہوں۔

ابو جہل نے اس سے کہا ان کے بارے میں کوئی بات کہو جو ان لوگوں (کفار) تک پہنچے کہ تم اس کا انکار کرتے ہو۔

اس نے کہا میں کیا کہوں اللہ کی قسم تم میں کوئی ایسا شخص نہیں جو شعروں کے بارے میں مجھ سے زیادہ علم رکھتا ہو نہ رجز، نہ قصیدہ اور نہ ہی جنوں کے اشعار

اللہ کی قسم! وہ (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جو کچھ کہتے ہیں وہ ان میں سے کسی ایک کے مشابہ نہیں اور اللہ کی قسم ان کے کلام میں مٹھاس ہے اس میں خوبصورتی ہے اور اس کا اوپر والا حصہ پھل دار ہے جب کہ نچلا حصہ سرسبز ہے بے شک وہ بلند ہے اس سے بلند کوئی چیز نہیں۔

ابو جہل لعین نے کہا اللہ کی قسم تمہاری قوم راضی نہیں ہوگی جب تک ان کے بارے میں کچھ کہو گے نہیں۔

اس نے کہا مجھے چھوڑ دو حتیٰ کہ میں سوچ و بچار کروں جب اس نے غور و فکر کیا تو کہا (جسے قرآن نے یوں بیان کیا):

إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ[1]

یہ تو وہی جادو ہے جو اگلوں سے سیکھا

تو اس کے بارے میں قرآن پاک میں یہ آیات نازل ہوئیں:

ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا ○ وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَّمْدُودًا ○ وَبَنِينَ شُهُودًا ○ وَمَهَّدتُّ لَهُ تَمْهِيدًا ○ ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ ○ كَلَّا إِنَّهُ كَانَ لِآيَاتِنَا عَنِيدًا ○ سَأُرْهِقُهُ صَعُودًا ○ إِنَّهُ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ○ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ○ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ○ ثُمَّ نَظَرَ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ○ ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ○ فَقَالَ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ ○ إِنْ هَٰذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ[2]

اسے مجھ پر چھوڑ جس کو میں نے اکیلا پیدا کیا۔ اور اسے وسیع مال دیا۔ اور بیٹے دئے سامنے حاضر رہتے اور میں نے اس کے لئے طرح طرح کی تیاریاں کیں پھر یہ طمع کرتا ہے کہ میں اور زیادہ دوں ہرگز نہیں وہ تو میری آیتوں سے عناد رکھتا ہے۔ قریب ہے کہ میں اسے آگ کے پہاڑ صعود پر چڑھاؤں بے شک اس نے وہ سوچا اور دل میں کچھ بات ٹھہرائی اور منہ بگاڑا، پھر پیٹھ پھیری اور تکبر کیا۔ پھر بولا یہ تو وہی جادو ہے جو اگلوں سے سیکھا یہ تو نہیں ہے مگر آدمی کا کلام

ایک روایت میں ہے کہ جب ولید نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرآن پاک سنا تو بہت متاثر ہوا پھر وہ اپنی قوم بنو مخزوم کے پاس آیا اور ان سے کہا اللہ کی قسم! میں نے ابھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسا کلام سنا ہے جو انسان کا کلام نہیں ہے۔ اور نہ ہی جنون کا کلام ہے اللہ کی قسم اس میں مٹھاس ہے اور اس پر رونق ہے۔ (آخر تک)

قریش نے کہا اللہ کی قسم! ولید بے دین ہو گیا اور تمام قریش بھی بے دین ہو جائیں گے ابو جہل نے کہا اس کی طرف سے میں تمہارے لئے کافی ہوں وہ اس کے پاس غمگین ہو کر بیٹھ گیا اور اسے بتایا کہ کس وجہ سے اسے غصہ آیا ہے چنانچہ ولید کھڑا ہوا

---

[1] سورۃ مدثر آیت نمبر 24

[2] سورۃ مدثر آیات 11 تا 25 (اسے امام بیہقی رحمہ اللہ علیہ نے دلائل النبوۃ میں ذکر کیا)

اور اس کے ساتھ ابو جہل بھی کھڑا رہا جب وہ اپنی قوم کے پاس آیا تو کہنے لگا تمہارا خیال ہے کہ (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مجنون ہیں کیا تم نے ان کو گلا گھونٹتے ہوئے دیکھا ہے اور تم کہتے ہو کہ وہ کاہن تھے تو کیا تم نے اسے کہانت کرتے ہوئے دیکھا ہے اور تمہارا خیال ہے کہ وہ شاعر ہیں تو کیا تم نے کبھی ان کو شاعری کرتے ہوئے دیکھا ہے اور تمہارا خیال ہے کہ وہ جھوٹے ہیں تو کیا تم نے ان پر جھوٹ کا تجربہ کیا ہے؟

ان تمام باتوں کے جواب میں انہوں نے کہا "اللھم! لا" اے اللہ! نہیں۔

پھر انہوں نے پوچھا کہ وہ کیا ہیں اس نے کچھ دیر سوچا اور کہا وہ جادوگر ہیں کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ مرد اور اس کی عورت کے درمیان اور باپ اور بیٹے کے درمیان تفریق کرتے ہیں۔

وہ جو بات کہتے ہیں وہ جادو ہے جسے وہ بابل والوں سے نقل کرتے ہیں اس پر پوری مجلس خوشی سے جھوم اٹھی اور اس کے قول کو پسند کرتے ہوئے بکھر گئے وہ اس پر تعجب کر رہے تھے اس پر یہ (مندرجہ بالا) آیات نازل ہوئیں۔[1]

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے بھائی انیس غفاری نے ان سے کہا میں نے مکہ مکرمہ میں ایک شخص کو آپ کے دین پر دیکھا ہے اس کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بھیجا ہے فرماتے ہیں میں نے پوچھا لوگ کیا کہتے ہیں؟ کہا وہ کہتے ہیں یہ شاعر ہے جادوگر ہے اور کاہن ہے اور انیس بھی شاعر تھے انیس نے کہا میں نے کاہنوں کی باتیں سنی ہیں یہ کاہنوں کا قول نہیں میں نے ان کا قول شعر کی مختلف انواع اور بحروں پر پرکھا ہے تو ان میں سے کسی کی زبان پر یہ بات نہیں آئی کہ یہ شعر ہے اللہ تعالیٰ کی قسم وہ لوگ جھوٹے ہیں اور وہ (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سچے ہیں۔[2]

ابن اسحاق رضی اللہ عنہ نے سیرت میں ذکر کیا کہ ابو جہل نے قریش کی بھری جماعت میں کہا کہ (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معاملہ ہم پر مشتبہ ہو گیا ہے اگر تم لوگ ہمارے لئے ایسا شخص تلاش کرو جو شعر، کہانت اور جادو کا علم رکھتا ہو وہ ان سے کلام کرے پھر ان کا معاملہ ہم سے بیان کرے۔

عتبہ بن ربیعہ نے کہا اور وہ اپنی قوم میں معزز ترین اور ان کا سردار تھا۔ میں ان کے پاس جا کر ان سے کلام کرتا ہوں وہ آپ کے پاس آیا اور کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ بہتر ہیں یا ہاشم؟

آپ بہتر ہیں یا عبدالمطلب؟ آپ بہتر ہیں یا عبداللہ (رضی اللہ عنہم) آپ ہمارے معبودوں کو کس وجہ سے برا بھلا کہتے اور ہمیں گمراہ قرار دیتے ہیں اگر آپ حکومت چاہتے ہیں تو آپ کے لئے جھنڈا گاڑ دیا جائے گا اور آپ ہمارے رئیس ہوں گے اگر آپ عورتوں کا ارادہ رکھتے ہیں تو ان میں سے جسے چاہیں گے ہم آپ کا نکاح اس سے کر دیں گے قریش کی لڑکیوں میں سے جس کو چاہیں پسند کر لیں۔

---

1 تفسیر کشاف جلد ص 649

2 تفسیر قرطبی جلد اول ص 73

اور اگر آپ مال چاہتے ہیں تو ہم اپنے مالوں میں آپ کا حصہ رکھ دیتے ہیں حتیٰ کہ آپ ہم میں سے سب سے زیادہ مالدار، غنی اور زیادہ مال والے ہو جائیں گے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔

جب وہ اپنی پیشکش سے فارغ ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم فارغ ہو گئے ہو؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا اب سنو آپ نے اس کے سامنے سورۃ فصلت تلاوت فرمائی:

حم ○ تَنزِيلٌ مِّنَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ○ كِتَابٌ فُصِّلَتْ آيَاتُهُ قُرْآناً عَرَبِيّاً لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ○ بَشِيراً وَنَذِيراً فَأَعْرَضَ أَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ○ (آخر تک) فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِّثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ[1]

حٰم یہ اتارا ہے رحم والے مہربان کا ایک کتاب ہے جس کی آیتیں مفصل بیان فرمائی گئی ہیں عربی قرآن عقل والوں کے لئے خوشخبری سناتا ہے اور ڈر سناتا ہے۔ ان میں سے اکثر نے منہ پھیرا اور وہ سنتے ہی نہیں (آخر تک) پھر اگر وہ منہ پھیریں تو تم فرماؤ کہ میں تمہیں ڈراتا ہوں ایک کڑک سے جیسی کڑک عاد اور ثمود پر آئی تھی۔

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یہاں تک پہنچے تو عتبہ نے منہ پر ہاتھ رکھا اور آپ کو رشتہ داری کی قسم دی کہ آپ رک جائیں اور وہ اپنے گھر کی طرف لوٹ گیا اور قریش کی طرف نہ نکلا جب وہ ان کے پاس آنے سے رک گیا تو وہ کہنے لگے ہمارا خیال ہے کہ عتبہ بے دین ہو گیا ہے چنانچہ وہ اس کے پاس گئے اور اس سے کہا اے عتبہ تم کس وجہ سے ہم سے رکے رہے یہی کہ تم بے دین ہو گئے ہو؟

اس پر اسے غصہ آیا پھر اس نے ان سے کہا اللہ کی قسم میں نے ان سے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے) گفتگو کی تو آپ نے مجھے جواب دیا اللہ کی قسم! وہ شعر نہیں جادو اور کہانت بھی نہیں اور میں نے ان کو قرابت کا واسطہ دیا ہے کہ وہ خاموش ہو جائیں کیونکہ مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں تم لوگوں پر عذاب نازل نہ ہو جائے اور تم جانتے ہو کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب کوئی بات کہتے ہیں تو وہ جھوٹ نہیں بولتے۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جب عتبہ نے حضور علیہ السلام کی لغت اور فصاحت وبلاغت کا اعتراف کیا کہ اس نے قرآن جیسا کلام بھی نہیں سنا تو وہ اپنے اس قول میں اپنے ان ساتھیوں کے لئے جو کلام کی تمام انواع پر قدرت رکھتے تھے اور ان کی فصاحت ثابت تھی، اعجاز قرآن کا اقرار کر لیا۔

---

1 سورۃ فصلت آیات

اعجاز قرآن کی دوسری وجہ

اعجاز قرآن کی دوسری وجہ اس کا عجیب اور انوکھا اسلوب ہے جو تمام عربی اسلوبوں کے خلاف ہے قرآن پاک ایسا شاندار اور دلکش اسلوب لایا جو اپنی رونق، جمال، اور مٹھاس کے ذریعے اہل عرب پر غالب آ گیا اور اس میں ایسے بلند خصائص ہیں جو کسی انسان کے کلام میں اس طرح نہیں پائے جاتے جس طرح قرآن پاک میں پائے جاتے ہیں۔

بالخصوص یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے ذریعے چیلنج کیا اور فصاحت کے بڑے بڑے ستونوں کو عاجز کر دیا اور بلاغت کے ساتھ کلام کرنے والوں کو تھکا دیا نیز بیان کے مردوں کو گونگا کر دیا اور یہ اس زمانے کی بات ہے جس میں مضبوط شخص وہی ہوتا تھا جو اس میدان میں عمدگی کی مکمل قوتوں کے ساتھ ہوتا تھا اور ایسے گروہ میں جس کے مواہب اس پہلو سے جمع تھے۔

زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

قرآن پاک کے نزول سے ہمارے اس زمانے تک لغت عربیہ پر مختلف دور گزرے ہیں کبھی یہ بلند ہوئی اور کبھی یہ پستی کی طرف گئی۔ کبھی اس میں وسعت آ گئی اور کبھی سکڑ گئی کبھی حرکت پیدا ہوئی اور کبھی جمود طاری ہوا کبھی شہری بنی کبھی دیہاتی لیکن ان تمام ادوار میں قرآن اپنی بلندی پر قائم رہا اپنے آسمان سے سب پر برستا رہا اس کا نور اور ہدایت پھیلتے رہے وہ اپنی مٹھاس کا فیض دیتا رہا وہ رقت اور عمدگی کے ساتھ رواں دواں ہے اور جدت و خوبصورتی سے لہلہا رہا ہے وہ جس طرح تر و تازہ ہے ہمیشہ اسی طرح رہے گا وہ اعجاز کا جھنڈا اٹھائے ہوئے دنیا بھر کی قوموں کو چیلنج کر رہا ہے وہ پر اعتماد ہے اور یقین اور حق کی واضح صراحت اور قوت و غلبہ سے کہہ رہا ہے:

ارشاد خداوندی ہے:

قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَى أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لاَ يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا[1]

تم فرماؤ اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کا مثل نہ لا سکیں گے اگرچہ ان میں ایک دوسرے کا مددگار ہو۔

اسلوب قرآن کی خصوصیات

قرآن پاک کے عجیب اسلوب میں جو تمام انسانی اسلوب کے خلاف ہیں متعدد خصوصیات ہیں ہم ان کو ذیل میں اجمالاً بیان کرتے ہیں۔

پہلا خاصہ:۔ لفظی قرآن کا نشان جو اس کے صوتی نظام اور لغوی جمال میں روشن ہوتا ہے۔

---

1 سورۃ اسراء آیت نمبر 88 (دیکھئے مناہل العرفان جلد 2 ص 229)

دوسرا خاصہ:۔ اس کی عمومی اور خصوصی روشنی یعنی تمام لوگ اس کے جلال کو محسوس کرتے اور اس کے حسن کو سمجھتے ہیں۔

تیسرا خاصہ:۔ یہ عقل اور دل کو بیک وقت روشن کرتا ہے پس قرآن عقل اور دل دونوں کو خطاب کرتا ہے اور حق اور جمال دونوں کو اکھٹا رکھتا ہے۔

چوتھا خاصہ:۔ قرآن پاک کے الفاظ کی بناوٹی عمدگی اور بیان کی مظبوطی دونوں ایک ایسی عمدہ چیز ہے جو عقلوں کے ساتھ نکلتی اور آنکھوں کو پکڑتی ہے۔

پانچواں خاصہ:۔ بات کو مختلف طریقوں سے بیان کرنے میں اس کی مہارت اور مختلف انداز کے کلام میں اس کا فن یعنی یہ مختلف الفاظ کے ساتھ ایک معنی دیتا ہے اسی طرح مختلف طریقوں سے ایک معنی بیان کرتا ہے اور یہ تمام خوشنما اور فوقیت والے ہیں۔

چھٹا خاصہ:۔ قرآن پاک جمال اور بیان دونوں کا مجموعہ ہے۔

ساتواں خاصہ:۔ لفظ میں اعتدال کے ساتھ معنی کو پورا کرنا۔

اسلوب قرآن کے خصائص پر توضیحی مثالیں

ادب عربی کے فقید المثال حجت مصطفیٰ الرافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

1۔ اگر تم قرآن پاک کے الفاظ کی عبارت میں غور کرو گے تو اس کی صرفی اور لغوی حرکات کو دیکھو گے کہ وہ وضع اور ترکیب میں حروف کے قائم مقام ہیں اور یہ اس کی فصاحت ہے اور تم ان کو یوں پاؤ گے کہ وہ حروف کی آوازے ساتھ ملے ہوئے ہیں اور نظم کی موسیقی میں ان کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ حتی کہ بعض اوقات حرکت ثقیل ہوتی ہے اور اس میں مٹھاس نہیں ہوتی اور نہ ہی خوشگوار ہوتی ہے۔

لیکن جوں ہی وہ قرآن میں استعمال ہوتی ہے تو تم اس کی عجیب شان دیکھتے ہو۔

اسی سے لفظ "نُذُر" ہے جو لفظ "نذیر" کی جمع ہے اس پر ضمہ ثقیل ہے کیونکہ یہ نون اور ذال دونوں پر ساتھ ساتھ آتا ہے اس کے علاوہ اس حرف کا سخت ہونا اور زبان پر کرخت ہونا ہے لیکن قرآن پاک میں اس کے برعکس آیا ہے ارشاد خداوندی ہے:

وَلَقَدْ أَنذَرَهُم بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ [1]

اور بے شک اس نے انہیں ہماری گرفت سے ڈرایا تو انہوں نے ڈر کے فرمانوں میں شک کیا۔

پس اس ترکیب پر غور کرو اچھی طرح پھر اچھی طرح غور کرو اور حروف کی جگہوں کا ذائقہ چکھو اور حس سماعت میں اس کی حرکات کو جاری کرو اور لقد دال میں اور اسی طرح "بطشتنا" کی طاء میں قلقلہ کے مقامات کو دیکھو اور طاء کے بعد واؤ تک یعنی "بطشتنا فتماروا" میں مسلسل فتح کو دیکھو پھر مد کے ساتھ فصل کو دیکھو تا کہ اس کے بعد ضمہ خفیف ہو جائے اور تا کہ یہ ضمہ

---

1 سورۃ قمر آیت 36

اپنے مقام تک پہنچ جائے جیسے کھانوں میں ترشی ہوتی ہے۔

2۔ اور قرآن پاک میں ایک عجیب ترین لفظ ہے اور وہ کسی کلام میں اچھا نہیں لگتا مگر پورے قرآن میں اپنے مقام پر، اور وہ لفظ "ضیزیٰ" ہے۔ جو اس ارشاد خداوندی میں ہے:

تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَىٰ [۱]

جب تو یہ سخت بھونڈی تقسیم ہے

اس کے باوجود اس کا نظم کلام میں حسن عجیب ترین حسن میں سے ہے اور نہایت پسندیدہ ہے اگر تم لغت عربیہ کا ارادہ کرو گے تو اس جگہ اس کے علاوہ (کوئی لفظ) صلاحیت نہیں رکھتا یہ کلمہ فواصل [۲] میں سے ہے ایک فاصلہ کے طور پر آیا ہے پھر یہ عرب والوں کے رد کے مقام پر ہے کیونکہ یہ بتوں کے ذکر اور ان کے اس خیال کے رد میں آیا ہے کہ اولاد کی تقسیم ہے انہوں نے فرشتوں کے اس خیال کے رد میں آیا ہے کہ اولاد کی تقسیم ہے انہوں نے فرشتوں اور بتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیا حالانکہ وہ بیٹیوں کو زندہ در گور کرتے تھے۔ ارشاد خداوندی ہے:

أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنثَىٰ ۝ تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَىٰ [۳]

تو کیا تم کو بیٹا اور اس کی بیٹی جب تو یہ سخت بھونڈی تقسیم ہے

تو لفظ کی غرابت اس تقسیم کی غرابت سے جس کا انکار کیا زیادہ ہے اور یہ تمام جملہ گویا کہ اس کے بولنے کی صورت میں یوں تصور کیا گیا ہے جملہ میں انکار ہے اور دوسرے میں ان کا مذاق ہے۔

اور یہ تصویر بلاغت میں بہت بلیغ ہے اور عربی لفظ جو فصل کے مقام میں آتا ہے اس میں یہ خاص ہے۔ (آیت کی جدائی کو فصل کہا گیا)

3۔ **اسلوب قرآن:**۔ ان چیزوں میں سے ہے جو کلام بلیغ کی نظم (عبارت) میں انسانی طوقت میں نہیں ہے۔ پھر جو چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نظم قرآن ایسا مادہ ہے جو صنعت سے اوپر اور فکر سے دور ہے گویا وہ جملہ پر گرایا گیا ہے تم بعض الفاظ کو دیکھو گے جو اس میں مجموعی طور پر آتے ہیں اور مفرد صیغہ کے طور پر استعمال نہیں ہوتے جب اس صیغہ کی حاجت ہوتی ہے تو اس کا مرادف لفظ استعمال ہوتا ہے۔ جس طرح لفظ "لُب" ہے یہ مجموعہ کے طریقہ پر ہی آتا ہے جیسے ارشاد خداوندی ہے:

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ [۴]

---

۱ سورۃ النجم آیت 22

۲ آیات کے آخر کو فواصل کہا جاتا ہے ان کا انداز ایک ہوتا ہے۔ ۱۲ ہزاروی

۳ سورۃ النجم آیات 21و22

۴ سورۃ الزمر آیت 21

بے شک اس میں دھیان کی بات ہے عقلمندوں کے لئے

اور ارشاد خداوندی ہے:

وَلِيَذَّكَّرَ أُولُوا الْأَلْبَابِ[1]

تا کہ نصیحت حاصل کریں عقلمند

یہ مفرد استعمال نہیں ہوتا بلکہ اس کی جگہ (بطور مفرد لفظ) قلب آیا ہے

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ[2]

بے شک اس میں نصیحت ہے اس کے لئے جو دل رکھتا ہے۔ یا کان لگائے اور متوجہ ہو۔

یہ اس لئے کہ لفظ باشدید ہے اور اس میں صفات جمع میں اور اس کی طرف لام کے ذریعے جایا جاتا ہے جو شدیدہ مسترخیہ ہے حروف کی صفات شدت اور رخوت وغیرہ کی طرف اشارہ ہے۔

تو جب یہ لفظ لانا اچھا نہیں تو اسے عبارت سے ساقط کر دیا۔

اسی طرح لفظ کوب ہے یہ بھی جمع کے طور پر استعمال ہوتا ہے مفرد استعمال نہیں ہوتا اس لئے کہ اس میں وہ بات مہیا نہیں جس کو بولنے میں لایا جائے جیسے ظہور، رقت، انکشاف اور حسن تناسب۔ جیسے لفظ اکواب جو جمع ہے اور لفظ "ارجاء" ہے قرآن پاک میں یہ بطور جمع استعمال ہوتے ہیں۔ مفرد لفظ یعنی "رجاء" کو چھوڑ دیا گیا یعنی جانب اسے اس لئے چھوڑا کہ اس کے لفظ میں خرابی ہے۔ اور نظم میں اس کی گنجائش نہیں جیسا کہ تم دیکھتے ہو۔

اس کے برعکس لفظ "الارض" ہے وہ مفرد ہی آیا ہے اور قرآن پاک میں جمع کا صیغہ "ارضین" نہیں آیا۔

اور جب اس کی جمع کی ضرورت ہوئی تو اس صورت میں لایا گیا جس سے اس کی فصاحت کا راز چلا گیا اور وہ اسے اس طرح لے گیا کہ اس کا حسن چلا گیا اور وہ یوں کہ ہر فکر اسے طویل سجدہ کرتا ہے۔

اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے:

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ[3]

اللہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور انہی کے برابر زمینیں۔ حکم ان کے درمیان اُترتا ہے۔

اور "سبع ارضین" نہیں فرمایا کیونکہ اس سے ہی خرابی لازم آتی جو لفظ میں داخل ہوتی ہے اور نظم میں سخت خلل واقع ہوتا۔

4۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس قول میں غور کرو:

---

[1] سورۃ ابراہیم آیت 52

[2] سورۃ ق آیت 37

[3] سورۃ الطلاق آیت نمبر 12

فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ آيَاتٍ مُّفَصَّلَاتٍ [1]

تو ہم نے بھیجا ان پر طوفان اور کیڑی اور گھن یا کلنی جوئیں اور مینڈک اور خون جدا جدا نشانیاں

یہ پانچ اسماء ہیں جن میں خفیف ترین الفاظ "الطوفان" الجراد اور الدم ہیں اور ان میں ثقیل ترین لفظ طوفان کو مقدم کیا کیونکہ اس میں دو مدین ہیں تا کہ زبان اس کے خفیف ہونے کی وجہ سے مایوس ہو جائے پھر لفظ "جراد" لایا گیا اس میں بھی (حکمت) ہے کہ اس میں ایک مد ہے پھر ابتداء میں دو شدید لفظ لگائے گئے جو زبان پر آسان ہیں اور دونوں میں سے جو زبان پر زیادہ خفیف ہے اور آواز میں میں دونوں میں سے زیادہ دور ہے کیونکہ وہاں غنہ ہے۔ پھر لفظ "الام" آخر میں لایا گیا اور یہ ان پانچ الفاظ میں سے خفیف ترین ہے اور اس کے حروف سب سے کم ہیں تا کہ زبان اس میں جلدی کرے اور ان کے لئے نظم (عبارت) کا ذوق قائم رہے اور ان کے ذریعے ترکیب میں یہ اعجاز قائم رہے۔

اگر تم ان الفاظ کی ترتیب الٹ دو تو ان کی فصاحت صرف اسی مقام پر پاؤ گے اور اگر کیس لفظ کو مقدم یا مؤخر کرو تو ان میں بہت جلد رکاوٹ پاؤ گے۔

اور ان میں سے کسی لفظ یا نظم کو فصاحت کے طور پر لانے سے تم تھک جاؤ گے۔

اسی وجہ سے یہ ہم اس بات میں مخلص ہیں کہ قرآن مجید اپنے اسلوب میں منفرد ہے کیونکہ یہ انسانی وضع بالکل نہیں اگر یہ انسان نے بنایا ہوتا تو یہ ایسے طریقے پر ہوتا جو عرب کے اسلوب کے مشابہ ہے یا ان لوگوں کے اسلوب پر جو ان (اہل عرب) کے بعد اس زمانے تک آئے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا [2]

اور اگر وہ غیر خدا کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے

اہل عرب نے اس بات کو محسوس کیا اور ان کے بلغاء کو اس کا یقین ہو گیا (کہ یہ غیر اللہ کا کلام نہیں) اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ (اس کے مقابلے سے) بے بس نہ ہوتے اور نہ اس سے کنارہ کش ہوتے کیونکہ انہوں نے کلام کی وہ جنس دیکھی جو اس کو ان کی طبیعتوں تک پہنچانے والی نہیں تھی اور وہ اس کلام کا مقابلہ کس طرح کر سکتے تھے جو مخلوق نہیں (بلکہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے [3]

فضیلۃ الشیخ زرقانی نے "خصائص اسلوب القرآن" کے موضوع پر لکھتے ہوئے کہا:

قرآن پاک کے لئے ایسی برکت اور فریفتگی جو اس کے صوتی نظام (پڑھنے کے دوران) اور لغوی جمال میں روشن ہوتا ہے اور قرآن پاک کے صوتی نظام سے ہماری مراد یہ ہے کہ قرآن اپنی حرکات وسکنات، مدّوں، غنوں، اتصال اور سکتوں میں عجیب عجیب

---

1 سورۃ اعراف آیت 133

2 سورۃ النساء آیت نمبر 82

3 اعجاز القرآن للرافعی ص 261

انساق اور عمدہ اتصال رکھتا ہے یہ کانوں کو متوجہ کرتا اور نفسوں کو ایسے طریقے پر مائل کرتا ہے کہ کسی دوسرے کلام کے لئے اس تک پہنچنا ممکن نہیں ہے۔ وہ کلام نظم میں ہو یا نثر میں۔

اور قرآن کے جمال لغوی سے ہماری مراد وہ ظاہر عجیب جمال ہے جس کی وجہ سے قرآن پاک اپنے حروف، کلمات کی ترتیب میں اور اس کے علاوہ اس تمام ترتیب سے جسے لوگ اپنے کلام میں لاتے ہیں ممتاز ہے اور یہ لغوی جمال اعجاز کی بلندی تک پہنچ گیا۔ اس طرح کہ اگر قرآن پاک میں انسانی کلام میں سے کوئی چیز داخل ہو جائے تو اسے پڑھنے والے اپنے مونہوں میں (یعنی زبانوں پر) اس کا ذائقہ محسوس کر لیتے ہیں اور سننے والوں کے کانوں میں اس کا نظام خلل کا شکار ہو جاتا ہے۔

اور اس جمال لغوی اور نظام صوتی کا ایک عجیب معاملہ یہ ہے کہ ایک طرف وہ اعجاز کی دلیل ہیں اور دوسری طرف وہ حفظ قرآن کے لئے رکاوٹ ڈالتے والی دیوار ہیں۔ یہ اس لئے کہ جمال لغوی اور نظام صوتی کی شان سے یہ بات ہے کہ کانوں کو متوجہ کیا جائے اور بیداری کی راہ اختیار کی جائے اور ہر انسان کے اندر جو داعیہ (دعوت دینے والی قوت) ہے جو اس قرآن کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ اسے حرکت دی جائے اس طرح یہ ہمیشہ ہمشہ مخلوق کی زبان اور کانوں پر غالب رہے گا۔ اور ان کے درمیان اس کی فضیلت کی پہچان ہوگی۔ اور کوئی شخص اس میں ردوبدل کرنے کی جرآت نہیں کرے گا۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کا مصداق ہے

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ [1]

بے شک ہم نے ہی قرآن اتارا اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔ [2]

قرآن پاک کے اسلوب کے خصائص میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ عقل اور دل دونوں کو بیک وقت مخاطب کرتا ہے نیز حق اور جمال کو اکھٹا کرتا ہے اس کی طرف نظر کرو جب وہ (قیامت کے دن) اٹھنے اور جمع ہونے کے بارے میں منکرین جھٹلانے والوں کے مقابلے میں دلیل پیش کرتا ہے تو وہ اپنا استدلال کس طرح پیش کرتا ہے جو دلوں کو ہلا کر رکھ دیتا ہے اور ان خاموش کرنے والے دلائل میں پوشیدہ باتوں سے توجہ کرنے والے دلوں کو نفع حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ فصلت میں ارشاد فرمایا:

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنَّكَ تَرَى الْأَرْضَ خَاشِعَةً فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ إِنَّ الَّذِي أَحْيَاهَا لَمُحْيِي الْمَوْتَى إِنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ [3]

اور اس کی نشانیوں میں سے دیکھے زمین کو دیکھے بے قدر پڑی تو ہم نے اس پر پانی اُتارا تر و تازہ ہوئی اور بڑھ

---

[1] سورۃ الحجر آیت 9

[2] مناہل العرفان ج 2 ص 208

[3] سورۃ فصلت آیت 39

چلی بے شک جس نے اسے جلایا ضرور مردے جلائے گا بے شک وہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

اور جو کچھ سورۃ ق میں فرمایا اس کو غور سے سنو ارشاد فرمایا

وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُّبَارَكاً فَأَنبَتْنَا بِهِ جَنَّاتٍ وَحَبَّ الْحَصِيدِ ○ وَالنَّخْلَ بَاسِقَاتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيدٌ ○ رِزْقاً لِّلْعِبَادِ وَأَحْيَيْنَا بِهِ بَلْدَةً مَّيْتاً كَذَٰلِكَ الْخُرُوجُ

اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی اتارا تو اس سے باغ اگائے اور اناج کہ کاٹا جاتا ہے اور کھجور کے لمبے درخت کہ جن کا پکا گھایا بندوں کی روزی کے لئے اور ہم نے اس سے مردہ شہر جلایا، اسی طرح قبروں سے تمہارا نکلنا ہے۔

اس فوقیت پر مبنی اسلوب پر غور کرو جس نے ایک آن میں عقل کو عاجز کر دیا اور توجہ کرنے والے دلوں کو بے نیاز کر دیا حتی کہ اس جملہ میں جو دلیل کے مقدمات کا نتیجہ ہے اس میں غور کرو۔ پہلی آیت میں فرمایا:

ان الذی احیاھا لمحی الموتی

اور آیات کے آخر میں فرمایا:

کذلك الخروج

یعنی قبروں سے نکلنا اور جمع ہونا

اے جادو کا اثر رکھنے والے جمال اور غالب اعجاز جو بیک وقت انسان کی عقل اور اس کے دل کو متوجہ کرتا ہے اور اس کی بنیاد زیادہ نصیحت کرنے والے دلائل اور عمدہ ترین بیان ہے جو ان معدودات کلمات میں ہے۔

پھر غور کیجئے مثلاً وہ حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ بیان کرتا ہے اور وہ اس کے درمیان موثر نصیحتیں لاتا ہے اور ان کے درمیان اس بات پر روشن دلائل لاتا ہے کہ مضبوطی سے دامن پکڑنے کا وجوب معاف کرنا، عزت وشرف اور امانت وغیرہ کو بیان کرتا ہے۔

جب وہ اس عمدہ واقعہ کی ایک فصل میں فرماتا ہے:

وراودته اللتی ھو فی بیتھا عن نفسه وغلقت الابواب وقالت ھیت لك قال معاذ الله انه ربی احسن مثوای انه لا یفلح الظالمون

اور وہ جس عورت کے گھر تھا اس نے اسے لبھایا کہ اپنا آپا نہ روکے اور دروازے سب بند کر دئے اور بولی آؤ تم سے کہتی ہوں۔ کیا اللہ کی پناہ وہ عزیز تو میرا رب یعنی پرورش کرنے والا ہے بے شک وہ ظالموں کو پسند نہیں فرماتا ہے۔

اس آیت میں غور کریں کس طرح گمراہی کی طرف بلانے والے تین امور کے مقابلے میں پاک دامنی کی دعوت دینے

والی تین باتوں کا ذکر فرمایا کہ رحمن کی فوج اور شیطان کی فوج کے درمیان زبردست جنگ پائی جاتی ہے۔

اور ان کو کس طرح انصاف کرنے والی عقل کے سامنے ترازو کے دو لکڑیوں میں رکھا گیا اسی طرح ہم قرآن پاک کو شیریں، میٹھا اور خوشگوار پاتے ہیں کہ وہ عقلی دلائل کا گھونٹ بھرنے کے لئے نفسوں میں آسانی پیدا کرتا ہے اور جذباتی نگاہوں کے ساتھ عقلوں سے زنج کو دور کرتا ہے۔ تو کیا تم انسانی کلام میں اس کی مثل پانے کی سعادت حاصل کرتے ہو؟ نہیں پھر نہیں، انسانی کلام اگر عقل کے حق کو پورا کرے تو جذبات کا حق کم ہوگا اور اگر جذبات کا حق پورا ہو تو عقل کا حق کم ہوگا۔

حتی کہ عرف عام میں بشری اسلوب کو دو قسموں میں تقسیم کیا گیا۔ تیسرا اسلوب کوئی نہیں (دو اسلوب یہ ہیں:)

1۔ اسلوب علمی

2۔ اسلوب ادبی

پس علم کے طالب اسلوب ادبی علمی اسلوب پسند نہیں ہوتا۔ اسی طرح تم علماء اور محققین کے کلام کو پاؤ گے جس میں سختی اور جمود ہے جو نہ تو دلوں کو ہلاتی ہے اور نہ نفسوں کو حرکت دیتی ہے اور تم ادیبوں اور شعراء کے کلام میں کمزور اور علمی بانجھ پن پاؤ گے جو نہ تو افکار کو غذا مہیا کرتا ہے اور نہ ہی عقلوں کو عاجز کرتا ہے لیکن قرآن پاک کلام کی ان تمام انواع کے درمیان منفرد ہے کیونکہ یہ ایسی قادر ذات کا اتارا ہوا ہے جسے ایک کام دوسرے کام سے غافل نہیں کرتا:

فَتَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ [1]

تو برکت والا ہے تمام جہانوں کا پروردگار

وجوہ اعجاز میں سے تیسری وجہ

یہ خوبصورت اختصار اور عادت خلاف (بطور معجزہ) فصاحت ہے کس انسان کے لئے ممکن نہیں کہ وہ اس کا احاطہ کر سکے یا اس کی مثل لا سکے کیونکہ وہ بشری طاقت اور انسانی قدرت سے بلند ہے۔

ایک دیہاتی بکریاں چرانے والا قرآن پاک سن کر تمام جہانوں کے رب کے لئے سجدہ ریز ہو جاتا ہے اور یہ اس بزرگی والی کتاب کے حسن اور اس اثر کی وجہ سے ہے جو یہ سامعین کے نفسوں میں پید کرتا ہے اور ان سخت دل چرواہوں میں پیدا ہونے والے احساس کی رقت اور لطیف شعور کی دلیل ہے۔

ایک لڑکی اور اصمعی کا واقعہ

منقول ہے کہ اصمعی ایک دن باہر نکلے تو ان کی ملاقات ایک پانچ یا چھ سالہ لڑکی سے ہوئی انہوں نے سنا کہ وہ خوبصورت اشعار پڑھ رہی ہے ان کو ان شعروں پر تعجب ہوا اور اس کے خوبصورت اسلوب خوش بیانی اور الفاظ کی فصاحت سے ان کے نفس

---

[1] سورۃ غافر آیت 64 دیکھئے مناہل العرفان ص 210

اور دل میں حرکت پیدا ہوئی انہوں نے اس سے فرمایا اللہ تجھے ہلاک کرے (بد دعا نہیں محاورتاً کہا) تو کس قدر فصیحہ ہے اس نے جواب دیا آپ پر افسوس آپ اس کو فصاحت شمار کر رہے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی موجود ہے:

وَأَوْحَيْنَا إِلَى أُمِّ مُوسَى أَنْ أَرْضِعِيهِ فَإِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيْكِ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ [1]

اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو الہام فرمایا کہ اسے دودھ پلا پھر جب تجھے اس سے اندیشہ ہو تو اسے دریا میں ڈال دے اور نہ ڈر اور نہ غم کر بے شک ہم اسے تیری طرف پھیر لائیں گے اور اسے رسول بنائیں گے

اس کے بعد انہوں نے ان سے کہا کہ اس آیت کے مختصر ہونے کے باوجود اس میں دو امر، دو نہی، دو خبریں اور دو بشارتیں جمع ہیں (آخر تک)

حضرت اصمعی فرماتے ہیں مجھے اس کے فہم اور ادراک (علم) پر اس کے شعر پڑھنے سے بھی زیادہ تعجب ہوا کہ یہ دیہاتی لڑکی چھوٹی عمر کی ہے لیکن اس کا علم اور فہم وسیع ہے اس نے جو اشعار پڑھے وہ یہ ہیں:

استغفر الله لذنبی کله
قبلت انساناً بغیر حلّه
مثل الغزال ناعماً فی دلّه
وانتصف اللیل ولم اصله

میں اپنے تمام گناہوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرتی ہوں میں نے انسان کو بغیر جواز کے بوسہ دیا۔

اس ہرن کی طرح جو اپنے اطمینان وسکون میں آسودہ حال ہے آدھی رات ہوگئی اور میں نے ابھی تک نماز نہیں پڑھی۔

اس لونڈی نے اصمعی کو قرآن پاک میں پائی جانے والی بلاغت، فصاحت اور اختصار کے حسن کے بارے میں بتایا۔

آیت (مذکورہ بالا) میں دو مرجع ہیں ایک ارضعیہ اور دوسرا "القیہ فی الیم" اور دو نہی ہیں ایک "ولا تخافی" اور دوسری "ولا تحزنی" اور دو خبریں ہیں ایک "واوحینا" اور دوسری "خفت" اور دو خوشخبریاں ایک "إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيْكِ" اور دوسری "وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ"

پہلی خوشخبری میں بتایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو صحیح سلامت آپ کی والدہ کی طرف واپس کیا جائے گا اور دوسری خوشخبری میں بتایا گیا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ عنقریب ان کو رسول اور ہادی بنائے گا۔

---

[1] سورۃ قصص آیت 7

تو دیکھو! اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت فرمائے کس طرح اس دیہاتی لڑکی نے اپنے عربی فطرت سے اس ایجاز (اختصار) اور اعجاز کے رازوں میں سے ایک راز کو پایا، اور وہ اس بات سے آگاہ ہوتی جس کے بارے میں اصمعی کو معلوم نہ ہوا کہ یہ اسرار قرآن سے ہے۔

تو یا اس آیت نے موتیوں اور مرجان کا ہار پرو دیا اور اس کے موتیوں کے لئے میزان ہے۔

ب۔ منقول ہے کہ ابن مقفع جو مشہور کاتب اور بلیغ ہے نے ایک دفعہ قرآن پاک سے معارضہ (ٹکراؤ کی کوشش کی تو اس نے ایک بچے کو یوں پڑھتے ہوئے سنا:)

وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ[1]

حکم فرمایا گیا اے زمین اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان تم جا پانی خشک کر دیا گیا کام تمام ہوا اور کشتی کوہ جودی پر ٹھہری اور کہا گیا دور ہوں بے انصاف لوگ۔

یہ سن کر اس نے قلمیں توڑ ڈالیں اور وہ کاغذ پھاڑ ڈالے جن کے ذریعے اس نے معارضہ کا آغاز کیا تھا اور کہنے لگا اللہ کی قسم! یہ ان چیزوں میں سے ہے کہ اس کی مثال لانا انسان کے بس میں نہیں۔

اس نے جو کچھ جمع کیا تھا اس کو پھاڑ دیا اور اس کے اظہار سے اسے حیاء آتی۔

تو اس طرح ایک بڑا ادیب اور بلیغ اپنے ارادے سے باز آیا جب کہ اس کے دل میں اس (قرآن) کی بعض سورتوں کے ساتھ معارضہ (ٹکراؤ) کا خیال آیا تھا کیونکہ وہ قرآن پاک کے حسن وخوبی کو سمجھ گیا پھر قرآن پاک کے اسلوب میں اختصار کو دیکھیں پھر اس خوبصورت ترین اسلوب کے ساتھ موازنہ کریں جس کے ساتھ ایک عربی نے گفتگو کی اور یہ ضاد بولنے والوں کے فصیح ترین شخص رسولوں کے سردار حضرت محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسلوب ہے جن کی فصاحت وبلاغت پر گواہی ان کے مدد گاروں سے پہلے ان کے دشمنوں نے دی قرآنی وسعت کے درمیان موازنہ کر کے دیکھو تم ان کے درمیان دور کا فرق پاؤ گے جس طرح آسمان وزمین کے درمیان فاصلہ ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کی صفت اور اس میں پائی جانے والی نعمتوں اور اس میں ہمیشہ رہنے کے بارے میں فرمایا اس پر غور کرو آپ نے فرمایا:

فیھا مالا عین رات ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر

اس جنت میں وہ کچھ ہے جسے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں اس کا خیال آیا

ان خوبصورت الفاظ اور ارشاد خداوندی جو اہل جنت کی نعمتوں کے وصف کے بارے میں ہے کو باہم ملاؤ ارشاد خداوندی ہے:

---

1 سورۃ ہود آیت 44

وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ [1]

اور اس میں ہے جو جی چاہے جس سے آنکھ کو لذت پہنچے

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ [2]

تو کسی جی کو نہیں معلوم جو آنکھ کی ٹھنڈک ان کے لئے چھپا رکھی ہے

اس کا وزن معتدل، ترکیب خوبصورت ترین، لفظوں میں بہت مٹھاس، عبارت نہایت مختصر اور الفاظ بہت کم ہیں۔

اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد گرامی:

كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته الرجل راع في بيته ومسئول عن رعيته

تم میں سے ایک نگران ہے اور اس سے اس کے زیر نگران لوگوں کے بارے میں پوچھا جائے گا مرد اپنے گھر کا نگران ہے اور اس سے اس کے ماتحت لوگوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

اس (مندرجہ بالا) حدیث اور اس ارشاد خداوندی کے درمیان موازنہ کریں۔

فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ○ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ [3]

تو تمہارے رب کی قسم ہم ضرور اُن سب سے پوچھے گے جو کچھ وہ کرتے تھے۔

اور ارشاد الٰہی:

فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ [4]

تو بے شک ضرور ہمیں پوچھنا ہے ان سے جن کے پاس رسول گئے اور بے شک ضرور ہمیں پوچھنا ہے رسول سے۔

اسی طرح سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اقوال اور قرآن پاک (کی آیات) کو ملاتے جاؤ تو تم جان لو گے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام آپ کی بلاغت کے باوجود انسانی کلام سے خارج نہیں جو کلام کی بلند چوٹی پر ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے کلام کے مشابہ کوئی کلام نہیں کیونکہ وہ انسان کے خالق کا کلام ہے۔

اسے دیکھو وہ انہی آیات مجیدہ میں سے کسی آیت کی جزء میں سابقہ امتوں کے احوال بیان کرتا ہے اور منکرین جھٹلانے

---

[1] سورۃ زخرف آیت 71

[2] سورۃ سجدہ آیت 17

[3] سورۃ حجر آیت 92-93

[4] سورۃ اعراف آیت 6

والوں کا انجام بیان کرتا ہے اور ان پر جو غم میں ڈالنے والے واقعات اور مصائب اترتے ہیں وہ ان کی سرکشی کا نتیجہ ہوتا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے کس طرح ان سب سے انتقام لیا جب وہ سرکشی میں حد سے تجاوز کر گئے۔ پس ان میں سے ایک بھی بچ نہ سکا۔ ارشاد خداوندی ہے:

فَمِنْهُم مَّنْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِباً وَمِنْهُم مَّنْ أَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ وَمِنْهُم مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْأَرْضَ وَمِنْهُم مَّنْ أَغْرَقْنَا وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ [1]

تو ان میں ہم نے کیس پر پتھراؤ بھیجا اور ان میں کسی کو چھنگاڑ نے آلیا اور ان میں کسی کو زمین میں دھنسا دیا اور ان میں کسی کو ڈبو دیا اور اللہ کی شان نہ تھی کہ ان پر ظلم کرے ہاں وہ ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن حضار سے نقل کرتے ہوئے فرمایا:

یہ تینوں یعنی نظم، اسلوب اور فصاحت ہر سورت بلکہ ہر آیت کو لازم ہے اور ان تینوں کے مجموعہ سے ہر آیت اور ہر سورت جب سنی جاتی ہے تو وہ تمام انسانی کلام سے ممتاز ہوتی ہے۔

اسی بنیاد پر چیلنج کیا جاتا ہے اور مخالف کو عاجز کر دیا جاتا ہے اس کے ساتھ ساتھ ہر سورت میں یہ تینوں باتیں انفرادی طور پر بھی پائی جاتی ہیں اس کے بغیر کہ (بلاغت کی) دس وجوہ میں سے کوئی بات ان کے ساتھ ملائی جائے۔

یہ سورۃ کوثر ہے جس کی تین چھوٹی چھوٹی آیات ہیں۔

اور یہ قرآن پاک کی سب سے چھوٹی سورت ہے اور یہ معنوں کی خبر کو شامل ہے۔

1۔ کوثر کے بارے میں خبر دینا جو جنت میں ایک نہر ہے پھر اس کا بڑا ہونا، اس کی وسعت اور اس کے برتنوں کی کثرت یہ اس بات کی دلیل ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کرنے والے تمام رسولوں کی اتباع کرنے والوں سے زیادہ ہیں۔

2۔ ولید بن مغیرہ کے بارے میں خبر دینا اس آیت کے نزول کے وقت اس کے اس مال اور اولاد زیادہ تھی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے مال اور اہل کو ہلاک کر دیا اور اس کی نسل ختم ہوگئی۔[2]

کامل خدائی قانون

قرآن پاک کے اعجاز کی وجوہ اعجاز میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ یہ کامل خدائی قانون ہے جو ہر انسانی قانون (وضعی قانون) سے برتر ہے جس سے انسان قدیم وجدید زمانے میں متعارف ہوا۔

قرآن پاک وہ کتاب ہے جس نے عقائد کے اصول، عبادات کے احکام فضائل وآداب کے قوانین، اقتصادی، سیاسی، مدنی (معاشرتی) اور اجتماعی قوانین کو واضح کیا اور اس نے خاندانی اور اجتماعی زندگی کو منظم کیا۔

---

[1] سورۃ عنکبوت آیت 40

[2] الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ج 1 ص 74

اس نے نہایت عدل پر مبنی انسان کی بنیادی ضرورتیں جن کے ذریعے مبلغین اصلاح بیسویں صدی میں دعوت دیتے ہیں کہ بنیاد رکھی سنو وہ مساوات ہے آزادی ہے اور عدالت جسے لوگ جمہوریت کا نام دیتے اور شوراتی نظام کہتے ہیں اور اس کے علاوہ بھی وہ چیزیں جن سے معاشرے کی بنیاد پڑی اور قانون سازی ہوئی جس کی طرف دور جدید کا معاشرہ دوڑ رہا ہے۔

عقائد

عقائد کے سلسلے میں قرآن پاک نے ایسے عقیدے کی طرف دعوت دی جو پاک اور روشن ہے واضح ہے جلیل ہے اور اس کا ستون اللہ عزوجل پر ایمان لانا اور اس کے تمام انبیاء و رسل عظام (علیہم السلام) کی تصدیق کرنا اور تمام آسمانی کتب پر ایمان لانا ہے۔ یہ اس ارشاد خداوندی کا مصداق ہے:

آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللّهِ وَمَلآئِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لاَ نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ [1]

رسول ایمان لایا اس پر جو اس کے رب کے پاس سے اس پر اترا اور ایمان والے سب نے مانا اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو یہ کہتے ہوئے ہم اس کے رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے

یہود و نصاریٰ کو ایک سیدھی بات کی دعوت دی جس میں کوئی رُوگردانی اور ٹیڑھا پن نہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْاْ إِلَى كَلَمَةٍ سَوَاء بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلاَّ نَعْبُدَ إِلاَّ اللّهَ وَلاَ نُشْرِكَ بِهِ شَيْئاً وَلاَ يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضاً أَرْبَاباً مِّن دُونِ اللّهِ فَإِن تَوَلَّوْاْ فَقُولُواْ اشْهَدُواْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ [2]

تم فرماؤ اے کتابیو! ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں یکساں ہے عبادت نہ مگر خدا کی اور اس کا شریک کسی کو نہ کریں اور ہم میں کوئی ایک دوسرے کو رب نہ بنائیں اللہ کے سوا پھر اگر وہ نہ مانیں تو کہہ دو گواہ رہو ہم مسلمان ہیں۔

عبادات کے سلسلے میں قرآن پاک عبادات کی بنیادی باتوں اور ان کے ستونوں (اصول) کو لایا ہے پس نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور نیکی اور فرمانبرداری کے تمام اعمال کو مشروع کیا (شریعت بنا دیا) اسلام میں عبادت صرف انہی ستونوں اور ارکان پر اکتفاء نہیں کرتی بلکہ یہ تمام اچھے کاموں اور نیکی اور اطاعت کے کاموں پر مشتمل ہے۔

یہی وجہ ہے کہ علماء کرام نے اس بات پر اتفاق کیا کہ انسان جو عمل اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے کرے وہ عبادت ہے

---

1 سورۃ بقرہ آیت 285

انہوں نے فرمایا کہ اچھی نیت، عادت کو عبادت میں بدل دیتی ہے۔

جب انسان کوئی عمل کرتا ہے وہ حرام سے بچنے اور اہل وعیال پر خرچ کرنے کے لئے کوئی پیشہ اختیار کرتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قوت حاصل کرنے کے لئے کھاتا پیتا ہے تو اس کا (یہ) عمل (بھی) عبادت ہوتا ہے جس پر اسے ثواب ملتا ہے۔ اس کی اصل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے آپ نے فرمایا:

انك لن تنفق نفقة تبتغي بها وجه الله الا اجرت عليه حتى اللقمة تضعها في في امرتك[1]

تم ہرگز کوئی چیز خرچ نہیں کرتے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی رضا تلاش کرتے ہو مگر اس پر تمہیں ثواب دیا جاتا ہے حتی کہ وہ لقمہ بھی (باعث ثواب ہے) جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتے ہو۔

اور آپ نے ارشاد فرمایا:

وفي بضع احد كم صدقة قالوا يا رسول الله ﷺ! ياتي احدنا شهوته ويكون له فيها اجر قال ارايتم لو وضعها في حرام كان عليه وزر فكذلك اذا وضعها في حلال كان له اجر[2]

اور تم میں سے کسی ایک کی شرمگاہ میں صدقہ ہے صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہم سے کوئی ایک اپنی شہوت پوری کرے تو اس میں اس کے لئے اجر ہوگا؟ آپ نے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے؟ اگر وہ یہ کام حرام طریقے سے کرے تو اس پر گناہ نہیں ہوگا۔ پس اسی طرح جب وہ اس عمل کو حلال جگہ پر رکھے تو اس کے لئے ثواب ہوتا ہے۔

عبادات میں وسعت

اگر ہم فرض عبادات کے اصول کو گہری نظر سے دیکھیں تو ہم پائیں گے کہ اسلام نے اس میں وسعت رکھی ہے اور ان کو کئی اقسام میں تقسیم کیا ہے اور ان کی مختلف اقسام بنائی ہیں ان میں سے بعض عبادات مالیہ ہیں جیسے زکوۃ اور صدقات اور ان میں سے بعض بدنی عبادات ہیں جیسے نماز، روز، اور ان میں بعض میں دونوں قسمیں مالی اور بدنی جمع ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال اور نفس کے ساتھ جہاد کرنا یہ مختلف اقسام کی تقسیم اس کا مغز اور بلند مرتبہ حکمت ہے اور یہ اس طرح کہ نفس ایک ہی چیز سے مانوس نہ ہو جائے کہ وہ اس کی عادت بن جائے یا وہ تھک جائے اور ایک ہی عبادت سے اس کا دل تنگ ہو جائے۔

اور عام قانون سازی کے میدان میں، ہم قرآن پاک کو یوں پاتے ہیں کہ اس نے معاشرتی، تعزیراتی، سیاسی اور اقتصادی قوانین میں عموم رکھا ہے اور صلح اور لڑائی کی حالت میں بین الاقوامی تعامل کے لئے نہایت کامل طریقے اور بڑے عادلانہ نظام

---

1 صحیح بخاری

2 صحیح مسلم

کے طریقے پر قانون سازی کی۔

معاملات کے سلسلے میں قرآن پاک نے لوگوں کو مال باطل طریقے سے کھانے کو حرام قرار دیا ارشاد خداوندی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ [1]

اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ کوئی سودا تمہاری باہمی رضامندی کا ہو

اور بیع کو پختہ کرتے وقت اور قرض کی تحریر کے وقت گواہ قائم کرنے کی دعوت دی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ وَلْيَكْتُبْ بَيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ [2]

اے ایمان والو جب تم ایک مقرر مدت تک کسی دین کا لین دین کرو تو اسے لکھو اور چاہیئے کہ تمہارے درمیان کوئی لکھنے والا ٹھیک لکھے۔

جرائم کے سدباب کے سلسلے میں قرآن پاک نے حدود رکھی ہیں امت پر ان کا نفاذ لازم کیا جس کا مقصد معاشرے کی حفاظت اور بچاؤ اور اسے افسردگی اور اضطراب سے محفوظ رکھنا نیز امت کی زندگی اس کے مستقبل اور اسے قانون اور عزت کو امن دینا ہے تاکہ وہ عزت اور سعادت کی زندگی گزار سکے جو صرف امن وسکون سے ہی ممکن ہے۔

بنیادی جرائم کی نشاندھی

قرآن پاک نے بنیادی نیز فرد اور جماعت کے لئے مستقبل میں خطرہ بننے والے بڑے جرائم بیان کئے اور ان میں سے ہر ایک لئے سزائیں مقرر کی ہیں نہ ان پر اضافہ کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی ان میں کمی ہو سکتی ہے ان کے نفاذ میں سستی کرنا بھی جائز نہیں۔

ان کے علاوہ چھوٹے جرائم مسلم حاکم کی صوابدید پر چھوڑ دیئے گئے ہیں وہ سنت نبویہ مطہرہ کے مطابق ان پر سزا نافذ کرے جس کا مقصد لوگوں کے لئے بھلائی کا ارادہ کرنا اور معاشرے کو اجتماعی مفاسد اور مظالم سے پاک کرنا ہو اور بڑے جرائم جن کے لئے قرآن پاک نے عبرت ناک سزائیں مقرر کی ہیں وہ پانچ ہیں۔

پانچ بڑے جرائم

1۔ قتل کا جرم

---

1 سورۃ نساء آیت نمبر 29

2 سورۃ البقرۃ آیت نمبر 282

2۔ جرم زنا

3۔ چوری کرنے کا جرم

4۔ ڈاکہ زنی کا جرم

5۔ الزام تراشی کے ذریعے لوگوں کی عزت پر حملہ

شاید قرآنی قانون الٰہی اور انسان کے وضع کردہ قانون کے درمیان موازنہ کی بڑی مثال وہ عظیم اثر ہے جو قرآن کریم نے عربوں کے دلوں پر نقش کیا ہے اور اس کے لئے وہ حکمت بھرا طریقہ اختیار کیا جس کے ذریعے اجتماعی مفاسد اور امراض کا علاج کیا ہر فساد کا قلع قمع کیا اور ہر جرم کو ان کو دلوں سے نکال دیا اور ان کو بہترین امت قرار دیا جو لوگوں کی بھلائی کے لئے پیدا کی گئی پس وہ دنیا کے مالک اور کائنات کے راہنما بن گئے۔

واقعاتی زندگی سے مثالیں

قرآنی حکمت بھرے قانون کو باقی انسانی زمینی قوانین پر فوقیت حاصل ہے جسے ہم واقعات زندگی میں تلاش کرتے ہیں اور ممکن ہے کہ ہم دیگر نظاموں پر شریعت اسلامیہ کی برتری واضح کریں جو درج ذیل ہے:

1۔ ماضی قریب میں امریکہ نے شراب کو حرام قرار دیا لیکن اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا اور وہ کامیاب نہ ہوسکا کیونکہ اسے اس حکمت بھرے طریقہ کی توفیق حاصل نہ ہوئی جسے اسلام نے شراب کو حرام قرار دینے میں اختیار کیا چنانچہ اس نے اس کے جواز کی طرف رجوع کیا حالانکہ ان لوگوں کا اعتقاد ہے کہ اس میں خطرناک ضرر ہے۔

2۔ بعض مغربی ممالک بالخصوص امریکہ نے طلاق کو جائز قرار دیا حالانکہ گرجا کی تعلیم کے مطابق وہ ممنوع تھی لیکن انہوں نے اس میں نقصان دہ حد تک زیادتی کی اور وہ ہمیشہ کے لئے طلاق کی قانون سازی تک رہ گیا (اس پر عمل نہ ہوا)

3۔ یورپ کے مصلحین تعدد ازدواج (زیادہ شادیوں) کی ضرورت کے لئے آواز بلند کرتے رہے ہیں حتی کہ ان کی بعض عورتوں نے اس کا مطالبہ کیا کیونکہ غیر شادی شدہ عورتوں کی کثرت ہوگئی اور یہ بات پورے یورپی معاشرے کے لئے مشکل کا باعث بن گئی۔

4۔ یورپی متمدن معاشرے میں ازدواجی خیانتیں بڑی بری شکل اور خوفناک صورت اختیار کر گئیں حتی کہ خاندان اپنی (زنجیر کے) کڑے ٹوٹنے سے خوفزدہ ہو گئے اور ان میں ناجائز بچوں کی کثرت ہوگئی اور اس کی وجہ بے پردگی حسن کی نمائش اور جنسی میل جول (لڑکے لڑکی کا باہم میل جول) تھا۔

5۔ اسبانیہ کی حکومت نے ایک قرارداد پاس کی اور اپنے ملک میں قانونی زنا کاری کو روکنے کے لئے قانون پاس کیا اور عورتوں کو غسل کے لباس میں ساحلوں پر نکلنے سے منع کیا۔

6۔ فرانس کے سربراہ نے جرمنی کے ساتھ آخری جنگ میں شکست کھانے کی اگلی صبح اعلان کیا کہ فرانسیسی حکوت

کی شکست اور ہلاکت کی وجہ ان کا جنسی خواہشات میں انہماک اور مفاسد اور فتنوں میں حد سے بڑھنا ہے۔

7۔ آخر میں ہم دیکھتے ہیں کہ متمدن معاشرے (عربی معاشرے) میں جرائم میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے حالانکہ ان کے ہاں شرعی سزاؤں کا نفاذ واضح ہے کہ کئی سالوں تک قید کی سزا یا رسی کے (پھندے) کے ذریعے پھانسی دیتے ہیں۔

اس کے باوجود ہم خوفناک جرائم دیکھتے ہیں جن میں نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو اٹھالینا (اغوا کرنا) جانوں کو ضائع کرنا (ہلاک کرنا) اور دن کے اجالے میں گھروں بینکوں اور بڑے بڑے محلات میں ڈاکہ زنی ہے۔

حتی کہ اب ہم ان خطرناک جماعتوں کے بارے میں سن رہے ہیں جنہوں نے ملکوں کے امن اور انسانی سلامتی کو خوف زدہ کر دیا ہے یہ اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ انسان کا وضع کردہ قانون ناکام ہو چکا ہے جبکہ اسلام نے امن وسلامتی کو ثابت کیا ہے اور جرائم کو ان کے گہوارے میں ہی (یعنی ابتداء ہی میں) ختم کر دیا۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

اینما نظّمت عقول ضعاف	من نظام المهيمن الديان
ايه عصر العشرين ظنوك عصرا	نيّر الوجه مسعد الانسان
لست نورا بل انت نار وظلم	مذجعلت الانسان كالحيوان

کمزور عقلوں نے جہاں بھی مہیمن اور دیان (حفاظت کرنے والا غالب اللہ تعالیٰ) کے نظام کے مقابلے میں نظام بنایا اسے بیسویں صدی کے دور نے عمدہ خیال کیا جو چہرے کو روشن اور انسان کو خوش بخت بنانے والا ہے حالانکہ تو روشنی نہیں بلکہ آگ اور تاریکی ہے کیونکہ تو نے انسان کو حیوان کی طرح کر دیا ہے رحمن کے قانون اور انسانی قانون میں فرق ہے لیکن اکثر لوگوں کو علم نہیں۔[1]

غیبی باتوں کی خبر دینا

قرآن پاک کے وجوہ اعجاز میں سے ایک وجہ اس کا غیبی خبریں دینا ہے یہ اس بات کی واضح برہان اور قطعی دلیل ہے کہ یہ انسان کا کلام نہیں بلکہ یہ غیبوں کو جاننے والے (اللہ تعالیٰ) کا کلام ہے جس پر (لوگوں سے پوشیدہ) کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے اگر یہ قرآن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنایا ہوتا جس طرح ان (مشرکین) کا خیال تھا تو ان غیبی خبروں میں اس کی بناوٹ کی علامات ظاہر ہوتیں کیونکہ وہ آپ کے خبر دینے کے خلاف واقع ہوتیں اور (معاذ اللہ) آپ کا معاملہ صریح جھوٹ کی وجہ سے رسوائی کا شکار ہو جاتا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے سے بہت بعید ہے۔

مثالیں

الف:۔ ان غیبی خبروں میں سے آپ ﷺ کا اس لڑائی کے بارے میں خبر دینا ہے جو رومیوں اور ایرانیوں کے درمیان عنقریب ہونے والے تھی اور اس میں رومیوں کو گذشتہ جنگ میں شکست کھانے کے بعد غلبہ اور فتح حاصل ہونا تھی ارشاد خداوندی ہے:

الم ○ غُلِبَتِ الرُّومُ ○ فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُم مِّن بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ ○ فِي بِضْعِ سِنِينَ لِلَّهِ الْأَمْرُ مِن قَبْلُ وَمِن بَعْدُ وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ ○ بِنَصْرِ اللَّهِ يَنصُرُ مَن يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ○[1]

رومی مغلوب ہوئے پاس کی زمین میں اور اپنی مغلوبی کے بعد عنقریب غالب ہوں گے چند برس میں حکم اللہ ہی کا ہے آگے پیچھے اور اس دن ایمان والے خوش ہوں گے اللہ کی مدد سے مدد کرتا ہے جس کی چاہے اور وہی ہے عزت والا مہربان

مفسرین نے اس آیت کا شان نزول یوں ذکر کیا ہے کہ حکومت روم (جو عیسائی تھے) اور ایرانیوں جو بت پرست تھے کے درمیان لڑائی ہوئی تو ایرانیوں کو رومیوں کے خلاف فتح حاصل ہوئی اس پر مشرکین خوش ہوئے اور مسلمانوں سے کہنے لگے کہ تم خیال کرتے ہو کہ تم بھی اہل کتاب ہو اور عیسائی بھی اہل کتاب ہیں اور یہاں ہمارے بھائی (ایرانی بت پرست) تمہارے بھائیوں (رومیوں) پر غالب آگئے ہیں اور ہم بھی تم پر ضرور غالب آئیں گے رومیوں کی شکست پر مسلمانوں کو غم اور دکھ پہنچا کیونکہ وہ ایک دین پر تھے اور ایرانی جن سے شکست ہوئی وہ بت پرست تھے۔

اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں مسلمانوں کو خوشخبری دی گئی کہ تھوڑے عرصہ کے بعد رومیوں کو ایرانیوں کے خلاف فتح حاصل ہوگی اور یہ مدت تین سے نو سالوں کے درمیان ہے جسے "بضع سنین" کہا گیا اور اس خوشخبری کے وقت یہ گمان نہیں کیا جا سکتا تھا کہ ایران کے خلاف رومی فتح حاصل کریں گے کیونکہ تباہ کن جنگوں نے ان کو کمزور کر دیا تھا حتی کہ ان کے صحنوں میں ان سے لڑائی لڑی گئی نیز ایرانی حکومت مضبوط اور دفاعی پوزیشن میں تھی اور آخری فتح نے ان کو مزید مضبوط اور دفاع کرنے والے بنا دیا تھا۔

جب یہ آیت (مذکورہ بالا) نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک مشرک ابی ابن خلف سے نو سال تک ایک سو اونٹنیوں کی شرط لگائی اور اس مدت کے گزرنے سے پہلے رومیوں اور ایرانیوں کے درمیان جنگ شروع ہوگئی اس میں روم کو فتح اور ایران کو شکست ہوگئی یوں قرآن پاک کی خبر سچی ثابت ہوئی اور یہ 622ء کی بات ہے اس وقت 2ھ تھی حضرت ابوبکر صدیق

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرط جیت لی اور ان اونٹنیوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا۔

اس آیت میں ایک اور خبر ہے کہ مسلمان عنقریب حاصل ہونے والی فتح پر خوش ہوں گے یعنی جب رومیوں کو فتح حاصل ہوگئی:

ارشاد خداوندی ہے:

وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ بِنَصْرِ اللَّهِ [۱]

اور اس دن ایمان والے خوش ہوں گے اللہ کی مدد سے

اور اللہ تعالیٰ نے اس میں بھی اپنا وعدہ سچ کر دکھایا جس طرح اس (فتح) کے سلسلے میں سچ کر دیا

اور بدر میں مسلمانوں کی فتح بھی اسی قوت ہوئی جب رومیوں کو فتح حاصل ہوئی اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک ہی وقت میں دو خبریں واقع ہوئیں (یعنی دو پیش گوئیاں ثابت ہوگئیں)

زمخشری کہتے ہیں:

یہ آیت ان واضح آیات میں سے ہے جو نبوت کی صحت پر گواہ ہیں اور یہ کہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے کیونکہ یہ غیب کی خبروں سے ہے جسے (ذاتی طور پر) اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔[۲]

ب:۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام کا مکہ مکرمہ امن اور اطمنان سے داخل ہونا۔

روایت میں آتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ تشریف لے جانے سے پہلے خواب میں دیکھا کہ آپ اور آپ کے صحابہ کرام امن کے ساتھ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے انہوں نے سر منڈوائے اور بال چھوٹے کروائے آپ نے اپنا خواب صحابہ کرام کے سامنے بیان فرمایا تو وہ خوش ہو گئے اور اسے خوشخبری قرار دیا انہوں نے خیال کیا کہ وہ اسی سال داخل ہوں گے صحابہ کرام نے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا خواب سچا ہے۔

جب صلح حدیبیہ ہوئی تو (اس سے پہلے) وہ احرام باندھ کر اور قربانی کے جانور ساتھ لے کر مدینہ طیبہ سے نکلے ان کا ارادہ مکہ مکرمہ جانے کا تھا لڑائی کا قصد نہیں تھا بلکہ وہ عمرہ اور قربانی کا ارادہ رکھتے تھے لیکن قریش نے ان کو روک دیا اور قریب تھا کہ مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان لڑائی چھڑ جائے اگر حضور علیہ السلام ان کے ساتھ صلح پر راضی نہ ہوتے آپ نے ان کو بتانا چاہا کہ آپ صلح اور امن عامہ چاہتے ہیں۔ اس صلح کی شرائط میں سے یہ شرط بھی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں اس سال واپس چلے جائیں اور آئندہ سال مکہ مکرمہ میں داخل ہو سکتے ہیں۔

منافقین اور کمزور ایمان والوں نے اس وجہ سے طعن و تشنیع سازش اور نکتہ چینی کا راستہ اختیار کیا حتی کہ منافقین کے سردار

---

۱ سورۃ روم آیت نمبر 4

۲ تفسیر کشاف جلد 4 ص 245

عبد اللہ بن ابی نے کہا اللہ کی قسم! نہ ہم نے سر منڈایا نہ بال چھوٹے کروا ... نہ ہی ہم نے مسجد حرام کو دیکھا اور آیت کریمہ ان تینوں وعدوں کی تاکید کے طور پر نازل ہوئی یعنی مکہ مکرمہ میں داخل ہونا، قربانی کرنا اور قریش کی طرف سے امن، حالانکہ قریش کی طرف سے بدیانتی، وعدہ خلافی اور قطع رحمی معروف تھی۔

پس اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا فرمایا اور مومن مکہ مکرمہ میں امن اور اطمینان کے ساتھ داخل ہوئے اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِن شَاءَ اللّٰهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُؤُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا فَجَعَلَ مِن دُونِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا [1]

بے شک اللہ نے سچ کر دیا اپنے رسول کا سچا خواب بے شک تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہو گے اگر اللہ چاہے امن وامان سے اپنے سروں کے بال منڈواتے یا ترشواتے خوف تو اس نے جانا جو تمہیں معلوم نہیں تو اس سے پہلے ایک نزدیک آنے والی فتح رکھی

ج:۔ اللہ تعالیٰ نے لڑائی سے پہلے مشرکین کے بھاگ جانے کی خبر دی اور یہ اس ارشاد خداوندی میں ہے:

أَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنتَصِرٌ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَىٰ وَأَمَرُّ [2]

یا یہ کہتے ہیں کہ ہم سب مل کر بدلہ لیں گے اب بھگائی جاتی ہے یہ جماعت اور پیٹھیں پھیر دیں گے بلکہ ان کا وعدہ قیامت پر ہے اور قیامت نہایت کڑی اور سخت کڑوی ہے۔

سورۃ قمر مکی ہے اور جہاد کی اجازت 2 ھ میں ملی تو اس وقت جنگ کی سوچ کہاں تھی اور کس شخص کے دل میں خیال آیا کہ تمام مشرکین بھاگ جائیں گے اور مسلمانوں کو ان کے خلاف فتح حاصل ہوگی حالانکہ وہ تعداد میں کم ہوں گے اور تیاری بھی کم ہو گی لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے جس کے خلاف نہیں ہوتا

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی "سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ" تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ کونسی جماعت ہے جسے عنقریب شکست ہوگی جب غزوہ بدر ہوا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ... زرہ میں خوشی کا اظہار کر رہے ہیں اور فرماتے ہیں "سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ" تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کی تاویل کو جان لیا۔

---

[1] سورۃ فتح آیت نمبر 27

[2] سورۃ قمر آیات 44 تا 46

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس آیت کے نزول اور غزوہ بدر کے درمیان نو سال کا عرصہ تھا۔

د:۔ قرآن پاک نے اس سیاہ مستقبل کی خبر دی جس کا کفار قریش کو انتظار تھا اور یہ اس ارشاد خداوندی میں ہے جو سورہ دخان میں ہے:

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ۝ يَغْشَى النَّاسَ هَذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ ۝ أَنَّى لَهُمُ الذِّكْرَى وَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُّبِينٌ ۝ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوا مُعَلَّمٌ مَّجْنُونٌ ۝ إِنَّا كَاشِفُو الْعَذَابِ قَلِيلاً إِنَّكُمْ عَائِدُونَ ۝ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَى إِنَّا مُنتَقِمُونَ ۝[1]

توتم اس دن کے منتظر رہو جب آسمان ایک ظاہر دھواں لائے گا کہ لوگوں کو ڈھانپ لے گا یہ ہے دردناک عذاب اسی دن کہیں گے اے ہمارے رب ہم پر سے عذاب کھول دے ہم ایمان لاتے ہیں کہاں سے ہوا انہیں نصیحت ماننا حالانکہ ان کے پاس صاف بیان فرمانے والا رسول تشریف لا چکا ہے پھر اس سے روگرداں ہوئے اور بولے سکھایا ہوا دیوانہ ہے، ہم کچھ دنوں کو عذاب کھولے دیتے ہیں تم پھر وہی کرو گے جس دن ہم سب سے بڑی پکڑ پکڑیں گے بے شک ہم بدلہ لینے والے ہیں۔

ان آیات کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ جب کفار مکہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلایا آپ کی نافرمانی کی اور سرکشی کی تو آپ نے ان کے خلاف یوں دعا کی۔

اللھم اعنی علیھم بسبع کسبع یوسف (علیہ السلام)

اے اللہ! ان پر سات سال قحط نازل فرما جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں سات سال قحط نازل ہوا اور یوں ان کے خلاف میری مدد فرما چنانچہ ان کو قحط نے پکڑ لیا اور وہ سب کچھ کیا گیا حتی کہ ان لوگوں نے بھوک کی وجہ سے چمڑے اور مردار کھائے۔

ان میں سے ایک آسمان کی طرف دیکھتا تو اسے دھوئیں کی شکل نظر آتی پھر حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے اور عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ ہمیں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور صلہ رحمی کا حکم دینے تشریف لائے ہیں اور آپ کی قوم ہلاک ہوگئی ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ (مندرجہ بالا) آیات کریمہ نازل فرمائیں۔[2]

حضرت زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان آیات میں پانچ خبریں ہیں۔

---

[1] سورۃ دخان آیات 10 تا 16

[2] صحیح بخاری

1۔ اس بات کی خبر کہ ان کو قحط اور بھوک ڈھانپ لے گی حتی کہ آدمی اپنے اور آسمان کے درمیان دھوئیں کی شکل دیکھے گا

2۔ اس بات کی خبر کہ عنقریب وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں گڑگڑائیں گے جب ان پر مصیبت نازل ہوگی۔

3۔ اس بات کی خبر کہ عنقریب ان سے تھوڑے وقت کے لئے یہ عذاب دور کرے گا۔

4۔ اس بات کی خبر کہ وہ لوگ عنقریب اپنے کفر اور سرکشی کی طرف لوٹ جائیں گے۔

5۔ اس بات کی خبر کہ اللہ تعالیٰ عنقریب بطشہ کے دن یعنی بدر کے دن ان سے بدلہ لے گا۔

پھر زرقانی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سب باتوں کو پورا کیا ان میں سے کچھ کم نہ ہوا نہ کوئی پیش گوئی کم ہوئی پس ان کو قحط پہنچا حتی کہ انہوں نے ہڈیاں کھائیں اور آدمی آسمان کی طرف دیکھتا تو سخت بھوک اور تکلیف کی وجہ سے اس کے اور اپنے درمیان دھوئیں کی شکل دیکھتا پھر انہوں نے گڑگڑاتے ہوئے کہا:

"ربنا اکشف عنا العذاب انا مومنون" پھر اللہ تعالیٰ نے تھوڑے وقت کے لئے ان سے عذاب اٹھالیا پھر وہ اپنے کفر اور سرکشی کی طرف لوٹ گئے تو اللہ تعالیٰ نے بدر کے دن ان سے بدلہ لیا اور ان پر بڑی سخت گرفت کی حتی کہ ان میں سے ستر افراد قتل ہوئے اور ستر کو قیدی بنایا گیا اور ان کو مسلمان (قیدیوں) کے بدلے میں دیا گیا۔

ان تمام باتوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے کہ مخلوق سے ان کا صدور ممکن ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ وہی اللہ ہے جو غالب حکمت والا ہے۔[1]

ہ:۔ تمام ادیان پر دین اسلام کے غلبہ کی خبر اس سلسلے میں ارشاد خداوندی ہے:

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ[2]

وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے پڑے برا مانیں مشرک۔

اسی طرح باعث مسرت مستقبل کی خبر جو عنقریب مومنوں کے لئے ہوگا اس کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ

---

1. مناہل العرفان ج2 ص273
2. سورۃ توبہ آیت نمبر33

خَوْفِهِمْ أَمْناً [1]

اللہ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسے ان کے پہلوں کو دی اور ضرور ان کے لئے جما دے گا ان کا وہ دین جو ان کے لئے پسند فرمایا ہے اور ضرور ان کے اگلے خوف کو احسن سے بدل دے گا

اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہوا پس اللہ تعالیٰ نے اسلام کو تمام ادیان پر غالب کر دیا اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں مسلمانوں کو زمین میں قوت عطا فرما دی حتی کہ ان کو عرب کے تمام شہروں پر غلبہ حاصل ہو گیا اور ان کا کوئی حصہ مسلمانوں کے سامنے اطاعت کے ساتھ جھکنے سے نہ رہا اور جو اسلام میں داخل نہ ہوا وہ مسلمانوں کے امان میں داخل ہو گیا پھر آپ کے صحابہ کرام کسریٰ اور ہرقل (بادشاہ) کی زمین کی طرف گئے اور ایرانیوں اور رومیوں کی حکومتوں کا خاتمہ کیا اور کوئی ایک صدی ایسی نہ گزری جس میں مسلمانوں کی حکومت کا علاقہ وسیع نہ ہوا ہو اور وہ مغرب میں بحر ظلمات سے لے کر مشرق میں چین کی سرحدوں تک پھیل گیا اور یوں یہ شاندار وعدہ پورا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو کر رہتا ہے۔

یہ سب اور ان کی مثل جو کچھ قرآن کریم میں ہے یہ مستقبل کی خبریں ہیں اور یہ سب ثابت ہو چکی ہیں اور یہ کام عادت کے خلاف ہے لہٰذا یہ وجوہ اعجاز میں سے اعجاز کی ایک قسم ہے کیونکہ اس کی مثل امور اللہ تعالیٰ کے خبر دینے سے وجود میں آتے ہیں اور ہمارے دل سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہوتی کہ قرآن پاک میں جتنے واقعات آئے ہیں وہ ماضی کے اندر غیب سے خبر دینا ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مطلع فرمایا حالانکہ اس سے پہلے آپ کو ان باتوں کا علم نہ تھا اسی لئے اللہ عزوجل حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ ذکر کرنے کے بعد یہ آیت کریمہ لایا:

تِلْكَ مِنْ أَنبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ مَا كُنتَ تَعْلَمُهَا أَنتَ وَلَا قَوْمُكَ مِن قَبْلِ هَذَا فَاصْبِرْ إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ [2]

یہ غیب کی خبریں ہیں ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں انہیں نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہاری قوم اس سے پہلے تو صبر کرو بے شک بھلا انجام پرہیزگاروں کا ہے

قرآن پاک جو تمام رسولوں میں سے آخری رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا، کے واقعات کس قدر خوبصورت ہیں آپ پر قرآن پاک کا نزول اس لئے ہوا کہ آپ کے دل کو مضبوط رکھا جائے۔ اور یہ مومنوں کے لئے نصیحت ہے اور یہ اس بات کی عظیم ترین دلیل ہے کہ یہ تمام جہانوں کے رب کا اتارا ہوا ہے۔

پس اے قرآن! تیری حکمت کس قدر بلند اور تیرا معجزہ کس قدر ظاہر ہے۔

---

1 سورہ نور آیت 55 (تفسیر کشاف زمخشری جلد 3 ص 252)

2 سورۃ ہود آیت نمبر 49

جدید علم سے عدم تعارض

اعجاز قرآن کی وجوہ میں سے بعض میں کائناتی علوم کی طرف اشارہ بھی ہے جن کی طرف قرآن نے سبقت کی اس سے پہلے کہ جدید علم اسے ظاہر کرتا پھر جدید علم نے جو جدید نظریات ظاہر کئے اس کے ساتھ قرآن کا کوئی تعارض نہیں قرآن پاک نے اعجاز کی جہات میں سے اس جہت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ[1]

ابھی ہم انہیں دکھائیں گے اپنی آیتیں دنیا بھر میں اور خود ان کے آپے میں (یعنی ان کے اندر) یہاں تک کہ ان پر کھل جائے گا کہ وہ حق پر ہیں کیا تمہارے رب کا ہر چیز پر گواہ ہونا کافی نہیں

ہمارے اس عقیدے کے باوجود کہ قرآن پاک طبیعات، ہندسہ یا فزیالوجی کی کتاب نہیں ہے وہ ھدایت ارشاد اور قانون اور اصلاح کی کتاب ہے۔

لیکن اس کے باوجود اس کی آیات طبیعات طب اور جغرافیہ کے مسائل کی طرف دقیق اشارات اور مخفی حقائق سے خالی نہیں ہیں اور یہ اعجاز قرآن اور اس کے وحی الٰہی ہونے پر دلالت ہے۔ اور یہ بات قطعی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امی تھے (کسی سے پڑھے ہوئے نہیں تھے) آپ نہ پڑھتے تھے اور نہ لکھتے تھے آپ نے شہر سے دور کے ماحول میں پرورش پائی جہاں علوم و معارف نہیں تھے اور نہ ہی مدارس تھے جن میں کائناتی علوم پڑھائے جاتے ہوں۔

کیونکہ آپ کی قوم اور قبیلہ امی تھا اس کے باوجود وہ علمی نظریات جن کی طرف قرآن نے اشارہ کیا اس زمانے میں معلوم و معروف نہیں تھے اور علم نے ان کے اسرار کو زمانہ قریب میں ظاہر کیا اور یہ اس بات پر نہایت سچی دلیل ہے کہ قرآن پاک حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تالیف نہیں ہے جس طرح بعض مستشرقین کا خیال ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہے جسے اس نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مبارک پر واضح عربی زبان میں نازل فرمایا:

استاذ عفیف طیارہ نے اپنی "کتاب روح الدین الاسلامی" میں نہایت عمدہ پیرائے میں بیان کرتے ہوئے ان بعض دقیق علمی حقائق کو ذکر کیا ہم ان میں سے بعض کو اختصار اور کچھ تصرف کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

---

[1] سورۃ فصلت آیت نمبر 53

سوالات

1۔ قرآن پاک معجزہ خالدہ ہے اس کا کیا مطلب ہے اور اس حوالے سے مصنف کی تقریر کا خلاصہ ذکر کریں؟

2۔ اعجاز کا لغوی معنی کیا ہے؟ معجزہ کی وجہ تسمیہ کیا ہے نیز اعجاز قرآن سے مقصود کیا ہے؟

3۔ اعجاز کے تحقیق کے لئے تین شرائط کون کونسی ہیں؟

4۔ تحدی (چیلنج) کا کیا مطلب ہے؟ تحدی کے سلسلے میں اسلوب قرآن اور تحدی کی انواع پر روشنی ڈالیں؟

5۔ معجزہ کی پانچ شرائط کی وضاحت کریں؟

6۔ اعجاز قرآن کن کن امور میں ہوتا ہے؟

7۔ اہل صرفہ کون ہیں اور ان کا عقیدہ کیا ہے؟

8۔ اعجاز قرآن کے بارے میں علماء کی آراء کی وضاحت کریں؟

9۔ اعجاز قرآن کی دس وجوہ اجمالاً بیان کریں؟

10۔ ان وجوہ میں سے پانچ وجوہ کی قدرے تفصیل ذکر کریں؟

11۔ قرآن پاک کی غیبی خبروں میں سے دو کا ذکر کریں؟

آٹھویں فصل

قرآن پاک کے علمی معجزات

جدید علمی (سائنسی) نظریات نے اس بات کو واضح کیا کہ زمین مجموعہ شمسیہ (نظام شمسی) کی ایک جز تھی پھر اس سے جدا ہو کر ٹھنڈی ہو گئی اور انسان کی رہائش کے قابل بن گئی اس نظریہ کے صحیح ہونے پر دلیل یہ ہے کہ زمین کے اندر آتش فشاں پہاڑ اور بھڑکنے والا مواد ہے اور زمین وقتاً فوقتاً اس آتش فشاں اور بھڑکنے والے مواد سے ان کوئلوں کو پھینکتی رہتی ہے۔ یہ نظریہ قرآن پاک کی اس آیت میں دیئے گئے اشارے سے متفق ہے ارشاد خداوندی ہے:

أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقاً فَفَتَقْنَاهُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ[1]

کیا کافروں نے یہ خیال نہ کیا کہ آسمان اور زمین بند تھے اور ہم نے انہیں کھولا اور ہم نے ہر جاندار چیز بنائی تو کیا وہ ایمان نہ لائیں گے۔

استاذ طبارہ کہتے ہیں یہ قرآن پاک کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے جس کی تائید جدید علم سے ہوتی ہے اس علم کا فیصلہ ہے کہ کائنات گیس سے بنی ہوئی ایک جان اور متصل تھی پھر وہ مجموعہ فلکیات میں تقسیم ہوگئی اور ہمارا شمسی عالم ان تقسیمات کا نتیجہ ہے

آیت کریمہ کا دوسرا حصہ یعنی "وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ" حقیقت علمیہ کی تقریر میں آنے والی باتوں میں سے زیادہ بلیغ ہے علماء کرام نے اس کے راز کو پایا۔

پس بڑے بڑے کیمیاوی کام پانی کے محتاج ہیں اور تمام کائنات اور نباتات کی حیات کو برقرار رکھنے کے لیے بنیادی عنصر پانی ہے اور پانی کے دیگر کئی خواص ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ کائنات کو (کسی نمونے کے بغیر) بنانے والے نے اسے ایسا وجود دیا ہے جو اس کی مخلوقات کی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے۔

جب پانی کا درجہ حرارت کم ہوتا ہے تو آکسیجن کی بہت بڑی مقدار کو چوس لیتا ہے اور جب وہ جم جاتا ہے تو حرارت کی وجہ سے اس سے بہت مقدار جاری ہو جاتی ہے جو سمندروں میں زندگی بسر کرنے والی مچھلیوں وغیرہ کی مدد کرتی ہے قرآن مجید کی حکمت بڑی عجیب ہے جو بڑے شاندار الفاظ میں زندگی کے راز کو واضح کرتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ "کانت الارض رتقا" زمین سے سبزی نہیں اگتی تھی جب زمین کے لئے اس کے رہنے والوں کو پیدا کیا تو آسمان کو بارش کے ساتھ کھول دیا اور زمین کو سبزی کے

---

[1] سورۃ انبیاء آیت نمبر 30

ساتھ کھول دیا۔[1]

میں (مصنف) کہتا ہوں کہ یہ تفسیر نہایت خوبصورت اور عمدہ ہے اور استعارہ کے باب سے ہے قدیم مفسرین اسی طرف گئے ہیں لیکن یہ بات ممنوع نہیں کہ قرآن پاک میں بعض ایسی حیران کن علمی باتیں ہوں جن سے جدید علم نے پردہ اٹھایا پس قرآن پاک کئی وجوہ کا احتمال رکھتا ہے اور اس کے اسرار کو سمجھنے میں کسی پر قدغن نہیں لگائی جاسکتی

بعض اوقات بعد کے لوگوں کو وہ بات سمجھ آتی ہے جو پہلے لوگوں کو سمجھ نہیں آتی ارشاد خداوندی ہے:

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ[2]

ابھی ہم انہیں دکھائیں گے اپنی آیتیں دنیا بھر میں اور خود ان کے آپے میں (یعنی ان کے اندر) یہاں تک کہ ان پر کھل جائے گی کہ وہ حق پر ہیں کیا تمہارے رب کا ہر چیز پر گواہ ہونا کافی نہیں

شاید یہ ان آیات میں سے ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے بیسویں صدی میں مطلع فرمایا

کائنات کی پیدائش

فلکیات کے ماہر "جینز" نے کہا کہ کائنات کا مادہ فضاء کے درمیان انتظام کے ساتھ منتشر گیس سے شروع ہوا اور فلکیات کا مجموعہ اس گیس کے کثیف (گاڑھا) ہونے سے پیدا ہوا۔

ڈاکٹر "جامو" کہتا ہے کہ کائنات اپنی پیدائش کی ابتداء میں ایسی گیس سے بھری ہوتی تھی جو منظم طور پر تقسیم تھی اور اس سے خاص اعمال وجود میں آئے۔

ہم قرآن پاک میں اس نظریہ کی تائید پاتے ہیں اگر قرآن پاک نے اس کی خبر نہ دی ہوتی تو ہم اس نظریہ کو عقل سے بعید قرار دیتے۔

ارشاد خداوندی ہے:

ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ[3]

پھر آسمان کی طرف قصد فرمایا وہ دھواں تھا تو اس سے اور زمین سے فرمایا دونوں حاضر ہو خوشی سے یا ناخوشی سے دونوں نے عرض کی ہم رغبت کے ساتھ حاضر ہوئے۔

---

[1] تفسیر ابن کثیر جلد 3 ص 187

[2] سورۃ حم آیت نمبر 53

[3] سورۃ فصلت آیت نمبر 11

قرآن پاک نے اس کائنات کی تخلیق کو دھوئیں سے قرار دیا اور یہ ہر وہ چیز ہے جسے عرب والے چھوئی جانے والی چیز قرار دیتے ہیں۔

کیا چودہ سو سال سے کسی امی (ناخواندہ) کی طاقت میں یہ بات تھی کہ وہ اس کو اس وقت سمجھتا جب لوگوں کو اس کائنات اور اس کی مخفی باتوں کا علم نہ تھا۔

ایٹم کی تقسیم

انیسویں صدی تک یہ عقیدہ غالب رہا کہ ایٹم سب سے چھوٹا جز ہے ممکن ہے وہ عناصر میں سے کسی عنصر میں پایا جائے اور یہ کہ وہ تجزی کو قبول نہیں کرتا (اجزاء میں تقسیم نہیں ہوتا) کیونکہ وہ جزء لا ینجزاء ہے۔ (یعنی ایسی جز جو تقسیم کو قبول نہیں کرتی)

اس عقیدے پر کئی صدیاں گزر گئیں۔

اور گزشتہ دس سالوں سے علماء نے اپنی کوشش کو ایٹم بم کے مسئلہ کی طرف پھیرا تو ان کے لئے اس کو اجزاء میں تقسیم کرنا ممکن ہوا انہیں معلوم ہو گیا کہ یہ درج ذیل حصوں پر مشتمل ہے۔

1۔ پروٹون 2۔ نائٹرون اور 3۔ الیکٹرون

اس تجزی کے واسطہ سے انہوں نے ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم ایجاد کئے ہم قیام قیامت تک ابلیس لعین کے شر سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے اس قول کو غور سے سنئے جو ایٹم کے بارے میں خبر دیتا ہے ارشاد خداوندی ہے:

وَمَا يَعْزُبُ عَن رَّبِّكَ مِن مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ مِن ذَٰلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ[1]

اور تمہارے رب سے ذرہ بھر کوئی چیز غائب نہیں زمین میں نہ آسمان میں اور نہ اس سے چھوٹی اور نہ اس سے بڑی کوئی چیز نہیں جو ایک روشن کتاب میں نہ ہو۔

آیت قرآن میں ذرہ کے لئے اصغر کا لفظ اس بات کی واضح تصریح ہے کہ اس کی تجزی ممکن ہے اور ولا فی السماء کے الفاظ اس بات کا واضح بیان ہے کہ زمین میں پائے جانے والے ایٹموں کے خواص وہی خواص ہیں جو سورج اور ستاروں میں موجود ہیں۔

کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایٹم بم کے خواص ان کی تجزی کے امکان اور زمین و آسمان میں ان کے خواص کو پڑھا تھا؟ یہ اس بات کی مضبوط دلیل ہے کہ قرآن وحی الٰہی ہے۔

---

1 سورۃ یونس آیت نمبر 61

آکسیجن کی کمی

پرواز کے کشف کے بعد سائنسدانوں کے لئے ایک طبعی خیال ظاہر ہوا اور وہ بلند فضا میں آکسیجن کی کمی ہے جب انسان چکر لگاتا اور آسمانی فضاء میں بلند ہوتا ہے تو اسے یہ ظاہری عمل آلیتا ہے اس وقت اسے سینے کی تنگی اور سانس لینے میں دقت کا پتہ چلتا ہے حتیٰ کہ اسے محسوس ہوتا ہے کہ اس گلا گھٹ رہا ہے اسی لئے جب پائلٹ جہاز کو پینتیس ہزار فٹ سے زائد بلندی پر لے جاتے ہیں تو وہ سواریوں کو مصنوعی گیس کے استعمال کی ہدایت دیتے ہیں۔ اس ظاہری علمی واقعہ کی طرف قرآن پاک نے جہازوں کی ایجاد سے پہلے اشارہ فرمایا تھا اور یہ چودہ سو سال پہلے کی بات ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

فَمَن يُرِدِ اللَّهُ أَن يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ وَمَن يُرِدْ أَن يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ[1]

اور جس کو اللہ راہ دکھانا چاہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے اور جس کو گمراہ کرنا چاہے اس کا سینہ تنگ خوب رکا ہوا کر دیتا ہے گویا کسی کی زبردستی سے آسمان پر چڑھ رہا ہے۔

قدیم مفسرین نے اس آیت کی تفسیر اپنی سمجھ کے مطابق کی ہے جو ان کے زمانے سے متفق تھی وہ فرماتے تھے "کانما یصعد فی السماء" یعنی اس شخص کی طرح جو آسمان کی طرف چڑھنے کی کوشش کرتا ہے لیکن وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا یا اس کی طرح جو محال کام کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

اب یہ زمانہ آیا تو اس نے قرآن پاک کے معجزہ کو واضح کیا اور اس علمی (سائنسی) واقعہ کے ساتھ آیت کریمہ کا خوبصورت اتفاق پیدا کیا پس یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت نبوت کی تصدیق ہوگئی۔ اللہ کی قسم! یہ قرآن کس قدر حسین اور کس قدر بلند ہے۔

ہر چیز کا جوڑا جوڑا ہونا

لوگوں کا خیال تھا کہ زوجیت یعنی نر اور مادہ ہونا صرف (مخلوق کی) دو قسموں یعنی انسانوں اور جنوں میں ہوتا ہے جب جدید (سائنسی) علم آیا تو اس نے ثابت کیا کہ زوجیت سبزیوں میں بھی ہوتی ہے اسی طرح جمادات اور کائنات اور موجودات کے ذرے میں بھی ہے حتیٰ کہ بجلی میں مثبت اور منفی (پازیٹو اور نیگیٹو) ہوتے ہیں ایک تار میں پازیٹو اور دوسری میں نیگیٹو کی قوت ہوتی ہے اسی طرح ایٹم بم میں پروٹون اور نیوٹران ہوتے ہیں اور یہ تمام مذکر اور مونث کی طرح ہیں قرآن پاک نے اس انکشاف میں متعدد آیات کریمہ کے ذریعے سبقت کی ہے ان خوبصورت آیات کو سنو۔ ارشاد خداوندی ہے:

---

[1] سورۃ انعام آیت نمبر 125

وَمِن كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ [1]

اور ہم نے ہر چیز کے دو جوڑے بنائے کہ تم دھیان کرو

یہاں وَمِن كُلِّ شَيْءٍ سے عموم واضح ہے۔

نیز ارشاد فرمایا:

أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الْأَرْضِ كَمْ أَنبَتْنَا فِيهَا مِن كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ [2]

کیا انہوں نے زمین کو نہ دیکھا ہم نے اس میں کتنے عزت والے جوڑے اگائے

یہاں سبزیوں کی طرف اشارہ ہے۔

اور ارشاد ربانی ہے:

سُبْحَانَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنبِتُ الْأَرْضُ وَمِنْ أَنفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ [3]

پاکی ہے اسے جس نے سب جوڑے بنائے ان چیزوں سے جنہیں زمین اگاتی ہے خود ان سے اور ان چیزوں سے جن کی ان کو خبر نہیں۔

تو یہ (آخری) آیت کریمہ انسان سبزیوں اور ہر چیز میں زوجیت کو شامل ہے ہم اسے جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں پس وہ معبود جو قادر اور جاننے والا ہے وہ پاک ہے جس نے تمام کائنات کا اپنے علم کے ساتھ احاطہ کر رکھا ہے اور ہر چیز اس کے شمار میں ہے۔

جنین کے پردے

علمی (سائنسی) طور پر یہ بات ثابت ہے کہ جنین اپنی ماں کے پیٹ میں تین پردوں کے احاطہ میں ہوتا ہے اور یہ پردے باریک بینی کے ساتھ غور کرنے سے واضح ہوتے ہیں محض دیکھنے سے وہ ایک پردہ نظر آتا ہے اور یہ پردے جن کو منباری پردہ خوریون پردہ اور لفائفی پردہ کہا جاتا ہے جدید طب نے اسے ثابت کیا ہے قرآن پاک میں اس جدید علم کی تائید سورۃ زمر کی اس آیت میں آتی ہے ارشاد خداوندی ہے:

يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ خَلْقًا مِن بَعْدِ خَلْقٍ فِي ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ [4]

---

1 سورۃ الذاریات آیت نمبر 49

2 سورۃ شعراء آیت نمبر 7

3 سورۃ یٰسین آیت نمبر 36

4 سورۃ زمر آیت 6

تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں بناتے ہے اک طرح کے بعد اور طرح تین اندھیروں میں یہ ہے اللہ تمہارا رب اسی کی بادشاہی ہے۔

اس آیت میں قرآن پاک کا علمی (سائنسی) معجزہ ہے کہ اس نے جنین کے تین پردوں کی خبر دی اور ان کو ظلمات (تاریکیاں) کہا کیونکہ غشاء (پردہ) رکاوٹ اور حجاب ہوتا ہے اور اس سے روشنی کو روکتا ہے جدید علم میں تین پردوں کا ذکر ہے۔

ہواؤں کے واسطہ سے درختوں کی پیوندکاری

جدید علم نے ثابت کیا ہے کہ کھجور اور انجیر کے درخت میں ہوا مذکر اعضاء کو مونث اعضاء کی طرف منتقل کرتی ہے اسی طرح دیگر پھل دار درختوں کا حکم ہے تو یہ پیوندکاری ہوا کے ذریعے ہوتی ہے۔

اس علمی پہلو کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں یوں بیان کیا۔

ارشاد خداوندی ہے:

وَأَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ فَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَسْقَيْنَاكُمُوهُ وَمَا أَنتُمْ لَهُ بِخَازِنِينَ [1]

اور ہم نے ہوائیں بھیجیں بادلوں کو باربر (بوجھل) کرنے والیاں اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا پھر وہ تمہیں پینے کو دیا اور تم تو اس کے خزانچی نہیں۔

علمی (سائنسی) حقائق کے ثبوت میں قرآن پاک کو سبقت حاصل ہے جو نبوت کی صداقت پر دلالت کرتی ہے۔

معنوی حیوان

جدید علم نے ثابت کیا ہے کہ انسان کی منی سے بننے والا مادہ چھوٹے چھوٹے حیوانات کو جمع کئے ہوئے ہے جس کو منوی حیوانات کا نام دیا گیا ہے یہ محض آنکھ سے نظر نہیں آتے بلکہ خوردبین سے نظر آتے ہیں ان میں سے ہر حیوان کا سر، گردن اور دم ہوتی ہے وہ اپنی شکل وصورت میں جونک کے مشابہ ہوتا ہے یہ حیوان مادہ انڈے سے مل کر اسے حاملہ کردیتا ہے جب حمل کا کام مکمل ہوجاتا ہے تو رحم کی گردن بند ہوجاتی ہے اس کے بعد رحم میں کوئی چیز داخل نہیں ہوتی اور باقی حیوانات مرجاتے ہیں یہ علمی پہلو ہے کہ منوی حیوان شکل میں جونک کی مثل ہوتا ہے قرآن نے اسے ثابت کیا اس ارشاد خداوندی کو غور سے سنیں (پڑھیں)

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ [2]

پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا آدمی کو خون کے پھٹک سے بنایا

---

[1] سورہ حجر آیت نمبر 22

[2] سورہ علق آیت نمبر 2,1

قرآنی معجزات میں سے یہ بلیغ معجزہ ہے جو نزول قرآن کے وقت ظاہر نہیں ہوا اور نہ ہی کئی سو سال بعد ظاہر ہوا یہاں تک بڑی دوربین ایجاد ہوئی اور معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے انسان کیسے بنتا ہے

انسان کے خاموش اعضاء کا اختلاف

گزشتہ صدی 1884ء میں برطانیہ میں آدمی کو انگلیوں کے خاموش نشانات کے ذریعے پہچاننے کا طریقہ حکومتی سطح پر رائج ہوا اور تمام ممالک میں اس طریقہ کو اپنایا گیا اس طرح کہ انگلیوں کا چمڑا بارک لیکروں سے ڈھکا ہوا ہے اور اس کی کئی قسمیں ہیں (مثلاً اقواس، عراو اور دوامات) اور یہ لکیروں زندگی بھر تبدیل نہیں ہوتیں اور جسم کے اعضا کبھی کبھی ایک دوسرے کے مشابہ ہوجاتے ہیں لیکن انگلیوں کے خاص امتیازات ہیں کہ یہ نہ تو مشابہ ہوتی ہیں اور نہ ہی ایک دوسرے کے قریب ہوتی ہیں اور یہ معجزہ (قدرت) الہیہ ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن اٹھنے پر انسان کی انگلیوں کو دلیل کے طور پر بیان فرمایا ارشاد خداوندی ہے:

أَيَحْسَبُ الْإِنسَانُ أَلَّن نَّجْمَعَ عِظَامَهُ بَلَىٰ قَادِرِينَ عَلَىٰ أَن نُّسَوِّيَ بَنَانَهُ[1]

کیا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ ہم ہرگز اس کی ہڈیاں جمع نہ فرمائیں گے کیوں نہیں ہم قادر ہیں اس پر اس کے پورے ٹھیک بنادیں۔

ایفائے عہد

قرآن پاک کے وجوہ اعجاز میں سے ایک (وجہ اعجاز) وعدہ کو پورا کرنا یعنی جس چیز کی خبر دی اور جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے وعدہ فرمایا اور اس وعدہ کی دو قسمیں ہیں:

1۔ مطلق وعدہ 2۔ مقید وعدہ

مطلق وعدہ جیسے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کا وعدہ اور جن لوگوں کی وجہ سے آپ کا اپنے وطن (مکہ مکرمہ) سے تشریف لے جانا ہوا ان کو نکالنا اور کافروں کے خلاف مومنوں کی مدد کرنا اور یہ سب وعدے ہوئے اگر تم چاہو تو پڑھ لو۔ ارشاد خداوندی ہے:

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحاً مُّبِيناً لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطاً مُّسْتَقِيماً وَيَنصُرَكَ اللَّهُ نَصْراً عَزِيزاً[2]

بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرمادی تا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سبب سے گناہ بخش دے تمہارے اگلوں

---

[1] سورۃ قیامہ آیت نمبر 3-4

[2] سورۃ فتح آیات نمبر 1 تا 3

کے اور تمہارے پچھلوں کے اور اپنی نعمتیں تم پر تمام (پوری) کردے اور تمہیں سیدھی راہ دکھاوے اور اللہ تمہاری زبردست مدد فرمائے۔

فتح مکہ کے ساتھ یہ مدد ثابت ہوگئی جب لوگ فوج درفوج اسلام میں داخل ہوئے اس کے ساتھ مخلوق کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نعمت مکمل ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے دشمن کے خلاف مدد کر کے آپ کی مبارک آنکھوں کو ٹھنڈک عطا فرمائی۔

ارشاد خداوندی ہے:

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ○ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِيْنِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا ○ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ○

جب اللہ کی مدد اور فتح آئے اور لوگوں کو تم دیکھو کہ اللہ کے دین میں فوج درفوج داخل ہوئے ہیں تو اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور اس سے بخشش چاہو بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی مدد کر کے اپنا وعدہ پورا کیا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے

إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْأَشْهَادُ [1]

بے شک ہم ضرور اپنے رسولوں کی مدد کریں گے اور ایمان والوں کی دنیا کی زندگی میں اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے

وعدہ مطلق میں سے یہ ارشاد خداوندی بھی ہے:

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ [2]

اور ہمارے ذمہ کرم پر ہے مسلمانوں کی مدد فرمانا

پس متعدد مقامات پر مومنوں کی مدد ثابت ہوگئی جیسے غزوۂ بدر اور اس کے علاوہ بڑے بڑے معرکوں میں جن پر تاریخ اسلام شاہد ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ قول پڑھیے:

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ [3]

اور بے اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد کی جب تم بالکل بے سروسامان تھے تو اللہ سے ڈرو کہ تم شکر گزار ہو جاؤ

---

1 سورۃ غافر آیت نمبر 51

2 سورۃ روم آیت نمبر 47

3 سورۃ آل عمران 123

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ [1]

اور بے شک اللہ نے تمہیں سچ کر دکھایا اپنا وعدہ جبکہ تم اس کے حکم سے کافروں کو قتل کیا کرتے تھے۔

تحسونھم کا معنی بہت زیادہ قتل کر دیا

یہ بھی وعدہ مطلق ہے ارشاد خداوندی ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ [2]

اللہ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی اس سے پہلوں کو دی

وعدہ پورا ہو گیا اور مومن کی مدد کی گئی حتی کہ انہوں نے زمین کے مشرقوں اور مغربوں کو فتح کیا اور ان کے لشکر دور دراز کی آبادیوں تک پہنچ گئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب اپنے لشکر جہاد کے لئے بھیجتے تو ان کو وہ وعدہ یاد دلاتے جو اللہ تعالیٰ نے ان سے کیا ہے تا کہ وہ صبر کے ذریعے قوت حاصل کریں اور کامیابی پر یقین رکھیں۔

مطلق وعدہ کی ایک صورت یوں بیان کی گئی:

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا [3]

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے اور اللہ کافی ہے گواہ۔

مقید وعدہ

مقید وعدہ وہ ہے جس میں شرط ہو جس طرح تقویٰ کی شرط صبر کی شرط اللہ کے دین کی مدد کی شرط اور جو اس جیسے امور ہیں۔

ارشاد خداوندی ہے:

اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ [4]

---

1. سورۃ آل عمران آیت نمبر 152
2. سورۃ نور آیت نمبر 55
3. سورۃ فتح آیت نمبر 28
4. سورۃ محمد آیت نمبر 7

اگر تم دین خدا کی مدد کرو گے اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجاً ۝ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ [1]

اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا اور اس کو وہاں سے روزی دے گا جہاں سے اس کا گمان نہ ہو۔

اور ارشاد فرمایا:

وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْراً [2]

اور جو اللہ سے ڈرے اور اس کے کام میں آسانی فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے صبر کی شرط کے ساتھ مومنوں سے مدد کا وعدہ فرمایا

جیسے ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ إِن يَكُن مِّنكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُواْ مِئَتَيْنِ وَإِن يَكُن مِّنكُم مِّئَةٌ يَغْلِبُواْ أَلْفاً مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُواْ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لاَّ يَفْقَهُونَ [3]

اے غیب کی خبریں بتانے والے مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دو اگر تم میں بیس صبر والے ہوں گے تو دو سو پر غالب ہوں گے اور اگر تم میں سو ہوں تو کافروں کے ہزار پر غالب آئیں گے اسلئے کہ وہ سمجھ نہیں رکھتے۔

علوم ومعارف

قرآن پاک کے وجوہ اعجاز میں سے یہ علوم ومعارف بھی ہیں جن سے قرآن پاک بھرا پڑا ہے جو برہان کی وضاحت اور حجت کی قوت سے اس مقام تک گیا ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر محال تھا۔ کہ آپ اپنی طرف سے ان علوم ومعارف کو لائے۔ کیونکہ آپ امی تھی (کسی سے پڑھے نہیں تھے) اور آپ نے امیوں کے درمیان پرورش پائی بلکہ تمام زمین والوں پر محال ہے وہ ادیب ہوں یا علماء فلسفی ہوں یا حکماء قانون ساز ہوں یا دانشمند کہ وہ ان علوم ومعارف کی مثل لائیں۔

وجوہ اعجاز کی اس وجہ میں ایک دماغ تک پہنچنے والی حجت اور واضح روشن برہان پائیجاتی ہے جو ہر جھوٹے دشمن کی کمر توڑ

---

[1] سورۃ طلاق آیت 2و3

[2] سورۃ طلاق آیت نمبر 4

[3] سورۃ انفال آیت نمبر 65

دیتی ہے جو یہ خیال کرتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے زمانے کے بعض اہل کتاب سے لی ہیں پھر ان کو اپنے رب کی طرف منسوب کیا تا کہ اس نسبت کی وجہ سے اس کی پاکیزگی حاصل کریں۔

ارشاد خداوندی ہے:

كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِن يَقُولُونَ إِلَّا كَذِباً [۱]

کتنا بڑا بول ہے جو ان کے منہ سے نکلتا ہے نرا جھوٹ کہتے ہیں

ہم ان (عقل کے) اندھوں سے کہتے ہیں کہ قرآن پاک کس طرح سابقہ کتب سے نقل کیا گیا حالانکہ وہ ان کتب والوں پر انکار کرتا ہے اور ان کی اکثر باتوں کا مخالف ہے بلکہ وہ ان کے افکار و عقائد کے اصول کو باطل قرار دیتا اور ختم کرتا ہے کیونکہ ان میں تحریف اور تبدیلی داخل ہوگئی۔

یہ کیسے ممکن ہے کہ عقیدہ توحید، عقیدہ تثلیث کے موافق ہو جائے جب کہ ان دونوں عقائد کے درمیان زمین و آسمان کے درمیان جتنا فاصلہ ہے کیا انہوں نے اپنے بارے میں قطعی فیصلہ نہیں سنا کہ وہ کافر فاجر ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اپنے پادریوں اور جوگیوں کی پوجا کرتے ہیں

ارشاد خداوندی ہے:

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللهِ ذَٰلِكَ قَوْلُهُم بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِؤُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُواْ مِن قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللهُ أَنَّى يُؤْفَكُونَ ۝ اتَّخَذُواْ أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَاباً مِّن دُونِ اللهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُواْ إِلاَّ لِيَعْبُدُواْ إِلَـهاً وَاحِداً لاَّ إِلَـهَ إِلاَّ هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ [۲]

اور یہودی بولے عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصرانی بولے مسیح اللہ کا بیٹا ہے یہ باتیں وہ اپنے منہ سے بکتے ہیں اگلے کافروں کی سی بات بناتے ہیں اللہ انہیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں انہوں نے اپنے پادریوں اور جوگیوں کو اللہ کے سوا خدا بنالیا اور مسیح مریم کو اور انہیں حکم نہ تھا مگر یہ کہ ایک اللہ کو پوجیں اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں اس کو پاکی ہے ان کے شرک سے۔

قرآن پاک میں مختلف قسم کے علوم اور متعدد معارف آئے ہیں جو عقائد عبادات قانون، تنظیم، اخلاق اور معاملات کے بارے میں ہیں اور مختلف میدانوں مثلاً تربیت، تعلیم، سیاست، اقتصاد، فلسفہ اور اجتماع وغیرہ اسی طرح واقعات، خبریں، مناظرہ اور مجادلہ کے اصول بیان ہوئے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اعجاز کی یہ وجہ تمام وجوہ اعجاز سے زیادہ ظاہر ہے۔

---

۱ سورۃ کہف آیت نمبر 5

۲ سورۃ توبہ آیت 30، 31

اور جو امی ہو نہ اس نے (کسی سے) پڑھا نہ لکھا علم اور قانون کے شہر میں نہ ہوا اور نہ ہی کسی تہذیب وتمدن والے شہر میں پروان چڑھا ہو وہ کس طرح اس بات کی طاقت رکھتا ہے کہ وہ ان علوم ومعارف کی مثل تحقیق اور کمال کے ساتھ لائے جو قرآن میں ہیں اور جن کی تائید دلائل اور براہین سے کی گئی۔

حالانکہ اس شخصیت نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ ان علوم ومعارف کی معرفت کے بغیر گزار دیا ان کے قواعد واصول سے متعلق کچھ بھی بیان نہ کیا اور نہ ہی ان کے فروع سے متعلق کوئی فیصلہ دیا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہے۔

میں (مصنف) چاہتا ہوں کہ ان مختلف قسم کے متعدد علوم میں سے کچھ اختصار کے ساتھ بیان کروں اور وہ قرآنی عقیدہ کا بیان ہے اور اسلامی تعلیمات اور یہود ونصاریٰ کی تعلیمات جو نزول قرآن کے زمانے میں تھیں کے درمیان موازنہ کروں تاکہ اہل بصیرت کے لئے صبح روشن ہو جائے اور روشن حق کی روشنی اور اس کا غالب نور ظاہر ہو جائے اور جس طرح کہا گیا ہے کہ اشیاء اپنی ضد کے ساتھ پہچانی جاتی ہیں۔ (دین حق کی اس انداز پر پہچان ہو)

اسلامی عقیدہ

قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی ذات مبارکہ اور اس کے مرم رسولوں کے بارے میں صاف اور روشن عقیدہ لے کر آیا ہے پس اللہ تعالیٰ تمام جہانوں کا رب ہے وہ ایک ہے یکتا ہے بے نیاز ہے نہ اس کا والد ہے اور نہ اولاد تمام صفات کمال سے موصوف ہے اور نقص وخرابی کی تمام صفات سے پاک ہے کوئی ذات اس کی ذات سے اور کوئی صفت اس کی صفات سے مشابہت نہیں رکھتی۔

ارشاد خداوندی ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ [1]

اس جیسا کوئی نہیں اور وہی سنتا دیکھتا ہے

وہ بلند وبالا ذات قیوم قائم رہنے والی ذات ہے اسے اونگ آتی ہے نہ نیند اور کوئی ایک کام اسے دوسرے کام سے نہیں روکتا

ارشاد خداوندی ہے:

لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرَىٰ [2]

اس کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے اور جو کچھ اس گیلی مٹ

---

1 سورۃ شوریٰ آیت 11

2 [illegible]

کے نیچے ہے

وہ خالق ہے اور پیدا کرنے اور وجود میں لانے میں وہ تنہا ہے بندوں کی پیشانیاں اس کے قبضہ میں ہیں (یعنی بندے اس کے کنٹرول میں) ہے جسے چاہے گمراہ کرے اور جسے چاہے ہدایت دے اور وہ پر چاہے ہر قادر ہے تمام اس کی مخلوق اور سب اس کے بندے ہیں۔

ارشاد خداوندی ہے:

إِن كُلُّ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتِي الرَّحْمَنِ عَبْداً [۱]

آسمانوں اور زمین میں جتنے ہیں سب اس کے حضور بندے ہو کر حاضر ہوں گے

اگر تم چاہو تو اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں یہ خوبصورت آیات پڑھ لو:

إِنَّ إِلَهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۝ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ [۲]

بے شک تمہارا معبود ضرور ایک ہے مالک آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور مالک مشرقوں کا

إِنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْماً [۳]

تمہارا معبود تو وہی اللہ ہے جس کے سوا کسی کی بندگی نہیں ہر چیز کو اس کا علم محیط ہے۔

قُلِ ادْعُواْ اللّهَ أَوِ ادْعُواْ الرَّحْمَنَ أَيّاً مَّا تَدْعُواْ فَلَهُ الأَسْمَاء الْحُسْنَى وَلاَ تَجْهَرْ بِصَلاَتِكَ وَلاَ تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلاً ۝ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَداً وَلَم يَكُن لَّهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُن لَّهُ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلَّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيراً [۴]

تم فرماؤ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمن کہہ کر جو کہہ کر پکارو سب اسی کے اچھے نام ہیں اور اپنی نماز نہ بہت اونچی آواز سے پڑھو اور نہ بالکل آہستہ اور ان دونوں کے بیچ میں راستہ چاہو اور یوں کہو سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنے لئے بچہ اختیار نہ فرمایا اور بادشاہی میں کوئی اس کا شریک نہیں اور کمزوری سے کوئی حمایتی نہیں، اس کی بڑھائی بولنے کو تکبیر کہو۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنتُمُ الْفُقَرَاء إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝ إِن يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ ۝ وَمَا ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ [۵]

---

۱ سورۃ مریم آیت نمبر 93

۲ سورۃ الصافات آیت نمبر 4-5

۳ سورۃ طہ آیت نمبر 98

۴ سورۃ اسراء آیات 111-110

۵ سورۃ فاطر آیت نمبر 15 تا 17

اے لوگو تم اللہ کے محتاج ہو اور اللہ ہی بے نیاز ہے سب خوبیوں سے سراہا وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور نئی مخلوق لے آئے اور یہ اللہ پر کچھ دشوار نہیں۔

یہودیوں کا عقیدہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد یہودی گمراہ ہو گئے اور انہوں نے بچھڑے کی پوجا کی انہوں نے خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا عزیر ہے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کو انسانوں سے تشبیہ دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے سے تھک گیا ہے پس اس نے ہفتہ کے دن آرام کیا اور اپنی گُدی پر (پیٹھ کے بل) لیٹ گیا انہوں نے اپنے سروں کو ملایا اور کہا اللہ عزوجل انسانی صورت میں ظاہر ہوا اور اس نے اسرائیل (یعقوب علیہ السلام) سے کشتی کی اور وہ اس پر غالب نہ آسکا اور اللہ تعالیٰ نے اس لئے چھٹکارا نہ پایا حتی کہ جب اس نے اسے اور اس کی اولاد کو برکت دی تو اس وقت یعقوب علیہ السلام نے اسے چھوڑا۔ (استغفر اللہ) انہوں نے دعویٰ کیا کہ وہ قبیلوں میں سے پسندیدہ قبیلہ ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور محبوب ہیں اور آخرت کا گھر لوگوں کے لئے نہیں خالص ان کے لئے ہے نیز (جہنم کی) آگ چند دنوں کے علاوہ ان کو نہیں چھوئے گی اور وہ چالیس دن کی مدت ہے جس میں انہوں نے بچھڑے کی پوجا کی تھی۔

جس طرح انہوں نے سیدنا حضرت مسیح عیسی علیہ السلام پر جھوٹ باندھا اور گمان کیا کہ (معاذ اللہ) وہ زنا سے پیدا ہوئے اور ان کی ماں زانیہ ہیں (العیاذ باللہ) اور انہوں نے ان کو (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کو سولی چڑھایا تا کہ بنی اسرائیل کو اس بڑے جرم سے پاک قرار دیں یہ سب اور اس کے علاوہ یہودیوں کے باطل اور گمراہ ہونے کی بے شمار مثالیں ہیں۔

قرآن پاک ان کو ختم کرنے کے لئے آیا ہے تو وہ کس طرح یہ خیال کرتے ہیں کہ قرآن پاک تورات کی نقل ہے۔

عیسائیوں کا عقیدہ

نصاریٰ (عیسائی) گمراہ ہو گئے کہ انہوں نے اللہ تعالی کے لے اولاد خیال کی اور انہوں نے تین خداؤں کا پیچ دار عقیدہ اختیار کیا یعنی باپ، بیٹا اور روح القدس اور ان کا نام اقانیم رکھا حضرت عیسی علیہ السلام نے ثابوث الہی سے دوسرے ہیں وہ پہلے اور دوسرے کا عین ہیں اور وہ دونوں ایک دوسرے کا عین ہیں تین ایک ہیں اور ایک تین ہے۔ (یہ باطل ہونے کے ساتھ ساتھ نہ سمجھنے والا گورکھ دھندا ہے۔ ۱۲ ہزاروی)

انہوں نے اپنے کاہنوں کے مردوں کو وہ لباس دیا جو اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ اور وہ قانون اور حرام وحلال کرنے کا اختیار ہے انہوں نے خیال کیا کہ معبود کا بیٹا سولی چڑھ گیا تا کہ انسان کو اس کے گناہوں سے چھٹکارا مل جائے اور وہ اسے اس کے گناہوں کے بوجھ سے پاک کردیں۔

اس سے بھی زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ ہیں جو انسانی صورت

میں زمین پر تشریف لانے اس کے علاوہ ان کی کئی باطل اور رسوائی کی باتیں ہیں جو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کی ہیں۔

سُبحَانَہُ وَتَعَالَیٰ عَمَّا یَقُولُونَ عُلُوّاً کَبِیْراً [1]

پاکی اور برتری ان کی باتوں سے بڑی برتری

دیکھئے قرآن پاک جالے کر آیا ہے اسکے اور اس باطل کے درمیان کس قدر دور کا فاصلہ ہے جو (باطل) یہ لوگ لائے علاوہ ازیں قرآن پاک نے ان باطل باتوں کے بیان اور اہل کتاب کی تحریف کی خبر دینے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ روشن براہین اور قطعی دلائل کے ساتھ ان کا رد کیا۔

اہل کتاب (نصاریٰ) کے بارے میں قرآن کہتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے

یَا أَهْلَ الْكِتَابِ لاَ تَغْلُواْ فِي دِينِكُمْ وَلاَ تَقُولُواْ عَلَى اللّهِ إِلاَّ الْحَقِّ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ فَآمِنُواْ بِاللّهِ وَرُسُلِهِ وَلاَ تَقُولُواْ ثَلاَثَةٌ انتَهُواْ خَيْراً لَّكُمْ إِنَّمَا اللّهُ إِلَهٌ وَاحِدٌ سُبْحَانَهُ أَن يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ لَّهُ مَا فِي السَّمَاوَات وَمَا فِي الأَرْضِ وَكَفَى بِاللّهِ وَكِيلاً ۝ لَّن يَسْتَنكِفَ الْمَسِيحُ أَن يَكُونَ عَبْداً لِّلّهِ وَلاَ الْمَلآئِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ وَمَن يَسْتَنكِفْ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ إِلَيهِ جَمِيعاً [2]

اے کتاب والو! اپنے دین میں زیادتی نہ کرو اور اللہ پر نہ کہو مگر سچ مسیح عیسیٰ مریم کا بیٹا اللہ کا رسول ہی ہے۔ اور اس کا ایک کلمہ کہ مریم کی طرف بھیجا اور اس کے یہاں کی ایک روح تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور تین نہ کہو باز رہو اپنے بھلے کو اللہ تو ایک ہی خدا ہے پاکی اسے اس سے کہ اس کے کوئی بچہ ہو اسی کا مال ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور اللہ کافی کارساز ہے مسیح اللہ کا بندہ بننے سے کچھ نفرت نہیں کرتا اور نہ مقرب فرشتے اور جو اللہ کی بندگی سے نفرت اور تکبر کرے تو کوئی دم جاتا ہے کہ وہ ان سب کو اپنی طرف ہانکے گا۔

اور جو کچھ اہل کتاب یہودیوں کے بارے میں فرمایا اسے بھی غور سے سنیں (پڑھیں)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَبِمَا نَقْضِهِم مِّيثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِم بَآيَاتِ اللّهِ وَقَتْلِهِمُ الأَنْبِيَاء بِغَيْرِ حَقًّ وَقَوْلِهِمْ قُلُوبُنَا غُلْفٌ بَلْ طَبَعَ اللّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلاَ يُؤْمِنُونَ إِلاَّ قَلِيلاً ۝ وَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلَى مَرْيَمَ بُهْتَاناً عَظِيماً ۝ وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِن شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُواْ فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلاَّ

---

1 سورۃ اسراء آیت نمبر 43

2 سورۃ النساء آیت نمبر 171و172

اِتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ۝ بَل رَّفَعَهُ اللهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللهُ عَزِيزاً حَكِيماً [1]

توان کی کیسی بدعہدیوں کے سبب ہم نے اُم پر لعنت کی اور اسلئے کہ وہ آیات الٰہی کے منکر ہوئے اور انبیاء کو ناحق شہید کرتے اور ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے تو ایمان نہیں لاتے مگر تھوڑے۔ اس لئے کہ انہوں نے کفر کیا ار مریم پر بڑا بہتان اٹھایا اور ان کے اس کہنے پر کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم کو اللہ کے رسول کو شہید کیا اور حق پر ہے کہ انہوں نے نہ اسے قتل کیا اور نہ سولی دی بلکہ اُن کے لئے شبیہ کا یک بنا دیا۔

قرآن پاک نے اس تحریف کو واضح فرمایا جو اہل کتاب نے تورات اور انجیل میں کی اور بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اہم کام اس کذب اور بہتان کی تصحیح (ازالہ) کرنا ہے جس کا ارتکاب اہل کتاب نے کیا اور تورات وانجیل کی ان آیات کو واضح کرنا ہے جو کو انہوں نے چھپایا۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيراً مِّمَّا كُنتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ قَدْ جَاءَكُم مِّنَ اللهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ ۝ يَهْدِي بِهِ اللهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنِ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ [2]

اے کتاب والو بے شک تمہارے پاس ہمارے یہ رسول تشریف لائے کہ تم پر ظاہر فرمائیں بہت سی وہ چیزیں جو تم نے کتاب میں چھپا ڈالی تھیں اور بہت سی معاف فرمائی ہیں بے شک اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب اللہ اس سے ھدایت دیتا ہے اسے جو اللہ کی مرضی پر چلا سلامتی کے راستے پر اور انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے اپنے حکم سے اور انہیں سیدھی راہ دکھاتا ہے

کیا اس برہان کے بعد کوئی واضح حجت جو ہے تمام رسولوں کے سرادار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت پر دلالت کرے اللہ تعالیٰ حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ پر رحمتوں کا نزول فرمایا جنہوں نے فرمایا

كفاك　بالعلم　في　الامي　معجزة

في　الجاهلية　والتاديب　في　اليتم

امی قوم میں آپ کا علم جب کہ دور جاہلیت تھا اور یتیم ہونے کی حالت میں آپ کی تربیت آپ کا کفایت کرنے والا معجزہ ہے۔

[1] سورۃ النساء آیات 155 تا 158

[2] سورۃ مائدہ آیات 15-16

(یعنی امی (کسی سے نہ پڑھے ہوئے) رسول کا علم اور یتیمی کی حالت میں تربیت آپ کا ایسا معجزہ ہے جو تمہیں کافی ہے۔)

انسانی حاجات کو پورا کرنا

وجوہ اعجاز میں سے یہ وجہ اعجاز بہت زیادہ ظاہر اور روشن ہے اسلامی شریعت پر غور کرنے والا ہر شخص اس کا ادراک رکھتا ہے قرآن پاک ایسی ہدایات لایا ہے جو پوری کامل سب کو شامل اور وسیع ہیں وہ ہر وقت اور ہر جگہ انسانی ضرورتوں کو پورا کرتی ہیں اور یہ اس وقت روشن ہوتی ہیں جب تم اچھے مقاصد کو سامنے رکھو قرآن پاک نے اپنی ہدایت اور رشد میں جن کا قصد کیا وہ اختصار کے ساتھ یہ ہیں۔

1۔ افراد کی اصلاح
2۔ جماعتوں کی اصلاح
3۔ عقائد کی اصلاح
4۔ عبادات کی اصلاح
5۔ اخلاق کی اصلاح
6۔ حکومت وسیاست کی اصلاح
7۔ مالی معاملات کی اصلاح
8۔ جنگی معاملات کی اصلاح
9۔ علمی ثقافت کی اصلاح
10۔ عقلوں اور افکار کو خرافات سے آزاد کرنا کسی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے۔

شریعة الله للانسان تبیان
وکل شئی سوی القرآن خسران[1]

اللہ تعالیٰ کی شریعت انسان کے لئے واضح ہے اور قرآن (اور اس کے متعلقات) کے علاوہ سب نقصان ہے۔

دلوں میں قرآن کی تاثیر

قرآن پاک کے وجوہ اعجاز میں سے وہ انتہائی درجہ کی تاثیر ہے جسے اس نے اپنے اتباع کرنے والوں اور دشمنوں کے دلوں میں پیدا کیا حتی کہ شدت تاثیر اس حد تک پہنچ گئی کہ خود مشرکین رات کے آنے پر مسلمانوں سے قرآن پاک کی تلاوت غور

---

[1] یہ شعر استاد ولید اعظمی کے قصیدہ سے لیا گیا ہے

سے سنتے اور حتی کہ ایک دوسرے کو تلقین کرتے کہ وہ قرآن پاک نہ سنیں اور جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن پاک کی تلاوت کریں تو وہ شور کرتے ہوئے اپنی آوازیں بلند کریں تا کہ لوگ آپ پر ایمان نہ لائیں ارشاد خداوندی ہے:

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ[1]

اور کافر بولے یہ قرآن نہ سنو اور اس میں بے ہودہ غل (شور) کرو شاید یوں تم غالب آؤ

قرآن پاک کی دلوں میں تاثیر یہانتک پہنچ گئی کہ اس کے سخت ترین دشمن اور بہت زیادہ عناد رکھنے والے بھی اس کے سائے کی طرف لوٹ گئے اور ان بڑے بڑے لوگوں میں سے اکثر لوگوں نے ایمان قبول کر لیا ان کے سردار حضرت عمر بن خطاب حضرت سعد بن معاذ، حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہم اور ان کے علاوہ قائدین اور سردار بھی ہیں۔

یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں کہ مسلمانوں کے خلاف ان کی سختی اس قدر زیادہ تھی کہ ان کے بارے میں کوئی شخص کہتا اللہ کی قسم وہ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے حتی کہ ان کا گدھا ایمان لائے

اور آپ کی دشمنی اس حد تک پہنچ گئی کہ آپ دوپہر کے وقت تلوار گلے میں لٹکا کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش میں نکلے تا کہ آپ کو شہید کر دیں پھر شام ہوئی تو اس حال میں واپس آئے کہ آپ حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے اور اس کا سبب وہ چند آیات ہیں جو آپ نے اپنی ہمشیرہ کے گھر (اپنے بہنوئی) حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے سنی تھیں یہ واقعہ معروف ہے۔

اور غور کیجئے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کیسے اسلام قبول کیا جو قبیلہ خزرج کے سردار تھے اور آپ اور آپ کے بھتیجے حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما کے بارے میں کتب سیرت میں مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں تھے تو آپ کے پاس مدینہ طیبہ سے وفد آیا جنہوں نے آپ پر بیعت عقبہ کی آپ نے ان کے ساتھ دو جلیل القدر نمائندے حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہما کو بھیجا تا کہ وہ ان کو اسلام اور قرآن پاک کی تعلیم دیں جب وہ مدینہ طیبہ پہنچے تو انہوں نے لوگوں کو قرآن پاک سکھانا شروع کر دیا اس بات کی خبر قبیلے کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو آپ نے اپنے بھتیجے حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کیا آپ ان لوگوں کے پاس نہیں جاتے جو (مکہ مکرمہ سے) آئے ہیں وہ ہمارے کمزور لوگوں کو بیوقوف بنا رہے ہیں تم ان کو اس کام سے منع کرو اور جھڑکو۔

حضرت اسید رضی اللہ عنہ ان حضرات کی طرف گئے جب ان تک پہنچے تو ان سے کہا تم لوگ کیوں آئے ہو ہمارے کمزور لوگوں کو بیوقوف بنا رہے ہو پھر آپ نے ان دونوں کو ڈرایا دھمکایا اور کہا الگ جاؤ اگر تمہیں کوئی حاجت ہے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کیا آپ بیٹھ کر سنیں گے اگر آپ کو کوئی بات پسند آئے تو قبول کر لینا اور اگر آپ ناپسند کریں تو ہم اس بات کو آپ سے روک دیں گے جو آپ کو ناپسند ہے۔

حضرت اسید رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے اور حضرت مصعب رضی اللہ عنہ پڑھنے لگے اور وہ سن رہے تھے ابھی آپ کی مجلس ختم نہیں ہوئی تھی کہ

---

[1] سورۃ فصلت آیت نمبر 26

آپ نے اسلام قبول کر لیا پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی طرف واپس گئے اور ان سے کہا اللہ قسم میں نے ان دو آدمیوں میں کوئی حرج نہیں دیکھا اور ان کے سامنے اپنے اسلام کا چھپا لیا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا اور وہ خود جوش اور غصہ کے ساتھ کھڑے ہوئے اور ان دونوں حضرات سے کہا تم لوگ کیا چیز لائے ہو کیا تم اس لئے آئے ہو کہ ہمارے کمزور لوگوں کو بیوقوف بناؤ ہم سے جدا ہو جاؤ۔

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کیا آپ بیٹھ کر سنیں گے اگر آپ کو کوئی بات پسند ہو تو ہم سے سوال کر لیں اور ناپسند کریں تو جو آپ کو ناپسند ہو ہم آپ سے روک لیں گے انہوں نے فرمایا آپ نے انصاف کی بات کی ہے۔

قرآن پاک نے اسی طرح دوستوں اور دشمنوں کے دلوں میں اثر کیا ہے اور تم ولید بن مغیرہ اور عتبہ بن ربیعہ اور ان کے علاوہ کا واقعہ نہ بھولنا جو قرآن پاک سے متاثر ہوئے تھے اگر سرداری اور جاہ و مرتبہ کی محبت نہ ہوتی تو وہ سب اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہو جاتے لیکن ہدایت تو اللہ تعالیٰ کی ہاتھ (قبضہ) میں ہے۔

يُضِلُّ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ [1]

اور لیکن اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور راہ دیتا ہے جسے چاہے

وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ [2]

اور وہ ھدایت والوں کو خوب جانتا ہے۔

تفسیر منار کے مصنف نے ذکر کیا کہ فرانس کے فلسفیوں میں سے ایک فلسفی نے کتاب لکھی ہے اور اس میں عیسائیوں کی اس بات کا رد کیا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ (علیہما السلام) کی آیات جیسی آیات نہیں لائے اور آپ کے معجزات پہلوں کے معجزات کی طرح نہیں تو اس فلسفی نے کہا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تواضع محبت اور نرمی قصد و ارادہ اور گڑ گڑاہٹ کے ساتھ قرآن پڑھنے تھے تو آپ نے دلوں کو ایمان کی طرف کھینچنے میں وہ عمل کیا جو گزشتہ تمام انبیاء کرام نے نہیں کیا۔ (تفسیر المنار دیکھئے)

رافعی نے اپنی کتاب اعجاز القرآں میں نہایت قیمتی بات کہی ہے ہم امیر شکیب ارسلان سے نقل کرتے ہیں کہ سچی تاریخ کے معروف مصلحین لوتھرا اور کلفین نے ایک دفعہ فرانس کے فلسفی فولٹیر کے سامنے ذکر کرتے ہوئے کہا کہ وہ دونوں وحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین مبارک کے برابر بھی نہیں ہیں۔

تناقص سے محفوظ

قرآن پاک کے وجوہ اعجاز میں آخری بات یہ ہے کہ یہ تناقض اور تعارض سے پاک ہے اور تمام انسانی کلام کے برعکس

---

[1] سورۃ النحل آیت نمبر 93

[2] سورۃ النحل آیت نمبر 125

ہے اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا۔

ارشاد خداوندی ہے:

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ¹

اگر وہ غیر خدا کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے

یہ قرآن پاک میں اعجاز کی چند وجوہ ہیں اور اس کے علاوہ بھی کچھ وجوہ ہین ہم نے طوالت کے خوف سے ان سے پلوتہی کی ہے زمانہ ہمیشہ اعجاز قرآن کے اسرار سے پردہ ہٹاتا رہے گا۔

جب بھی زمانہ آگے بڑھے گا اعجاز کے پہلوؤں میں سے کوئی پہلو روشن ہوگا اور قطعی دلیل قائم ہوگی کہ یہ (قرآن) حکمت والے بزرگی والے (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ اسرار جو علمائے کرام نے ذکر کیے ہیں وہ علوم قرآن کے سمندر کا ایک قطرہ ہیں جب بھی علوم میں وسعت اور بیان عظیم ہوگا اللہ تعالیٰ کے کلام کا کوئی بھی احاطہ نہیں کرسکتا جس طرح کوئی شخص اس کی ذات کی عظمت اور صفات کی بڑائی کا حاطہ نہیں کرسکتا۔

---

1 سورۃ النساء آیت 82

سوالات

1۔ قرآن پاک کے علمی معجزات سے کیا مراد ہے اور مصنف نے اس سلسلے میں کن کن امور کا ذکر کیا ہے؟

2۔ جنین کے حوالے سے سائنس کیا کہتی ہے اور قرآن پاک نے کیا بتایا ہے؟

3۔ معجزات قرآن میں سے ایک ایفائے عہد ہے اس کی دو قسموں کی وضاحت کیجئے؟

4۔ اسلامی عقیدہ، یہودیت اور عیسائیت کے حوالے سے مصنف نے کیا بیان ہے۔

5۔ دلوں میں تاثیر قرآن پر کتاب کی روشنی میں ایک مختصر مضمون تحریر کریں؟

6۔ قرآن پاک تناقض سے پاک ہے اس سلسلے میں مصنف نے کیا کہا ہے وضاحت لکھیں؟

قائلین صرفہ کے شبہ کا رد

اب جب ہم نے قرآن پاک کے وجوہ اعجاز بیان کر دئے تو ہم پر لازم ہے کہ ان شبہات کا ازالہ کریں جن کی طرف بعض معتزلہ اور بعض شیعہ گئے ہیں اور یہ شبہ قول بالصرفہ ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل عرب کو اس (قرآن) کے معارضہ سے پھیر دیا جب کہ اس نے اپنی معتدل بلاغت میں جس سے انسان عاجز ہوتا ہے تجاوز نہیں کیا اگر اللہ تعالیٰ ان کی ہمتوں کو اس کے معارضہ سے نہ پھیرتا تو وہ اس کی مثل لا سکتے تھے۔[1]

تو تم ان لوگوں کے قول کو دیکھو وہ اس طرف گئے ہیں کہ قرآن (دائمی طور پر) معجز نہیں ہے بلکہ اس کا اعجاز دو وجہ سے ہے۔

1۔ (ان کو مقابلہ سے) پھیرنے والا اللہ تعالیٰ ہے جس نے ان کو اس کے معارضہ سے دور رکھا پس وہ سست ہو کر بیٹھ گئے۔

2۔ اچانک آنے والی رکاوٹیں جنہوں نے ان کی بیانی عطا اور بلاغی طاقت کو معطل کر دیا یہ قول اپنے دونوں شقوں سمیت باطل ہے اور بحث (تحقیق) کے سامنے ٹھہر نہیں سکتا اور نہ ہی واقعات کے مطابق ہے اور اس کے کئی اسباب ہیں۔

اول:۔ اگر یہ قول صحیح ہوتا تو اعجاز صرفہ (پھیرنے) میں ہوتا نفس قرآن میں نہ ہوتا اور یہ بات بالاجماع باطل ہے۔

دوم:۔ اگر صرفہ کا قول صحیح ہوتا تو اسے تعجیز کہا جاتا اعجاز نہ کہا جاتا کیونکہ اس وقت یہ اس بات کے مشابہ ہوتا کہ اگر ہم کسی انسان کی زبان کاٹ دیں پھر اس کے بعد اسے کلام کا مکلف بنائیں تو یہ عجز کے باب سے نہیں بلکہ تعجیز کے باب سے ہے۔

القاه　في　اليم　مكتوفا　وقال　له
اياك　اياك　ان　تبتل　بالماء

اس نے اسے مشکیں باندھ کر سمندر میں پھیرا پھر اس سے کہا اپنے آپ کو پانی سے تر ہونے سے بچانا

سوم:۔ اگر وہاں کوئی سستی یا تھکاوٹ کا صارف ہوتا جو انہیں معارضہ سے بے رغبت کرتا تو وہ نبی اکرم ﷺ کے مقابل کھڑے نہ ہوتے نہ آپ کو اور صحابہ کرام کو اذیتیں پہنچاتے نیز وہ مسلمانوں کو عذاب نہ دیتے اور نہ انہیں بھگاتے نہ حضور علیہ السلام اور آپ کے قبیلے کا بائیکاٹ کرتے شعب ابی طالب میں ان کا محاصرہ بھی نہ کرتے حتی کہ انہوں نے درختوں کے پتے کھائے وہ آپ سے گفتگو اور سودا بازی نہ کرتے کہ آپ دعوت کو ترک کر دیں پھر انہوں نے آپ کو اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہجرت پر مجبور کیا اس کے علاوہ بھی محرکات اور اسباب ہیں جنہوں نے انہیں اسلام کو (معاذ اللہ) ختم کرنے کے راستے پر چلا دیا۔

چہارم:۔ اگر وہاں کوئی اچانک آنے والا مانع ہوتا جس نے ان کی بیانی عطا کو معطل کر دیا تھا تو وہ لوگوں میں اس کا

---

[1] ان لوگوں کو قائلین صرفہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان کے خیال میں اہل عرب قرآن پاک کا مقابلہ کر سکتے تھے لیکن اللہ تعالی نے ان کو اس سے پھیر دیا ہمارے نزدیک ان کا اس کے مقابلے کی طاقت نہیں تھی ۱۲ غزاروی

اعلان کرتے تاکہ وہ اپنے لئے عذر تلاش کریں۔

دوسرا یہ کہ وہ قرآن پاک کی شان کو کم کرتے اور نزول قرآن کے بعد ان کی اس فصاحت و بلاغت میں کمی آجاتی جو بلاغت نزول قرآن سے پہلے تھی اور یہ بات واضح طور پر باطل ہے۔

پنجم:۔ اگر اچانک آنے والی رکاوٹ صحیح ہو تو ہمارے لئے اب ممکن ہوگا اور ہر زمانے میں جو لوگ عربی ادب میں مشغول ہوتے ان کے لئے بھی ممکن ہوگا کہ وہ قرآن پاک کا مقابلہ کریں اور اس کے اعجاز کے دعویٰ کا جھوٹ واضح کریں۔ (معاذ اللہ)

اور یہ تمام کام باطل ہیں تو کیا کوئی عقلمند شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ ان تمام باتوں کے بعد کہے کہ اہل عرب کو قرآن پاک اور قرآن کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مقابلے سے پھیر دیا گیا تھا اور وہ ہمیشہ عاجز اور سست رہے اور وہ اس (مقابلے کے) میدان میں اترنے سے بے رغبت تھے۔

اور کیا وہ شخص جو اپنے نفس اور عقل کا احترام کرتا ہے اس کے لئے یہ بات درست ہے کہ وہ اس قسم کے جھوٹ کی تصدیق کرے اور وہ یہ قول کرے کہ ان کو جو صلاحتیں اور حواس دئے گئے تھے وہ معطل کر دیے گئے اور یہ بات اس وقت کہے جب قریش کے بڑے سرداروں میں سے نہایت جھگڑالو دشمن ولید بن مغیرہ سے وہ بات سن چکا ہو جو مشہور ہے (اس نے کہا تھا)

اللہ کی قسم! میں نے ابھی وہ کلام سنا جو کسی انسان کا کلام نہیں نہ وہ شعر ہے نہ نثر اور نہ ہی کہانت ہے اللہ کی قسم! اس میں مٹھاس ہے اور اس پر خوبصورتی ہے اس کا اوپر والا حصہ پھل دار اور نچلا حصہ سرسبز ہے وہ بلند ہے اس پر کچھ بھی بلند نہیں اور فضیلت تو وہی ہے جس پر دشمن گواہی دے۔

میں (مصنف) اس گفتگو کو اس بات پر ختم کرتا ہوں جسے امام قرطبی نے اپنی تفسیر **الجامع لاحکام القرآن** میں ذکر کیا ہے انہوں نے کہا۔

یہ دس وجوہ ہیں جو علماء کرام نے اعجاز قرآن کے سلسلے میں ذکر کی ہیں اور یہاں ایک اور قول بھی ہے جسے نظام نے ذکر کیا کہ اعجاز کی وجہ اس کے معارضہ سے روکنا ہے اور چیلنج کے وقت صرفہ بھی اس کی مثل ہے اور منع اور صرفہ معجزہ ہے قرآن پاک معجز نہیں اس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہمتوں کو اس کے مقابلے سے روک دیا اس کے باوجود کہ ان کو اس کی مثل ایک سورت لانے کا چیلنج کیا گیا۔

(نظام کا) یہ قول فاسد ہے کیونکہ امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ قرآن ہی معجز ہے۔

اور ہم کہیں کہ اگر منع اور صرفہ معجز ہے تو قرآن پاک معجز ہونے سے نکل جائے گا۔[1]

صحیح بات یہ ہے کہ قرآن کی مثل لانا مخلوق کی طاقت میں بالکل نہیں ہے اور تمہارے سامنے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ کھلے چیلنج

---

1 تفسیر قرطبی جلد اول ص 75

کے باوجود قرآن پاک کی چھوٹی سے صورت کی مثل لانے سے انسان عاجز ہے۔

کیا کسی نے قرآن پاک کے معارضہ کی کوشش کی؟

تاریخ اور آثار کے راوی اس پر متفق ہیں کہ مشرکین عرب کے بڑے بڑے بلغاء اور بلند مرتبہ شعراء کے دلوں میں کبھی بھی قرآن پاک کے معارضہ کا خیال نہیں آیا اور ان میں سے کسی کے بارے میں منقول نہیں ہے کہ اس نے قرآن پاک کے معارضہ کی کوشش کی ہو حالانکہ وہ لوگوں کو اسلام سے روکنے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلانے کی سخت حرص رکھتے تھے۔

البتہ بعض بے وقوف اور احمق لوگوں کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے قرآن پاک کے معارضہ کی کوشش کی اور وہ جو کچھ لائیے وہ صرف مسخرہ پن پر مبنی کلام ہے جس نے ان کو انسان کے سامنے شرمندہ کر دیا اور عقل والوں کے سامنے ہنسی مذاق بنا دیا پس وہ اللہ تعالیٰ کے غضب اور لوگوں کی ناراضگی کے مستحق قرار پائے اور ان کا یہ اکھاڑ احق کے لئے جدید کسب اور اس بات پر واضح برہان ہے کہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے کوئی شخص اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

ان لوگوں میں سے چند یہ ہیں:

مسیلمہ کذاب

اس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور یہ خیال کیا کہ وہ نبوت کے معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک ہے چنانچہ 10ھ ہجری میں اس نے آپ کی طرف لکھا اور کہا۔

اما بعد! بے شک میں زمین میں آپ کے ساتھ شریک ہوں اور ہمارے لئے نصف زمین ہے اور باقی نصف قریش کے لئے ہے لیکن قریش حد سے بڑھنے والی قوم ہے۔

مسیلمہ نے یہ خیال کیا کہ اس کا بھی ایک قرآن ہے جو اس پر آسمان سے اترا ہے اور اس کے پاس رحمٰن نامی فرشتہ کے کر آتا ہے۔

ہم یہاں اس کے اقوال اور بے ہودہ کلام سے کچھ نقل کرتے ہیں تا کہ اس احمق دجال کا جھوٹ ظاہر ہو جائے اور اس کا معاملہ واضح ہو جائے اور اس کا یہی وصف اس کے جھوٹا ہونے کے لئے کافی ہے۔

اس نے سورۃ عادیات کے معارضہ میں کہا

والطاحنات طحنا والعاجنات عجنا، والخابزات خبزا والثارات ثردا واللاقمات لقما اهالة وسمنالقد فضلتم على اهل الوبر وما سبقكم اهل المدر .... ريفكم فامنعوه فالمقبر فآوووه! والباغي فناوئوه (اور کہا) وانشاء والوانهاواعجبها السود والبانها والشاة السوداء واللبن الابيض انه لعجب محض وقد حرم المذق فما لكم

لا لتمحجون

اوراس کے جھوٹے قرآن میں سے یہ بھی ہے

الفیل ما الفیل وما ادراك ما الفیل له ذنب وبیل وخرطوم طویل، (آخر تک)

اوراس کا قول

یاضفدع بنت صنعد عین، نقّی ما تنقّین، نصفك فی الماء، ونصفك فی الطین، لا الماء تکدرین، ولا الشارب تمنعین.

اور قسم ان کے پیسنے والیوں کی جواچھی طرح پیستی ہیں اور قسم ان گوندھنے والیوں کی جواچھی طرح گوندھتی ہیں اور قسم ان روٹی پکانے والیوں کی جواچھی طرح پکاتی ہیں اور قسم ان شوربے میں روٹی بھگونے والیوں کی جواچھی طرح بھگوتی ہیں اور قسم لقمہ بنانے والیوں کی جواچھی طرح لقمہ بناتی ہیں اس پر گرتے ہوئے اور موٹاپے کے لئے تمہیں خیموں والوں پر فضیلت دی گئی اور مٹی کے گھر والے تم سے سبقت نہیں لے گئے پانی پر اترنے اور مٹی کے گھر والے تم سے سبقت نہیں لے گئے پانی پر اترنے والوں کو منع کرو قبر کو ٹھکانہ بناؤ باغی پر پھونک مارو

(مزید کہا) اور بکریاں ان کا پسندیدہ رنگ سیاہ ہے اوران کا دودھ اور سیاہ بکری اور سفید دودھ اوراس کا چکھنا حرام تم دودھ اور کھجور کو کیوں ملاکر پیتے ہو یہ محض عجیب ہے ملاکر کیوں نہیں پیتے۔

(اس نے مزید کہا) اور ہاتھی اور تمہیں کیا معلوم ہاتھی کیا ہے اس کی دم سخت ہے اور لمبی ناک ہے۔

اے مینڈک جو دو مینڈکوں کی بیٹی ہے ان چیزوں سے بچنے والی ہے جس سے تو بچتی ہے تیرا نصف پانی میں اور دوسرا نصف کیچڑ میں ہے تو پانی کو کھولا نہیں کرتی نہ پینے والے کو روکتی ہے۔

(نوٹ:۔ ہم نے یہ ترجمہ اس لئے کہا تا کہ اس دجال کی بے وقوفی اور جھوٹ کا پردہ چاک ہوجائے کیا وحی ایسی ہوتی ہے ۱۲ ہزاروی)

اس کا خیال تھا کہ اس نے سورۃ کوثر کا معارضہ کیا پس وہ اس بیہودہ کلام کے ساتھ لوگوں کی طرف نکلا۔

انا اعطینك الجماهر فصل لربك وجاهر ان شائنك هو الكافر

ہم نے آپ کو بہت کچھ دیا پس اپنے رب کے لئے بلند آواز سے نماز پڑھیں تیرا دشمن ہی کافر ہے (سورۃ کوثر کا کتنا بھونڈا مقابلہ کیا)

اس کا تمام کلام اسی طریقے پر کمزور اور بیہودہ ہے نہ اس کو بلندی حاصل ہے نہ استدلال کے مقابل ہے اور تم جانتے کہ اس قسم کی جوڑ بندی تھوڑے یا زیادہ کلام کا معارضہ نہیں کرسکتی حضرت رافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مسیلمہ کذا نے صنعت بیانیہ کی جہت

سے قرآن پاک کے معارضہ کا ارادہ نہیں کیا اس نے ایسا راستہ اختیار کرنے کا ارادہ کیا جس سے وہ دوسری جہت سے اپنی قوم کو گمراہ کر سکے اس کے خیال میں یہ آسان ترین اور نفسوں میں زیادہ تاثیر والا طریقہ ہے۔

اس نے دیکھا کہ اہل عرب دور جاہلیت میں کاہنوں کی تعظیم کرتے تھے اور کاہنوں کا عام اسلوب اسی حیران کن ہے طریقے پر ہوتا ہے وہ اسے جنوں کے کلام سے خیال کرتے تھے جس طرح ان کا قول:

یا جلیح امر نجیح رجل فصیح یقول لا الہ الا اللہ

پس وہ بھی اپنے کلام کو مسجع بناتا تھا تا کہ یہ وہم پیدا کرے کہ یہ اس کی طرف وحی کیا جاتا ہے لیکن وہ اس حیلہ میں کامیاب نہ ہوا کیونکہ اس کے ہم عصر لوگ اس کے جھوٹ اور حماقت کو جانتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ یہ کہانت کرنے میں ماہر نہیں ہے اور نہ ہی نبوت کے دعویٰ میں سچا ہے اس کی اتباع کرنے والے کسی کہنے والے کے اس قول کی حد تک تھے (یہ محاورہ ہے) ربیعہ کا کذاب ہمیں مضر کے صادق سے زیادہ پسند ہے۔

اسود عنسی

ان لوگوں مین سے ایک اسود عنسی ہے جس نے یمن میں نبوت کا دعویٰ کیا اس کا خیال تھا کہ اس پر وحی نازل ہوتی ہے۔

وہ اپنا سر زمین کی طرف جھکاتا پھر اٹھاتا اور کہتا کہ اس نے مجھے اس طرح اس طرح کہا ہے:

یعنی اس کے شیطان نے (اس طرح کہا) جو اس کی طرف وحی کرتا ہے وہ بہت بڑا ظالم تھا لیکن وہ فصیح بھی تھا اور کہانت سجع، خطابت شاعری اور نسب میں مشہور تھا یہ بات بیان نہیں کی گئی کہ اس نے قرآن پاک کے معارضہ کی کوشش کی اس نے صرف نبوت اور نزول وحی کے دعوی پر اکتفاء کیا ارشاد خداوندی ہے:

وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ [1]

اور بے شک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں ڈالتے ہیں کہ تم سے جھگڑیں

طلیحہ بن خویلد اسدی

اس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور خیال کیا کہ ذوالنون اس کے پاس وحی لاتا ہے لیکن اس نے اپنے لئے قرآن کا دعوی نہیں کیا کیونکہ اس کی قوم کے لوگ فصحاء تھے انہوں نے (قومی) عصبیت کے طور پر اس کی اتباع کی نیز ان کا مقصود جاہ و مرتبہ اور شہرت کا حصول تھا۔

معجم البلدان کے مصنف نے ذکر کیا ہے کہ وہ ایسا کلام کرتا تھا جس کے بارے میں اس کا گمان تھا کہ وہ اس پر وحی کے ذریعے نازل ہوا ہے۔

---

[1] سورۃ الانعام آیت نمبر 121

اس کے کلام سے صرف یہی قول باقی رہا:

ان الله لا يصنع بتعضير وجوهكم وقبح ادباركم شيئا فاذكروا الله قياما فان الرنخوة فوق الصريح

اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں کے خاک آلودہ ہونے اور تمہارے پچھلے حصوں کو قبیح ہونے کو کیا کرے گا پس تم اللہ تعالیٰ کا ذکر قیام کی حالت میں کرو

اس کی مراد یہ تھی کہ رکوع اور سجدہ نہ کرو اور صرف قیام اور اس میں ذکر پر اکتفاء کرو۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک لشکر بھیجا جب دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا تو اس کی اتباع کرنے والوں کی ایک بہت بڑی تعداد قتل ہوگئی اور وہ چادر اوڑھے ہوئے ٹہل رہا تھا اور وحی کا منتظر تھا تو عیینہ نے اسے کہا گیا ابھی تم وحی آئی ہے اس نے چادر کے نیچے سے اللہ کی قسم ابھی تک نہیں آتی عیینہ نے کہا اس نے اس وقت تجھے چھوڑ دیا جس وقت تجھے اس کی زیادہ ضرورت تھی۔

پھر اس نے کہا اے بنو نزارہ یہ بہت جھوٹا ہے وہ جو کچھ طلب کرتا ہے اس میں ہمارے اور اس کے لئے کوئی برکت نہیں پھر طلحہ شکست کھا کر بھاگ گیا اور شام کے نواحی علاقہ میں چلا گیا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کے بعد اس نے اسلام قبول کر لیا اور قادسیہ میں اس نے اچھی بہادری دکھائی۔

نصر بن حارث

یہ قریش کے سرداروں اور کفار اور گمراہ لوگوں کے قائدین میں سے تھا۔

اس نے نبوت اور وحی کا دعویٰ نہیں کیا لیکن اس نے دعویٰ کیا کہ وہ قرآن پاک سے معارضہ کر سکتا ہے چنانچہ ایرانیوں اور عجمی بادشاہوں کے واقعات گھڑے اور وہ قریش کے پاس بیٹھ کر ان کو یہ کہانیاں سنایا کرتا پھر ان سے کہتا یہ اس کی خبر ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا۔

روایت میں ہے کہ ابوالعلاء المعری متنبی اور ابن مقفع نے قرآن کے معارضہ کی کوشش کی لیکن وہ یہ مقابلہ شروع نہ کر سکے حتیٰ کہ وہ شرمندہ ہوئے پس انہوں نے قلمیں توڑ دیں اور کاغذ پھاڑ دیئے اور اس سے پہلے ہم نے ابن المقفع کے معارضہ ذکر کیا جب اس نے معارضہ کا عزم کیا اور عملاً شروع بھی کر دیا تو اس نے ایک بچے کی آواز سنی جو اللہ تعالیٰ کا یہ قول پڑھ رہا تھا۔

وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ [1]

اور حکم فرمایا گیا اے زمین اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان تھم جا اور پانی خشک کر دیا گیا اور کام تمام ہوا اور کشتی

[1] سورۃ ہود آیت نمبر 44

کوہ جودی پر ٹھہری اور فرمایا گیا دور ہوں بے انصاف لوگ

تو اس نے جو کچھ بیان کیا تھا اسے پھاڑ دیا اور اسے لوگوں کے سامنے ظاہر کرنے سے حیاء محسوس کی اور اس نے اس کے بعد اپنا مشہور قول کیا

اللہ کی قسم! کسی شخص کو اس کی مثل لانے کی طاقت نہیں ابن مقفع کا یہ واقعہ حضرت رافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا پھر اس کے بعد فرمایا:

بے شک ابن مقفع قرآن پاک کے معارضہ کے محال ہونے کے بارے میں تمام لوگوں سے زیادہ بصیرت رکھتا تھا اور ایسا اشیاء میں سے کسی چیز کے لئے نہیں بلکہ وہ سب لوگوں سے زیادہ بلیغ تھا۔

جب تجھے کہا جائے کہ فلاں شخص معارضہ کے امکان کا عقیدہ رکھتا ہے اس پر وہ حجت بازی کرتا ہے اور اس سلسلے میں جھگڑتا ہے تو جان لو کہ وہ فلاں شخص دو آدمیوں میں سے ایک ہے یا تو وہ جاہل ہے اور وہ اپنے دل میں سچا ہے یا وہ عالم ہے اور لوگوں کے سامنے جھوٹ بولتا ہے وہ تین میں سے تیسرا نہیں ہے۔[1]

تو حضرت رافعی نے ابن مقفع سے اس روایت کی صحت کا انکار کیا ہے جس طرح معری سے روایت کا انکار کیا ان کی نظر میں یہ دونوں روایتیں باطل اور ان دونوں حضرات پر افتراء ہیں۔

ہمارے زمانہ قریب میں، ہم سے بیان کیا کہ بہائیت اور قادیانیت (فرقوں) کے لیڈروں نے کچھ کتابیں بنائی ہیں اور ان کا خیال تھا کہ وہ ان کے ذریعے قرآن پاک کا معارضہ کریں گے پھر وہ ان کو لوگوں کے سامنے ظاہر کرنے سے ڈر گئے یا شرمندہ ہو گئے پس انہوں نے ان کو اس امید پر چھپا لیا کہ مناسب وقت آئے گا اور جہالت زیادہ ہو جائے گی اور عقل کمزور ہو جائے گی تو وہ ان کی کتب کو ظاہر کریں گے۔

اعجاز قرآن پر شبہات اور ان کا رد

پہلا شبہ:۔ دشمنان اسلام، قرآن اور نبی قرآن پر طعن کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن پاک بحیرا راہب سے سیکھا اور اپنے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا تاکہ لوگوں کو اس کے مقدس اور پاکیزہ ہونے کا وہم ڈالیں۔

جواب

یہ ایسا جھوٹ ہے جس میں کوئی شک نہیں اور یہ خبیث لوگ صلیبیوں اور ان کے مددگار ملحدین میں سے ہیں وہ اس طرح کی باطل باتوں کو رواج دیتے ہیں تاکہ مسلمانوں کے عقلمند بچوں کو ان کے دین کے بارے میں تشویش میں مبتلا کریں اور ان کے عقائد خراب کریں جس کی بنیاد یہ شخصیات اور من گھڑت باتیں بنتی ہیں۔

---

[1] اعجاز القرآن للرافعی

بطلان کی وجوہ

یہ شبہ کئی وجوہ سے باطل ہے:

1۔ دو مرتبہ کے علاوہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت نہیں کہ آپ نے شام کی طرف سفر کیا ہو اور ایک مرتبہ آپ نے اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ نوعمری میں سفر کیا اور دوسری مرتبہ نوجوانی میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام میسرہ کے ساتھ سفر کیا اور ہمیں تاریخ سے یہ بات معلوم نہیں ہوتی کہ آپ نے بحیرا سے کچھ سنا یا ایک درس بھی حاصل کیا ہو زیادہ سے زیادہ یہ ہوا کہ بحیرا راہب نے بادل کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سایہ کرتے ہوئے دیکھا اور آپ کے چچا سے بیان کیا کہ عنقریب اس بچے کی بہت بڑی شان ہوگی پھر ان سے مطالبہ کیا کہ آپ کو مکہ مکرمہ واپس لے جائیں کیونکہ یہودیوں کی طرف سے آپ کو اذیت پہنچانے کا خوف تھا۔

پھر کیا یہ بات سمجھی جاسکتی ہے کہ آپ نے نوعمری میں ان علوم و معارف کو حاصل کیا یا اس قسم کے معجز قرآن کو لائے اور ابھی آپ کی عمر مبارک دس سے زیادہ نہیں تھی۔

اور دوسری مرتبہ آپ کی غرض تجارت تھی اور یہ بات ثابت نہیں کہ آپ نے اس سفر میں کسی بھی راہب سے ملاقات کی ہو تو ان لوگوں کے اس بہتان اور جھوٹ کی بنیاد کیا ہے۔

2۔ عقلی طور پر یہ بات محال ہے کہ کوئی شخص دو مرتبہ کسی راہب سے ملاقات کرنے کے بعد اس مرتبہ (یعنی معلم کائنات کے مقام) پر پہنچ ہو جائے اس کے باوجود کہ پہلے سفر میں آپ چھوٹی عمر کے تھے اور دوسرا سفر تجارت کے لئے تھا اور یہ کہ وہ ایسی کتاب لائے جو عقلوں کو عاجز کردے جبکہ وہ امی ہو اور یہ معاملہ ایک یا دو مرتبہ کسی راہب کے ساتھ ملاقات کی وجہ سے ہوا ہو۔

3۔ اگر یہی راہب جس کا نام بحیرا ہے قرآن پاک کا مصدر ہوتا تو نبوت و رسالت کے زیادہ لائق وہی ہوتا یا وہ ایک عبقری شخصیت ہوتا جو تمام عبقری شخصیات پر فوقیت رکھتا کیونکہ وہ ایسا کلام لاتا جس سے پہلے اور پچھلے لوگ عاجز آجاتے۔

4۔ ہم کہتے ہیں کہ قریش کے کفار ان مجنون لوگوں سے زیادہ عقلمند اور زیادہ سلامت فکر والے تھے حالانکہ انہوں نے حضور علیہ السلام کو جھٹلانے اور آپ کو خاموش کردینے کی حرص کے باوجود اس قیمتی کتاب کی مثل لانے کی طرف توجہ نہیں دی اور نہ ہی انہوں نے سوچا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحیرا راہب سے محض دو مرتبہ کی ملاقاتوں میں اسے سیکھا کیونکہ عقل میں اس کی گنجائش نہیں۔

دوسرا شبہ

وہ کہتے ہیں کہ یہ "جبر رومی" کی تعلیم سے حاصل ہوا ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے مکہ مکرمہ میں سیکھا۔

جواب

اس شبہ کا جواب اللہ تعالیٰ نے خود زیادہ بلیغ دلیل اور موثر بیان کے ساتھ دیا ہے ارشاد خداوندی ہے:

وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ لِّسَانُ الَّذِي يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَمِيٌّ وَهَٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِينٌ [1]

اور بے شک ہم جانتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں یہ تو کوئی آدمی آپ کو سکھاتا ہے جس کی طرف ڈھالیتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ روشن عربی ہے۔

تو یہ شخص جس کی طرف وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سکھانے کی نسبت کرتے ہیں وہ رومی عجمی تھا وہ عربی زبان کی معرفت نہیں رکھتا تھا تو اس نے کس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن سکھایا اور یہ جبر نامی شخص لوہار تھا اور لوہاروں والے کام کرتا تھا اور اس نے اسلام قبول کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر اس کے پاس سے گزرتے تو اس کے پاس تشریف فرما ہوتے تو مشرکین کہتے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن پاک یہی رومی شخص سکھاتا ہے۔

(وہ غلام تھا) اس کا مالک اسے مارتا اور کہتا کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سکھاتے ہو تو وہ کہتا اللہ کی قسم! ایسا نہیں بلکہ آپ مجھے سکھاتے اور ہدایت دیتے ہیں۔

اور عجیب بات یہ ہے کہ بعض افراد نے اس تہمت کو بہت پسند کیا حالانکہ یہ انتہائی درجہ کی عجیب اور مذاق تھا کیونکہ ایک عجمی غلام لوہار کیسے استاذ ہوسکتا ہے جو لغت عربیہ کی سمجھ نہیں رکھتا پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حرف ضاد کی لغت سکھاتا ہو (حرف ضاد کی ادائیگی عجمیوں کے لئے مشکل ہے) اور کیا اس بات کو عقل تسلیم کرتی ہے کہ یہ رومی عجمی قرآن پاک کا مصدر ہو جو (قرآن) ابلغ نصوص عربیہ کا حامل ہے بلکہ وہ تو معجزات کا بھی معجزہ ہے اور اہل عرب اور لغت عربیہ کا فخر ہے اسی لئے قرآن پاک نے ایسا رد کیا جو قطعی اور لاجواب کرنے والا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ لِّسَانُ الَّذِي يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَمِيٌّ وَهَٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِينٌ [2]

اور بے شک ہم جانتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں یہ تو کوئی آدمی ان کو سکھاتا ہے جس کی طرف ڈھالیتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ روشن عربی ہے۔

---

1 سورۃ النحل 103

2 سورۃ النحل 103

تیسرا شبہ

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یکتا عبقریت کے مالک تھے اور یہ عبقریت، عادت کے خلاف ہے تو یہ بات کیوں ممکن نہیں کہ ان اخبار کا منبع یہی ہو اور یہ کہ اس قرآن کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ترتیب دیا اور جمع کیا ہو کیونکہ آپ عمدہ شخصیت کے مالک تھے۔

جواب

یہ بات کوئی جاہل آدمی کہہ سکتا ہے جسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ، آپ کے خاندان اور قوم کی تاریخ کی معرفت حاصل نہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (اعلان نبوت سے پہلے) چالیس سال اپنے خاندان میں گزارے اور آپ کی صداقت امانت نجابت اور فضیلت کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جاتا تھا حتی کہ مشرکین آپ کو صادق اور امین کے لقب سے پکارتے تھے۔

تو کیا اس شریفانہ اور پاکیزہ زندگی کے بعد عقل تسلیم کرتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اللہ تعالیٰ پر) بہت بڑا بہتان باندھیں اور دعویٰ کریں کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔

انسان کی ابتداء اس کی انتہاء پر دلالت کرتی ہے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریف اور طاہر تاریخ اور آپ کی عمدہ اور خوشبودار زندگی کے ساتھ یہ کس طرح متفق ہو سکتی ہے جب روم کے بادشاہ ہرقل نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو اس وقت مسلمان نہ تھے) سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں سوال کیا کہ کیا تم لوگ ان کے دعوی نبوت سے پہلے ان پر جھوٹ کی تہمت لگاتے تھے؟

تو حضرت ابوسفیان نے جواب دیا نہیں بلکہ آپ ہمارے نزدیک صادق اور امین تھے تو ہرقل نے ان سے کہا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ لوگوں پر جھوٹ نہ باندھیں اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھیں۔

دوسرا جواب۔

جواب کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ تاریخ میں یہ باب قطعی طور پر ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے آپ (اپنے طور پر) لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے قرآن پاک نے اس بات کی یوں تاکید کی ہے:

وَمَا كُنتَ تَتْلُو مِن قَبْلِهِ مِن كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ إِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُونَ [1]

اور اس سے پہلے تم کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے یوں باطل والے ضرور شک لاتے

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلے نبیوں اور رسولوں کی خبریں کہاں سے حاصل ہوتیں (اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو نہ بتایا ہوتا) اسی

---

1 سورۃ عنکبوت آیت نمبر 47

طرح تاریخ کی دقیق باتیں اور امتوں کے گہرے احوال اور جو لوگ پہلے گزر گئے ان کے حالات کا گہرائی اور تفصیل کے ساتھ علم کہاں سے حاصل ہوا حالانکہ ابھی تک آپ نے کوئی کتاب نہیں پڑھی تھی نہ علم حاصل کیا تھا اور نہ ہی آپ نے اہل کتاب کے کسی عالم سے یہ خبریں حاصل کی تھیں۔

پھر جب کوئی شخص عبقریت میں یکتا ہو بہت بڑی فوقیت کا مالک ہو بہت زیادہ دانا ہو پھر بھی اسے غیبی امور اور مستقبل کے حالات کا علم نہیں ہوتا (جب تک اللہ تعالیٰ نہ بتائے) تو کیا کسی بشر کے لئے ممکن ہے کہ وہ غیب کی خبریں دے اور اس کی غیبی خبروں میں سے کوئی خبر بھی واقعہ سے جدا نہ ہو تو یقیناً وہ سچا رسول ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کی جاتی ہے۔

عقل قطعی طور پر فیصلہ کرتی ہے کہ یہ کام انسانی طاقت میں نہیں ہے اگر عبقریت انتہائی مقام تک پہنچ جائے، ذہانت بہت زیادہ ہو شخصیت مضبوط اور مثالی ہو پھر بھی وہ غیب کے پردوں کو پھاڑ نہیں سکتا اور ایسی خبر نہیں دے سکتا جو اس کی طاقت سے باہر ہو اور اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا:

كَذَٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَاءِ مَا قَدْ سَبَقَ وَقَدْ آتَيْنَاكَ مِن لَّدُنَّا ذِكْرًا[1]

ہم ایسا ہی تمہارے سامنے خبریں بیان فرماتے ہیں اور ہم نے تم کو اپنے پاس سے ایک ذکر عطا فرمایا۔

چوتھا شبہ

وہ لوگ کہتے ہیں کہ انسان کا اس قسم کا کلام لانے سے عاجز ہونا اس بات پر دلالت کرتا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور یہ تو اس طرح ہے جیسے وہ کلام نبوی کی مثل لانے سے عاجز ہیں تو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے یا کہا جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

جواب

اگر عام لوگ حدیث نبوی کی مثل کلام لانے عاجز ہیں تو خاص لوگوں میں سے کوئی ایک اس میں سے بعض کی مثل لانے سے عاجز نہیں اگرچہ آپ کے کلام سے ایک حدیث یا ایک سطر کی مثل ہو۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام اگرچہ فصاحت یا بلاغت کی بلند چوٹی پر ہے لیکن وہ انسانی کلام ہونے سے خارج نہیں اور بعض اوقات انسانی کلام دوسرے انسان کے کلام کے مشابہ ہوتا ہے حتی کہ ہم کلام نبوت اور بعض خاص صحابہ کرام کے کلام بھی مشابہت پاتے ہیں اور ہم سنتے ہیں تو ہم پر اس کا معاملہ مشتبہ ہو جاتا ہے کہ کیا یہ مرفوع حدیث ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتی ہے یا وہ کسی صحابی پر موقوف ہے یعنی صحابی کا کلام ہے یا کسی تابعی پر جا کر ختم ہو جاتا ہے۔ (یعنی حدیث مقطوع ہے)

ہم ان میں تمیز نہیں کر سکتے حتی کہ سند ہمیں اس کے قائل تک راہنمائی کرتی ہے اور جس شخص کو بیانی حس عطا کی گئی وہ

---

1 سورۃ طہٰ آیت 99

اس شبہ کو کثر محسوس کرتا ہے اور بعض اوقات ہم پر معاملہ مشتبہ ہو جاتا ہے جب ہم فصحاء میں سے کسی ایک شخص سے عمدہ کلام سنتے ہیں تو ہم اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام سمجھتے ہیں بعض اوقات کوئی افصح شخص حرف ضاد پڑھتا ہے تو اس کے کلام اور بعض بڑے شان والے فصیح کے کلام میں اشتباہ ہو جاتا ہے یہ عمدہ جملہ سنئے:

المعدة بيت الداء والحمية راس كل عودواء وعصر دو كل جسم ما اعتاد

معدہ بیماری کا گھر ہے پرہیز ہر دواء کی سردار ہے اور ہر جسم کو وہ چیز دو جس کا وہ عادی ہے۔

تو انسان جب یہ جملہ سنتا ہے تو وہ اس بات کو بعید نہیں سمجھتا کہ یہ جملہ اپنے جمال، صحت اور فریفتہ کرنے والے اسلوب کی وجہ سے حدیث ہو اور بعض اوقات وہ اس کے حدیث ہونے کا یقین کرتا ہے حالانکہ یہ حدیث نہیں ہے یہ عرب کے مشہور طبیب کلدہ کے کلام سے ہے۔

قرآن کی شان ہی الگ ہے وہ کسی دوسرے کلام کے ساتھ مشتبہ نہیں ہوتا اور تم اس کی شبیہ یا مثل پانے کی طاقت نہیں رکھتے کیونکہ جس نے اسے عین کلام بنایا تو تم اس کے مشابہ یا اس کی مثل کی طاقت نہیں رکھتے تو اس مقام پر قرآن پاک کو کس طرح حدیث شریف پر قیاس کیا جائے۔

دوسرا جواب

دوسری جہت سے اس کا جواب یہ ہے کہ اگر قرآن پاک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تالیف ہوتی تو مناسب تھا کہ قرآن اور سنت کا اسلوب ایک ہی ہوتا کیونکہ دونوں ایک ہی ذات سے صادر ہوتے جس کی استعداد بھی ایک ہے اور مزاج بھی ایک ہے۔

لیکن ہم ان دونوں میں واضح فرق اور بہت زیادہ دوری پاتے ہیں قرآن پاک کا اسلوب الگ ہے اس پر الوہیت اور ربوبیت کی علامات واضح ہیں جو مشابہت اور مماثلت سے بہت بلند ہیں اور حدیث شریف کا اسلوب دوسرا ہے وہ مشابہت اور مماثلت سے بری نہیں بلکہ وہ بیان کی فضا میں بشریت کے بلند اسلوب کے ساتھ چکر کاٹتا ہے اور وہ کسی حال میں بھی اعجاز قرآن کے آسمان کی طرف جانے کی طاقت نہیں رکھتا۔

یہ وہ بات ہے جو ہر شخص سمجھتا ہے جب وہ دونوں اسلوبوں کے درمیان وسیع نظر کے ساتھ موازنہ کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا:

وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِن شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِن بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ [1]

اور اگر زمین میں جتنے درخت ہیں سب قلمیں ہو جائیں اور سمندر اس کی سیاہی ہو اس کے پیچھے سات سمندر تو اللہ

---

[1] سورۃ لقمان آیت نمبر 27

کی باتیں ختم نہ ہوں گی بے شک اللہ عزت والا حکمت والا ہے

اللہ تعالیٰ نے یہ فرماتے ہوئے سچ فرمایا:

قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَى أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لاَ يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيراً[1]

ترجمہ تم فرماؤ اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ وہ اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کا مثل نہ لا سکیں گے اگرچہ ان میں سے ایک دوسرے کا مددگار ہو۔

[1] سورۃ اسراء آیت 88

سوالات

1:۔ القول بالصرفہ کے ذریعے شبہہ کا خلاصہ کیا ہے؟ صرفہ سے کون لوگ مراد ہیں اور ان کو صرفہ کیوں کہا جاتا ہے؟

2:۔ صرفہ کے نزدیک اعجاز قرآن کی دو وجہ ہیں ان دو وجھوں کی وضاحت کریں اور مصنف نے اس کے پانچ جوابات دئے ہیں ان پر روشنی ڈالیں؟

3:۔ وہ کون کون لوگ ہیں جنھوں نے قرآن پاک کے معارضہ کی کوشش کی ان کے من گھڑت کلام کی کوئی مثال پیش کریں

4:۔ اعجاز قرآن پر وارد ہونے والے شبھات اور ان کے رد کی وضاحت کریں؟

5:۔ مصنف نے پہلے شبہ کا رد چار طریقوں سے کیا وہ شبہ اور اس کے جوابات کیا ہیں؟

تفسیر کی دوسری قسم

تفسیر بالدرایہ (تفسیر بالرائے)

تفسیر بالروایہ کے بیان کے بعد ہم تفسیر بالدرایہ کے بارے میں گفتگو کی طرف منتقل ہوتے ہیں علمائے تفسیر کے نزدیک اس قسم کو "تفسیر بالرائے" یا "تفسیر بالمعقول" کہا جاتا ہے کیونکہ کتاب اللہ کی تفسیر کرنے والا اس میں اپنے اجتہاد پر اعتماد کرتا ہے صحابہ کرام یا تابعین سے منقول روایات پر نہیں بلکہ اس میں لغت عربیہ عربوں کے طریقہ پر اس کے اسلوب کو سمجھنے، ان کے ہاں انداز خطاب کے طریقہ کی معرفت اور علوم ضروریہ پر اعتماد ہوتا ہے اور یہ علوم وہ ہیں کہ جو شخص قرآن پاک کی تفسیر کا ارادہ رکھتا ہو اس کا ان علوم سے تعلق ضروری ہے جیسے صرف، نحو، علوم بلاغت اور اصول فقہ نیز وہ اسباب نزول کی معرفت بھی رکھتا ہو اس کے علاوہ بھی علوم ہیں جن کا مفسر محتاج ہوگا ہے جیسا کہ ہم عنقریب اس کے بعد بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

تفسیر بالرائے کا معنیٰ

یہاں رائے سے مراد اجتہاد ہے جو صحیح اصول اور ایسے قوائد پر مبنی ہو جو سلیم بھی ہوں اور ان کی اتباع بھی کی جاتی ہو جو شخص قرآن مجید کی تفسیر میں غوطہ زن ہونے یا اس کے معانی بیان کرنے کے درپے ہونے کا ارادہ کرے اس پر لازم ہے کہ وہ ان اصول وقواعد کو اختیار کرے اس سے مراد محض رائے یا محض خواہش نہیں یا قرآن کی اس طرح تفسیر کرنا نہیں جس طرح انسان کے دل میں خیال آئے یا جس طرح وہ چاہے امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جو شخص قرآن پاک کے بارے میں وہ بات کہتا ہے جو اس کے وہم میں آئے یا اس کے دل میں خیال پیدا ہو اور وہ اصول سے استدلال نہ کرے تو وہ خطا کار اور قابل مذمت ہے اور یہ (درج ذیل) حدیث اس پر محمول ہے۔ (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من کذب علیّ متعمدا فلیتبوا مقعدہ من النار ومن قال فی القرآن برائہ فلیتبوا مقعدہ من النار

جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے اور جو شخص قرآن کے بارے میں اپنی رائے سے کہے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

من قال فی القرآن برایہ فاصاب فقد اخطا

جس شخص نے قرآن پاک کے بارے میں اپنی رائے سے کچھ کہا اگر وہ درست بھی کہے تو اس نے خطا کی

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر الجامع للاحکام القرآن کے مقدمہ میں فرمایا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ حدیث (من قال فی القرآن برایہ فلیتبواء مقعدہ من النار) کی دو تفسیریں ہیں۔

ایک یہ ہے کہ جس شخص نے قرآن پاک کے مشکل مقامات کے بارے میں وہ بات کہی جسے وہ صحابہ کرام اور تابعین کے مذھب سے نہیں جانتا تھا وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے لئے پیش کرتا ہے۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ جو شخص قرآن پاک کے بارے میں ایسی بات کہتا ہے جس کے بارے میں اسے معلوم ہے کہ حق اس کے علاوہ ہے تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے قول کو ترجیح دی ہے اور دونوں میں سے یہ (دوسرا) قول زیادہ مضبوط اور معنوی اعتبار سے زیادہ صحیح ہے۔

پھر فرمایا کہ حضرت جندب رضی اللہ عنہ کی روایت (من قال فی القرآن برائۃ فقد اصاب فقد اخطاء) کو بعض اہل علم نے اس بات پر محمول کیا ہے کہ یہاں رائے سے مراد خواہش ہے اور مراد یہ ہے کہ جس شخص نے قرآن پاک کے بارے میں ایسا قول کیا جو اس کی خواہش کے مطابق ہے اور اس نے اسے آئمہ سلف سے نہیں لیا تو اگر وہ درست بھی ہو تو بھی خطاء ہے کیونکہ اس نے قرآن پاک کے بارے میں ایسا حکم لگایا جس کی اصل کو وہ نہیں جانتا اور وہ اہل اثر کے مذاہب اور ان سے نقل کی معرفت بھی نہیں رکھتا (یعنی اکابر اسلاف کا مذہب کیا ہے اور ان سے کس طرح نقل کیا جاتا ہے)

ابن عطیہ نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ کسی شخص سے کتاب اللہ کا کوئی معنی پوچھا جائے تو وہ اس پر اپنی رائے ٹھونس دے اور یہ نہ دیکھے کہ اس کے بارے میں علماء کرام نے کیا فرمایا اور علمی قوانین کا کیا تقاضا ہے جیسے نحو اور اصول فقہ وغیرہ اور اس حدیث میں یہ بات داخل نہیں کہ نحوی حضرات اس کی لغوی، نحوی اور فقہاء اس کے معانی اور احکام کی تفسیر کریں اور ہر شخص اپنے اجتہاد کی بنیاد پر وہ بات کہے جو اس کے علمی اور نظری قوانین پر مبنی ہوگا اس طریقے پر بات کرنے والا محض اپنی رائے سے بات نہیں کرتا۔[1]

تفسیر بالرائے کی انواع

اس بنیاد پر ممکن ہے کہ تفسیر بالرائے کو دو قسموں میں تقسیم کی جائے:

1۔ تفسیر محمود 2۔ تفسیر مذموم

تفسیر محمود وہ ہے جو شارع کی غرض کے موافق ہو جہالت اور گمراہی سے دور ہو لغت عربیہ کے قواعد کے ساتھ چلتی ہو نصوص قرانیہ کو سمجھنے میں ان کے اسلوب پر اعتماد ہو پس جو شخص قرآن پاک کی تفسیر اپنی رائے (اجتھاد) سے کرے اور ان شرائط پر ٹھہرنے کا التزام کرے اور کتاب اللہ کے معانی میں ان پر اعتماد کرے تو یہ تفسیر جائز ہے اور اس کی گنجائش ہے اور وہ اس لائق ہے کہ اسے تفسیر محمود یا تفسیر مشروع کہا جائے۔

---

1 تفسیر قرطبی ج1 ص32

اور تفسیر مذموم یہ ہے کہ علم کے بغیر تفسیر کی جائے یا اپنی خواہش کے مطابق تفسیر کرے جب کہ وہ لغوی اور شرعی قوانین سے لاعلم ہو یا قرآن پاک کو اپنے فاسد مذہب اور گمراہی پر مبنی بدعت پر محمول کرے یا اس بات میں غور وفکر کرے جس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور قطعی طور پر کہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام سے یہ مراد ہے تو تفسیر کی نوع مذموم تفسیر یا تفسیر باطل ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ تفسیر محمود یہ ہے اس کا مفسر قوانین لغت سے آگاہی رکھتا ہو اس کے (اسلوب) کی خبر رکھتا ہو اور اسے قانون شریعت کی بصیرت حاصل ہو۔

اور تفسیر باطل یا مذموم وہ ہے جو خواہش کی بنیاد پر وجود میں آئے اور جہالت اور گمراہی پر قائم ہو اس کی مثال وہ ہے جو بعض جاہلوں سے جو علم کے دعوی دار تھے وارد ہوا کہ ارشاد خداوندی:

يَوْمَ نَدْعُو كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ [1]

جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

(وہ کہتے ہیں) اس سے مراد یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ لوگوں کو ان کی ماؤں کے ناموں سے پکارے گا تاکہ ان کا پردہ رہ جائے تو اس جاہل شخص نے امام کی تفسیر ماں کے ساتھ کی اور اس نے خیال کیا کہ "امام" "ام" کی جمع ہے حالانکہ لغت عربیہ اس بات کا انکار کرتی ہے کیونکہ "ام" کی جمع "امہات" آتی ہے ارشاد خداوندی ہے:

وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ [2]

اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا

ام کی جمع امام نہیں ہے اور یہ بات لغوی اور شرعی اعتبار سے فاسد ہے اور یہاں امام سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جن کی اتباع ان کی امت کرتی ہے یا نامہ اعمال ہے اس کی دلیل آیت کا آخری ہے ارشاد خداوندی ہے:

فَمَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَأُولَئِكَ يَقْرَؤُونَ كِتَابَهُمْ وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا [3]

پس جو اپنا نامہ داہنے ہاتھ میں دیا گیا یہ لوگ اپنا نامہ پڑھیں گے اور دھاگے بھر ان کا حق نہ دبایا جائے گا

تو جب انسان کو قواعد لغت اور اصول عربیہ کا علم نہ ہو تو خبطیوں کی طرح ٹامک ٹوئیاں مارتا ہے وہ بیمار رائے اور مریض فہم والا ہوتا ہے اسی طرح جو شخص شریعت کی غرض کو نہ سمجھتا ہو وہ جہالت اور گمراہی کے گڑھے میں گرتا ہے جس طرح کوئی شخص اس آیت کے ظاہر کو اختیار کرتا ہے۔

---

1. سورۃ اسراء آیت 71
2. سورۃ النساء آیت 23
3. سورۃ اسراء آیت 71

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَن كَانَ فِي هَـٰذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ وَأَضَلُّ سَبِيلًا[1]

اور جو اس زندگی میں اندھا ہو وہ آخرت میں بھی اندھا ہے اور بھی زیادہ گمراہ

وہ ہر نابینا پر بدبختی خسارے اور جہنم میں داخلے کا حکم لگاتا ہے حالانکہ یہاں نابینا سے مراد آنکھوں سے نابینا نہیں بلکہ دل کا اندھا مراد ہے۔

اس کی دلیل یہ آیت ہے:

فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَـٰكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ[2]

اور یہ کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

بعض اوقات آنکھوں کی بصارت کا چلے جانا انسان کی خوش بختی کا سبب بن جاتا ہے جس طرح حدیث قدسی ہے:

من ابتلیته بحبیبتیه (یعنی عینیه) فصبر عوّضیته الجنة

میں جس شخص کو اس کی دو محبوب چیزوں یعنی آنکھوں (کی بینائی جانے) کے ساتھ آزماتا ہوں پس وہ صبر کرتا ہے تو اس کو اس کے عوض جنت دیتا ہوں۔

ہم جب غرائب التفسیر پر گفتگو کریں گے تو وہاں باطل مذموم تفسیر کے کچھ نمونے ذکر کریں گے وہاں دیکھ لینا۔

تفسیر کے لئے بنیادی امور

تفسیر میں رائے کو جن بنیادی امور پر بھروسہ کرنا چاہئے جس طرح زرکشی نے اپنی "کتاب برہان" میں ذکر کیا اور امام سیوطی رحمۃ اللہ نے ان سے "الاتقان" میں نقل کیا ہم ان کو اختصار کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔

1۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرنا لیکن ضعیف اور موضوع سے بچنا۔

2۔ تفسیر میں صحابی کا قول مرفوع حدیث کے حکم میں ہونا ہے۔

3۔ مطلق لغت کو اختیار کرنا کیونکہ قرآن واضح عربی زبان میں نازل ہوا اور جس میں عربی کا احتمال نہ ہو اسے چھوڑ دینا۔

4۔ وہ بات اختیار کرنا جو کلام عربی کے موافق ہو اور قانون شریعت اس پر دلالت کرے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اسی بات کی دعا دی تھی آپ نے فرمایا:

---

1 سورۃ اسراء آیت 72

2 سورۃ الحج آیت 46

اللهم فقه فی الدین وعلمه التاویل[1]

اے اللہ! ان کو دین کی سمجھ اور تاویل کا علم عطا فرمادے

مفسر جن علوم کا محتاج ہوتا ہے

اللہ کی کتاب کی تفسیر کرنے والا مفسر مختلف قسم کے علوم و معارف کا محتاج ہوتا ہے اور اس کے لئے ان علوم میں مہارت حاصل کرنا لازم ہے حتی کہ وہ تفسیر کا اہل ہو جائے ورنہ وہ اس وعید میں داخل ہوگا جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے یعنی (من قال فی القرآن برائه فلیتبوا مقعده من النار)

مفسر کو جن علوم میں مہارت تامہ حاصل ہونی چاہئے علماء کرام نے ان مختلف قسم کے علوم کو بیان کیا ہے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الاتقان" میں ان کو پندرہ کی تعداد تک پہنچایا ہے، ہم ذیل میں ان کو اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

1۔ لغت عربیہ اور اس کے قواعد کی معرفت (علم نحو، صرف اور علوم اشتقاق)

2۔ علوم بلاغت کی معرفت (علم معانی، بیان اور بدیع)

3۔ اصول فقہ کی معرفت (خاص، عام، مجمل اور مفصل وغیرہ آخر تک)

4۔ معرفت اسباب نزول

5۔ ناسخ و منسوخ کی معرفت

6۔ علم قراۃ کی معرفت

7۔ علم الموهبه[2]

تفصیل

اول:۔ علم لغت اور جو علوم اس سے متعلق ہیں جیسے صرف، نحو اور اشتقاق یہ مفسر کے لئے ضروری ہیں کیونکہ مفردات اور ترکیب کے بغیر آیت کو سمجھنا کیسے ممکن ہوگا۔

کیا کوئی شخص ایلاء اور تربص کے لغوی کے بغیر درج ذیل آیت کی تفسیر کرسکتا ہے ارشاد خداوندی ہے:

لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِن نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ فَإِنْ فَآءُو فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ[3]

---

[1] الاتقان ج 2 ص 179

[2] امام جلال الدین سیوطی نے ان پندرہ علوم کا ذکر فرمایا ہے (1) علم لغت (2) نحو (3) صرف (4) اشتقاق (5) علم بیان (6) معانی (7) بدیع (8) علم القراۃ (9) اصول الدین (10) اصول فقہ (11) اسباب نزول (12) ناسخ منسوخ (13) علم فقہ (14) احادیث جو مجمل وغیرہ کا بیان ہوا (15) علم الموهبه

[3] سورۃ بقرہ آیت 226

وہ جو قسم کھا بیٹھتے ہیں اپنی عورتوں کے پاس جانے کی انہیں چار ماہ کی مہلت ہے پس اگر اس مدت میں پھر آئے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میرے پاس ایسا شخص لایا جائے جو لغت عرب کا عالم نہیں ہے اور کتاب اللہ کی تفسیر کرتا ہے تو میں اسے سزا دوں گا۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لانے والے کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ کتاب اللہ میں کلام کرے جب تک وہ لغات عرب کا عالم نہ ہو

جب لفظ لغوی معنی کے ساتھ متفق نہ ہو تو وہ معنی باطل ہوگا جس طرح بعض رافضیوں نے آیت کریمہ "مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ [1]" اس نے دو سمندر بنائے کہ دیکھنے میں معلوم ہوں ملے ہوئے۔

کی تفسیر کرتے ہوئے کہا کہ اس سے حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت فاطمہ الزہراء (رضی اللہ عنہما) مراد ہیں اور ارشاد خداوندی:

يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ [2]

ان میں سے موتی اور مونگا نکلتا ہے

اس سے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین (رضی اللہ عنہما) مراد ہیں اور جس طرح اس آیت کریمہ "اِذْهَبْ إِلَى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَى [3]" "فرعون کے پاس جا اس نے سر اٹھایا" کی تفسیر کرتے ہوئے فرعون سے دل مراد لیا گیا ہے یعنی انسان کا سخت دل۔

حضرت امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس جنس (کی تفسیر) کو بعض واعظین صحیح مقاصد یعنی کلام کو خوبصورت بنانے اور سننے کو ترغیب دینے کے لئے استعمال کرتے ہیں لیکن یہ منع ہے لیکن یہ لغوی قیاس ہے جو جائز نہیں اور تفسیر بالرائے کی ممانعت کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔

علم نحو مفسر کے لئے ضروری ہے کیونکہ حرکات کی تبدیلی سے معنی میں بہت زیادہ تبدیلی آجاتی ہے جیسے ارشاد خداوندی ہے:

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ [4]

اللہ سے اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں

اگر اسم جلالت (اللہ) کی ہاء پر نصب (فتح) اور العلماء کے ہمزہ پر رفع پڑھا جائے تو معنی صحیح ہوگا اور آیت کا معنی یہ ہوگا جو

---

1 سورۃ رحمٰن آیت 19

2 سورۃ رحمٰن آیت 22

3 سورۃ طٰہٰ آیت 24

4 [illegible]

لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں وہ علماء ہیں ان کے علاوہ نہیں (یعنی جو معرفت رکھتے ہیں) تو جس قدر اللہ تعالیٰ کے بارے میں علم زیادہ ہوگا اسی قدر خوف بڑھے گا۔

اگر اس کے برعکس کیا جائے اور اسم جلالت کی ہاء پر ضمہ اور العلماء کے ہمزہ پر نصب پڑھا جائے تو معنی فاسد ہو جائے گا۔

لطیف واقعہ

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ (درج ذیل) واقعہ قرآن پاک میں لحن نہ کرنے کے سلسلے میں ذکر کیا ہے فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کے زمانے میں ایک اعرابی مدینہ منورہ میں آیا اور اس نے کہا کون شخص مجھے وہ کلام پڑھائے گا جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا فرماتے ہیں ایک شخص نے اسے سورۃ توبہ پڑھائی اور اس کے سامنے یہ آیت کریمہ پڑھی:

أَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلُهٗ [1]

بے شک اللہ بیزار ہے مشرکوں سے اور اس کا رسول بھی

اس نے "رسولہ" کی لام کو مجرور پڑھا اور ضمہ نہ پڑھا تو اعرابی نے کہا کیا اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیزار ہے اگر اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیزار ہے تو میں بھی اس کے رسول سے بیزار ہوں تو صحابہ کرام کو یہ بات بہت ناگوار گزری اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک اعرابی کی یہ بات پہنچی آپ نے اسے بلایا اور فرمایا اے اعرابی! کیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیزار ہے اس نے عرض کیا اے امیر المومنین! میں مدینہ طیبہ میں آیا اور مجھے قرآن کا علم حاصل نہیں تھا میں نے کہا مجھے کون قرآن پڑھ کر سنائے گا تو اس شخص نے میرے سامنے سورۃ براۃ پڑھی اور یوں پڑھا:

أَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلُهٗ [2]

بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول مشرکوں سے بیزار ہیں۔

اس نے "رسولہ" کی "لام" کو مجرور پڑھا تو میں نے کہا کیا اللہ تعالیٰ اپنے رسول سے بیزار ہے اگر اللہ تعالیٰ اپنے رسول سے بیزار ہے تو میں بھی ان سے بیزار ہوں۔

تو صحابہ کرام کو یہ بات بہت ناگوار گزری اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک اعرابی کی یہ بات پہنچی آپ نے فرمایا اے اعرابی کیا تو اللہ کے رسول سے بیزار ہے اس نے کہا اے امیر المومنین! میں مدینہ طیبہ میں آیا اور مجھے قرآن کا علم نہیں تھا میں نے پوچھا کہ مجھے کون قرآن پڑھ کر سنائے گا تو اس شخص نے میرے سامنے سورۃ برات پڑھی اور یوں پڑھی کہ "رسولہ" کی لام کو مجرور پڑھا تو میں نے کہا اللہ تعالیٰ اپنے رسول سے بیزار ہے اگر اللہ اپنے رسول سے بیزار ہے تو میں بھی ان سے بیزار ہوں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے اعرابی! یہ آیت اس طرح نہیں اس نے کہا اے امیر المومنین! یہ کس طرح ہے؟ آپ نے فرمایا:

---

1 سورۃ توبہ آیت 3

أَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهٗ [1]

بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول مشرکوں سے بیزار ہیں۔

"رسولہ" کے "لام" پر ضمہ ہے۔

اعرابی نے کہا اللہ کی قسم میں ہر اس شخص سے بیزار ہوں جس سے اللہ اور اس کے رسول بیزار ہیں اور مشرکین سے بیزار ہوں۔

اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ وہی شخص قرآن پڑھائے جو لغت کا عالم ہو اور ابوالاسود کو حکم دیا کہ علم نحو وضع کریں۔ [2]

مفسر کے لئے علم صرف اور علم اشتقاق بھی ضروری ہیں تاکہ کوئی شخص ٹامک ٹوئیاں نہ مارتا رہے زمخشری نے کہا کہ بدعت پر مبنی تفسیر میں سے کسی شخص کا یہ قول بھی ہے جس نے آیت کریمہ:

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ فَمَنْ اُوْتِىَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا [3]

میں "امام" کو "ام" کی جمع قرار دیا کہ قیامت کے دن لوگوں کو ان کی ماؤں کی نسبت سے پکارا جائے گا باپ کی نسبت سے نہیں۔

(زمخشری) نے کہا یہ بہت بڑی غلطی ہے جو قائل کی طرف سے جہالت کی وجہ سے لازم آئی کیونکہ لفظ "ام" کی جمع "امام" نہیں آتی۔ [4]

2۔ علم معانی، بیان اور بدیع بھی کتاب اللہ کے مفسر کے لئے ضروری ہیں اس کے لئے ان باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے جن کا تقاضا اعجاز کرتا ہے اور اس کا ادراک ان علوم کے ذریعے ہوتا ہے مثلاً ارشاد خداوندی ہے:

وَاُشْرِبُوْا فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ [5]

اور ان کے دلوں میں بچھڑا رچ رہا تھا

یعنی "اشربوا حب العجل" تو یہاں مضاف (لفظ حب) محذوف ہے۔

اسی طرح ایک مثال یہ ارشاد خداوندی ہے: "وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ" "اور اس بستی سے پوچھ دیکھے" مراد اہل القریہ ہے یعنی

---

1 سورۃ توبہ آیت 3

2 تفسیر قرطبی ج1 ص24

3 سورۃ اسراء آیت نمبر 71

4 الاتقان ج2 ص181

5 سورۃ بقرہ آیت نمبر 93

بستی والوں سے پوچھا گیا۔

اور ارشاد خداوندی ہے:

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ [1]

وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔

تو یہاں حقیقت مراد نہیں بلکہ پردہ مراد ہے تو جس طرح لباس ستر کو ڈھانپتا ہے اور انسان کو زینت دیتا ہے اور اس میں جمال پیدا کرتا ہے اسی طرح مرد اور عورت دونوں ایک دوسرے کے لئے لباس کی طرح ہیں وہ ایک دوسرے کے لئے زینت، تکمیل اور جمال کا ذریعہ ہیں یہ نہایت عمدہ طریقہ نظم اور خوبصورت کلام ہے اگر کوئی شخص اس کو ظاہری معنی پر محمول کرے تو معنی فاسد ہو جائے گا جیسا کہ ذکر کیا جاتا ہے کہ فرانسیسیوں نے اپنی لغت میں قرآن پاک کا ترجمہ کرنا چاہا جب وہ اس میں (مندرجہ بالا) آیت کریمہ تک پہنچے تو ظاہری ترجمہ کر دیا اور اس میں پوشیدہ باریک راز تک نہ پہنچ سکے اور انہوں نے یوں ترجمہ کیا کہ وہ عورتیں تمہارے لئے پتلونیں ہیں اور تم ان کے لئے پتلونیں ہو کیونکہ ان کے نزدیک پتلون لباس ہے۔

اس طرح ان کو سمجھنے میں غلطی لگی اور وہ قرآن پاک کی تعبیر کی خوبصورتی کو نہ پا سکے۔

اسی کے قریب وہ بات ہے جو کسی اعرابی کے لئے واقع ہوئی جب اس نے یہ آیت سنی۔

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ [2]

کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہارے لیے ظاہر ہو جائیں سپیدی کا ڈورا سیاہی کے ڈورے سے۔

تو اس نے دو رسیاں لیں ایک سفید اور ایک سیاہ وہ کھانا کھاتے ہوئے ان کو دیکھ رہا تھا حتیٰ کہ سورج طلوع ہونے کے قریب ہو گیا پھر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس بات کی خبر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو چوڑی گدی (گردن) والا ہے (یعنی ناسمجھ ہے) اس سے دن کی سفیدی اور رات کی سیاہی مراد ہے۔

قرآن پاک میں استعارہ کنایہ اور مجاز کی بے شمار مثالیں ہیں اور ان کے سمجھنے کے لئے علم بیان اور علم بدیع کی معرفت ضروری ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کے بارے میں فرمایا: "تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا [3]"

کہ ہماری نگاہوں کے روبرو چلتی ہے

یعنی ہماری حفاظت اور نگرانی میں چلتی ہے۔

---

[1] سورۃ بقرہ آیت 187

[2] سورۃ بقرہ آیت نمبر 187

[3] سورۃ قمر آیت نمبر 14

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: "قَدَمَ صِدْقٍ" [1]

سچ کا مقام (یہاں قدم مراد نہیں پیشوائی یا استقامت مراد ہے)

اور "لِسَانَ صِدْقٍ" [2]

سچی ناموری (یہاں زبان مراد نہیں سچ بولنا مراد ہے)

نیز "جَنَاحَ الذُّلِّ" [3]

عاجزی کا بازو (پر مراد نہیں عاجزی مراد ہے)

یہ تمام اور ان جیسی دوسری آیات علم بلاغت اور اسرار بیان کو سمجھنے کی محتاج ہیں۔

دیگر علوم یعنی اصول فقہ، اسباب نزول، ناسخ و منسوخ کی معرفت اور علم قرآت، مفسران سب کا محتاج ہے تا کہ سمجھنے میں وہ غلطی نہ کرے اور ان ضروری امور سے بے علم ہونے کی وجہ سے اس کے قدم نہ پھسلیں۔

علم موھبہ (وھبی علم) سے مراد علم لدنی ربانی ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْماً [4]

اور ہم نے ان کو اپنی طرف سے سکھایا

اس علم کا وارث اللہ تعالیٰ اس شخص کو بناتا ہے جو اپنے علم پر عمل کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے لئے دل پر اس کے اسرار کھول دیتا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ [5]

اور اللہ سے ڈرو اور وہ تمہیں سکھاتا ہے۔

یہ تقویٰ اور اخلاص کا نتیجہ ہے اور یہ علم اس شخص کو حاصل نہیں ہوتا جس کے دل میں بدعت (بدعت سیئہ) یا تکبر یا دنیا کی محبت ہو یا گناہوں کی طرف میلان ہو

---

1 سورۃ یونس آیت نمبر 2 کا ایک حصہ

2 سورۃ مریم آیت نمبر 50 کا ایک حصہ

3 سورۃ اسراء آیت 24 کا ایک حصہ

4 سورۃ کہف آیت 65

ارشاد خداوندی ہے:

سَأَصْرِفُ عَنْ آيَاتِيَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ[1]

اور میں اپنی آیتوں سے انہیں پھر دوں گا جو زمین میں ناحق اپنی بڑائی چاہتے ہیں۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کتنی خوبصورت بات فرمائی ہے:

شکوت سوء وکیع الی حفظی

فارشدنی ترک الی المعاصی

واخبرنی العلم بان نور

ونور الله لا یعطی لعاصی

میں نے حضرت وکیع (رحمۃ اللہ علیہ) سے بھول جانے کی شکایت کی تو انہوں نے مجھے گناہ ترک کرنے کی ہدایت کی۔

اور مجھے بتایا کہ علم نور ہے اور اللہ تعالیٰ کا نور کسی گناہ گار کو نہیں دیا جاتا۔

حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں شاید تم علم وھبی پر اعتراض کرو کہ یہ تو انسان کی طاقت میں نہیں جس طرح تم نے خیال کیا اس طرح اعتراض نہیں ہوتا کیونکہ اس کے حصول کا طریقہ اسباب کو حاصل کرنا ہے جو اس علم کو واجب کرتے ہیں اور وہ عمل (صالح) اور زہد و تقویٰ ہے۔

پھر فرمایا علوم قرآن اور جو مسائل ان سے نکالے جاتے ہیں یہ ایک سمندر ہے جس کا ساحل نہیں۔ پس جو علوم ہم نے ذکر کئے ہیں یہ مفسر کے لئے ایک آلہ کی طرح ہیں اور ان علوم کو حاصل کئے بغیر کوئی شخص مفسر نہیں بن سکتا اور جو شخص ان علوم کے بغیر تفسیر کرتا ہے تو وہ تفسیر بالرائے کرتا ہے جس سے منع کیا گیا ہے۔[2]

علماء کرام نے یہ شرائط جو ذکر کی ہیں تو تفسیر کے اعلیٰ مراتب کو حاصل کرنے کے لئے ہیں یہاں کچھ عام معانی بھی ہیں انسان جب (قرآن پاک کے) الفاظ سنتا ہے تو ان معانی کو سمجھ جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کو سہل اور آسان بنایا ہے اور اپنی کتاب مجید کے لئے غور و فکر اور یاد رکھنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ[3]

تو کیا وہ قرآن پاک میں غور و فکر نہیں کرتے۔

ذریعہ تفسیر کا ادنی مرتبہ ہے اور اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے۔

---

1 سورۃ اعراف آیت نمبر 146

2 الاتقان ج2 ص181

مراتب تفسیر

مرحوم شیخ عبدہ نے تفسیر کو دو مرتبوں میں تقسیم کیا ہے:

(1) مرتبہ علیا (بلند مرتبہ) (2) مرتبہ دُنیا (کم مرتبہ)

اعلیٰ مرتبہ

پہلا مرتبہ یعنی مرتبہ علیا ان چند امور کے بغیر مکمل نہیں ہوتا

1۔ مفرد الفاظ کے حقائق جو قرآن پاک میں لغت کے استعمال کے طریقے پر رکھے گئے ہیں کو سمجھنا

2۔ بلند اسلوبوں کو سمجھنا اور یہ بات کلام بلیغ کے ساتھ تعلق سے حاصل ہوتی ہے اس کے ساتھ ساتھ اس کے نکات اور محاسن کو بھی سمجھا جائے۔

3۔ احوال بشر کا علم اور امتوں کے طور طریقوں اور ان کے احوال کے اختلاف مثلاً کمزوری عزت وذلت، اور ایمان وکفر کا علم حاصل ہو

4۔ بشریت کے لئے ہدایت قرآن اور دور جاہلیت میں اہل عرب جس بدبختی اور گمراہی میں تھے اس کا علم حاصل ہو

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں۔

لا یعرف فضل الاسلام من لم یقرء حیاۃ الجاھلیۃ

جو شخص دور جاہلیت (مکی زندگی) کا مطالعہ نہیں کرتا وہ اسلام کی فضیلت کو جان نہیں سکتا۔

5۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام کی سیرتوں کا علم حاصل ہونا نیز اپنے علم وعمل اور دینی اور دنیوی امور کی معرفت بھی ہو

ادنی مرتبہ

تفسیر کا ادنی مرتبہ یہ ہے کہ اجمالی طور پر وہ بات واضح ہو جو اس کے دل کو عظمت خداوندی اور اس کی پاکیزگی سے سیراب کردے اور نفس کو شر سے پھیر کر خیر کی طرف کھینچے اور یہ بات ہر ایک کو میسر ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ [1]

البتہ ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنے کے لئے تو کیا ہے کوئی یاد کرنے والا

---

[1] سورۃ القمر آیت 17

تفسیر کی وجوہ

حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن جریر سے متعدد طرق کے ساتھ نقل کیا انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا آپ فرماتے ہیں۔

تفسیر کی چار قسمیں

1۔ ایک وجہ وہ ہے جسے اہل عرب اپنے کلام سے معلوم کر لیتے ہیں۔

2۔ ایسی تفسیر کہ کسی کو اس کی جہالت کی وجہ سے معذور خیال نہیں کیا جاسکتا۔

3۔ ایک تفسیر وہ ہے جسے علماء جانتے ہیں۔

4۔ ایک تفسیر وہ ہے جسے صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔

تفسیر بالرائے کے بارے میں علماء کے اقوال

اس کے بعد کہ ہم نے تفسیر بالرائے کا معنی اور شرائط کی معرفت حاصل کر لی اب ہم اس کے بارے میں علماء کے اقوال ذکر کرتے ہیں نیز جواز کے قائلین اور مانعین کے دلائل بھی ذکر کریں گے حتی کہ حق اس سورج کی طرح خوب روشن ہو جائے جو دن کے چوتھائی حصے میں ہوتا ہے پس ہم کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں کہ رائے سے مراد یہاں اجتہاد ہے اس بنیاد پر تفسیر بالرائے کا معنی اجتہاد کے ساتھ قرآن پاک کی تفسیر کرنا ہے لیکن اس سے پہلے مفسر کو کلام عرب اور خطاب میں ان کے اسلوب کی معرفت حاصل ہو نیز وہ عربی الفاظ اور ان کی دلالت کی وجوہ کی پہچان بھی رکھتا ہو علماء کرام نے تفسیر بالرائے کے جواز کے سلسلے میں دو مذہبوں پر اختلاف کیا ہے۔

پہلا مذہب

تفسیر بالرائے کا عدم جواز، کیونکہ تفسیر سماعت پر موقوف ہوتی ہے ایک گروہ کا یہ قول ہے۔

دوسرا مذہب

گزشتہ (ذکر کی گئی) شرائط کی بنیاد پر تفسیر بالرائے جائز ہے اور یہ جمہور علماء کا مذہب ہے۔

قائلین عدم جواز کے دلائل

تفسیر بالرائے سے روکنے والوں کے متعدد دلائل ہیں ہم ذیل میں اختصار کے ساتھ ان کا ذکر کرتے ہیں۔

پہلی دلیل

تفسیر بالرائے علم کے بغیر اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھنا ہے اور اس سے اس آیت کریمہ کے ذریعے منع کیا گیا ہے:

وَأَن تَقُولُواْ عَلَى اللهِ مَا لاَ تَعْلَمُونَ [1]

اور تم کہتے ہو اللہ کی ذات پر وہ جو تم نہیں جانتے

دوسری دلیل

جو شخص اپنی رائے سے قرآن پاک کی تفسیر کرتا ہے حدیث شریف میں اس کی سخت وعید کی گئی ہے اور وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول ہے:

اتقوا الحدیث علیَّ الا ما علمتم فمن کذب علی متعمداً فلیتبوا مقعدہ من النار ومن قال فی القرآن برائہ فلیتبوا مقعدہ من النار [2]

میری طرف حدیث کی نسبت کرنے سے بچو مگر جس کا تمہیں علم ہو پس جو شخص جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھتا ہے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے اور جو شخص قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔

تیسری دلیل

ارشاد خداوندی ہے:

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ [3]

اور اے محبوب ہم نے آپ کی طرف یہ یادگار اتاری کہ تم لوگوں سے بیان کردو جو ان کی طرف اتارا گیا کہیں وہ دھیان کریں۔

بیان کی اضافت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کی گئی تو معلوم ہوا آپ کے علاوہ کسی کو قرآن پاک کے معانی بیان کرنے کا اختیار نہیں۔

چوتھی دلیل

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے قرآن پاک میں اپنی رائے سے کوئی بات کرنے میں حرج سمجھا اور اجتناب کیا حتی کہ حضرت ابوبکر

---

1 سورۃ بقرہ آیت 169

2 جامع ترمذی

3 سورۃ النحل آیت نمبر 44

صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا:

مجھے کون سا آسمان سایہ کرے گا اور کون سی زمین مجھے اٹھائے گی جب میں قرآن پاک میں اپنی رائے سے بات کروں گا یا اس کے بارے میں وہ بات کہوں جس کا مجھے علم نہیں۔

تفسیر بالرائے کو جائز قرار دینے والوں کے دلائل

تفسیر بالرائے کو جائز قرار دینے والوں یعنی جمہور نے متعدد دلائل سے استدلال کیا ہے ہم اختصار کے ساتھ ان کا ذکر کرتے ہیں۔

پہلی دلیل

اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن پاک میں تدبر کی ترغیب دی ہے اور ہم نے قرآن پاک (کے اس حکم) پر عمل کیا ارشاد خداوندی ہے:

كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِّيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُوا الْأَلْبَابِ[1]

یہ کتاب ہے، ہم نے تمہاری طرف اتاری برکت والی تاکہ اس کی آیتوں کو سوچیں اور عقل مند نصیحت مانیں۔

اور ارشاد خداوندی ہے:

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا[2]

تو کیا وہ قرآن کو سوچتے نہیں یا بعض دلوں پر ان کے قفل لگے ہوئے ہیں۔

تدبر اور تذکر (غور اور نصیحت حاصل کرنا) اسرار قرآن میں غوطہ زن ہونے اور اس کے معانی کو سمجھنے کے لئے اجتہاد کے بغیر نہیں ہوتا۔

تو کیا یہ بات عقل میں آتی ہے کہ جس چیز کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص نہیں اس کی تاویل علماء کے لئے ممنوع ہو حالانکہ یہ علم کا طریقہ اور معرفت کا راستہ ہے۔

دوسری دلیل

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو دو قسموں میں تقسیم فرمایا:

1۔ عوام الناس 2۔ علماء کرام

اور ان اہل علم کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا جو احکام کے لئے اجتہاد کرتے ہیں

---

1 سورۃ ص آیت نمبر 29

2 سورۃ محمد آیت 24

ارشاد خداوندی ہے:

وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ ۗ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا [1]

اور اگر اس میں رسول اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف رجوع لاتے تو ضرور ان سے اس کی حقیقت جان لیتے یہ جو بعد میں کاوش کرتے۔

"استنباط" کا معنی مضبوط ذہن کے ساتھ دقیق معانی کو نکالنا ہے اور وہ اجتہاد اور اسرار قرآن (کے سمندر) میں غوطہ زن ہونا ہے جس طرح تیرنے والا سمندر کی گہرائی میں غوطہ لگاتا ہے تاکہ جواہر اور موتی نکالے

تیسری دلیل

یہ لوگ فرماتے ہیں اگر اجتہاد کے ساتھ تفسیر ناجائز ہوتی تو اجتہاد جائز نہ ہوتا اور بے شمار احکام تعطل کا شکار ہو جاتے اور یہ بات باطل ہے کیونکہ شرعی احکام میں اجتہاد کرنے پر اجر ملتا ہے چاہے اس کا اجتہاد درست ہو یا غلط جب تک وہ حق اور درستگی تک پہنچنے کے لئے اپنی کوشش جاری رکھے اور جس قدر ممکن ہو اپنی طاقت خرچ کرے۔

چوتھی دلیل

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن پاک پڑھا اور اس کی تفسیر میں کئی وجوہ سے اختلاف کیا اور یہ بات معلوم ہے کہ انہوں نے قرآن پاک کی تفسیر میں جو کچھ فرمایا وہ سب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں سنا کیونکہ آپ نے ان کے لئے ہر بات بیان نہیں فرمائی:

بلکہ اس میں جو ضروری تھا وہ ان کے لئے بیان کیا اور بعض دیگر باتوں کو چھوڑ دیا جن تک وہ اپنی عقلوں اور اجتہاد کے ذریعے پہنچ سکتے تھے اگر آپ ان کے لئے اس کے تمام معانی بیان فرماتے تو تفسیر میں ان (صحابہ کرام) کے درمیان اختلاف نہ ہوتا۔

پانچویں دلیل

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لئے یوں دعا مانگی:

اللهم فقهه فی الدین وعلمه التاويل

یا اللہ! ان کو دین کی سمجھ عطا فرما اور تاویل کا علم سکھا دے۔

اگر تاویل صرف سماع اور نقل پر منحصر ہوتی جس طرح تنزیل کا حکم ہے تو اس دعا کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی

---

[1] سورۃ نساء آیت نمبر 83

تحصیص کا کوئی فائدہ نہ ہوتا پس یہ اس بات کی دلیل ہے کہ تاویل سے مراد رائے اور اجتہاد کے ساتھ تفسیر کرنا ہے۔

مانعین جواز کے دلائل کا رد

ان حضرات نے مانعین کے دلائل کا رد ایسے دلائل سے کیا ہے جو دماغ تک اثر انداز ہوتے ہیں اور وہ قطعی براہین ہیں جن سے ان (مانعین) کی خطا ثابت ہوتی ہے انہوں نے پہلی دلیل کا رد کرتے ہوئے فرمایا۔

پہلی دلیل کا رد

اجتہاد کے ذریعے تفسیر کرنا اللہ تعالیٰ پر علم کے بغیر بات کرنا نہیں ہے بلکہ وہ علم کے ساتھ بات کرنا ہے اور شارح کی طرف سے اس کی اجازت ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح فرمادیا کہ مجتہد جب اجتہاد کرے اور صحیح کرے تو اس کے لئے دو اجر ہیں اور جب اجتہاد کرتے ہوئے اس میں خطا واقع ہو جائے تو اس کے لئے ایک اجر ہے۔

دوسری دلیل کا رد

ان کی دوسری دلیل یہ حدیث ہے جس میں کہا گیا ہے کہ جو شخص قرآن پاک میں علم کے بغیر بات کرے اسے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنانا چاہیے۔

تو حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے پانچ دلائل کے ساتھ اس کا رد کیا ہے انہوں نے فرمایا تفسیر بالرای کے ذریعے معنی حاصل ہونے کے سلسلے میں پانچ قول ہیں:

1۔ جن علوم کے ساتھ تفسیر ہوتی ہے ان علوم کے حصول کے بغیر تفسیر کرنا۔
2۔ متشابہات کی تفسیر کرنا جن کا معنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔
3۔ وہ تفسیر جو فاسد مذہب کو پکا کرتی ہے اس طرح اس فاسد مذہب کو اصل اور تفسیر کو تابع کیا جاتا ہے۔
4۔ کسی دلیل کے بغیر یہ فیصلہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ مراد قطعی ہے۔
5۔ استحسان اور خواہش کے ساتھ تفسیر کرنا۔[1]

تیسری دلیل کا رد

(تفسیر بالرائے کے مجوزین) علماء نے تیسری دلیل کا رد کرتے ہوئے فرمایا ہاں (یہ بات ٹھیک ہے کہ) سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (قرآن کے) بیان کا حکم دیا گیا لیکن آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں منتقل ہو گئے اور آپ نے ہر چیز بیان کی لہٰذا آپ نے

---

1 الاتقان ج 2 ص 183

جو کچھ بیان کیا اس میں کفایت ہے لیکن جس کا بیان آپ نے نہیں فرمایا اس میں اجتہاد اور فکر کا استعمال ضروری ہے آیت کا آخر اس بات پر گواہ ہے فرمایا گیا:

وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ[1]

تا کہ وہ غور فکر کریں

لہٰذا اس صورت میں غور و فکر اور اجتہاد ضروری ہے۔

چوتھی دلیل کا جواب

چوتھی دلیل کا رد کرتے ہوئے ان حضرات (مجوزین) نے فرمایا کہ صحابہ کرام کا اجتناب کرنا ان کے تقویٰ اور احتیاط کی وجہ سے تھا انہیں یہ ڈر تھا کہ وہ عین الیقین تک نہیں پہنچیں گے۔

وہ سمجھتے تھے کہ تفسیر اللہ تعالیٰ پر گواہی دینا ہے کہ اس نے اس لفظ سے یہ معنی مراد لیا ہے تو وہ اس ڈر سے (تفسیر بالرائے سے) رک گئے اور جب ان کے ہاں درست جانب کو ترجیح ہوتی تو وہ رکتے نہیں تھے اس لئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کلالہ کے بارے میں اپنی رائے سے فتویٰ دیتے تھے

ارشاد خداوندی ہے:

يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ[2]

اے محبوب تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں تم فرما دو کہ اللہ تمہیں کلالہ میں فتویٰ دیتا ہے۔

تو آپ فرماتے تھے کہ میں اس میں اپنی رائے اس سے بات کرتا ہوں اگر ٹھیک ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر اس کے علاوہ ہے تو میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے ہے۔

نوٹ:۔ والد اور اولاد کے علاوہ ورثاء کو کلالہ کہتے ہیں۔

اس سرسری نظر سے ہمارے لئے ان لوگوں کی غلطی واضح ہو جاتی ہے جو اجتہاد کے ذریعے تفسیر قرآن سے روکتے ہیں اور اسے صرف ماثور اور منقول کے ساتھ خاص کرتے ہیں۔

آپ نے جمہور کے مضبوط دلائل اور عدم جواز کے قائلین کے دلائل کا رد معلوم کر لیا۔

ہم حضرت امام غزالی پھر امام راغب اصفہانی اور اس کے بعد امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال کا اضافہ کرتے ہیں جو انہوں نے اجتہاد کے ذریعے تفسیر قرآن کے جواز میں فرمایا ہے۔

---

۱ سورۃ النحل آیت 44

۲ سورۃ النساء آیت 176

امام غزالی رحمۃ اللہ کا قول

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں فرمایا کہ قرآن پاک کے معانی کو سمجھنے کا میدان بہت وسیع ہے اور ظاہر تفسیر سے جو منقول ہے وہ اس میں ادراک کی انتہا نہیں ہے پس تاویل میں سماعت کی شرط باطل ہے اور ہر ایک کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنی سمجھ کی مقدار اور اپنی عقل کی حد کے مطابق قرآن پاک سے استنباط کرے۔[1]

راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حضرت امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کے مقدمہ میں دونوں مذہبوں اور ان کے دلائل کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ بعض محققین نے بیان کیا ہے کہ دونوں مذھبوں (افراط وتفریط) میں سے جس نے منقول پر اکتفاء کیا ہے اس نے بہت سی ایسی باتیں چھوڑ دی ہیں جن کی حاجت ہے اور جس نے اس میں غور خوض کی ہر ایک کو اجازت دی ہے اس نے اسے تخلیط (خلط ملط کرنا) کا نشانہ بنایا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کی حقیقت کا اعتبار نہیں کیا۔

ارشاد خداوندی ہے:

لِّيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُوا الْأَلْبَابِ[2]

آیتوں کو سوچیں اور عقلمند نصیحت مانیں

امام قرطبی رحمۃ اللہ کا قول

حضرت علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر الجامع للاحکام القرآن میں اس طرح فرمایا:

اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ تفسیر سماع پر موقوف ہے کیونکہ ارشاد خداوندی ہے:

فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا[3]

پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے اسے اللہ اور رسول کے حضور میں رجوع کرو

اور ان کا یہ قول فاسد ہے کیونکہ تفسیر قرآن سے روکنے کی دو وجہ ہو سکتی ہیں۔

1۔ ایک یہ کہ نقل اور مسموع (جو کچھ سنا) پر اکتفاء کیا جائے اور استنباط کو چھوڑ دیا جائے یا کوئی اور مراد ہے لیکن یہ باطل ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ قرآن پاک میں کوئی شخص کلام نہ کرے مگر صرف وہی بات جو سنی ہے صحابہ کرام نے قرآن پاک

---

1 احیاء علوم الدین ج3 ص36-37

2 سورۃ ص آیت نمبر29

3 سورۃ نساء آیت نمبر59

پڑھا اور اس کی تفسیر میں کئی وجوہ سے اختلاف کیا اور ان کی ہر بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہوئی نہیں تھی بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابن عباس رحمۃ اللہ علیہ کے لئے دعا فرمائی:

اللھم فقہ فی الدین وعلمہ التاویل

اے اللہ! ان کو دین کی سمجھ اور تاویل کا علم عطا فرما

اگر تاویل، تنزیل کی طرح سنی ہوئی ہوتی تو (دعا میں) آپ کی تخصیص کا کیا فائدہ تھا۔[۱]

پھر فرمایا کہ نہی دو میں سے ایک صورت پر محمول کی جا سکتی ہے۔

1۔ کسی چیز میں رائے ہو اور اس کی طرف طبیعت اور خواہش کا میلان ہو پس قرآن پاک اس کی رائے اور خواہش کے مطابق ہو جائے گا۔

2۔ وہ ظاہر عربی کی بنیاد پر تفسیر قرآن کی طرف جلدی کرے اور غرائب قرآن سے متعلق سماع اور نقل کو یاد نہ کرے اسی طرح اس میں پائے جانے والے حذف اضمار یا تقدیم اور تاخیر کا بھی علم نہ رکھتا ہو اس ارشاد خداوندی میں غور کیجئے:

وَآتَيْنَا ثَمُودَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوا بِهَا وَمَا نُرْسِلُ بِالْآيَاتِ إِلَّا تَخْوِيفًا[۲]

اور ہم نے ثمود کو ناقہ دیا آنکھیں کھولنے کو تو انہوں نے اس پر ظلم کیا

اس کا معنی یہ ہے کہ ہم قوم ثمود کے پاس واضح معجزہ لائے جو ظاہر نشانی ہے پس انہوں نے اس (اونٹنی) کو قتل کر کے ظلم کیا۔ لیکن ظاہر عربی کو دیکھنے والا خیال کرتا ہے کہ اونٹنی دیکھنے والی تھی اور اس شخص کو یہ بھی معلوم نہیں کہ کس پر ظلم کیا انہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا یا دوسروں پر تو اس میں حذف اور اضمار ہے اس قسم کی مثالیں قرآن پاک میں بہت ہیں تو ان دو وجہ کے علاوہ کو نہی شامل نہیں[۳]۔

---

۱ الجامع القرآن ج1 ص33

۲ سورۃ اسراء آیت59

۳ الجامع للاحکام القرآن جلد اول ص34

سوالات

1۔ تفسیر بالرائے یا تفسیر بالدرایہ کا معنی کیا ہے؟

2۔ من قال فی القرآن برائیة فلیتبوا مقعدہ من النار

اس حدیث کا کیا مطلب ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کیا فرمایا؟

3۔ تفسیر بالرائے کی دو قسموں کے نام اور تفصیل ذکر کریں؟

4۔ تفسیر بالرائے کے لئے چار بنیادی امور کی وضاحت کریں۔

5۔ مفسر کو کن علوم کی حاجت ہوتی ہے؟

6۔ علم الموھبہ سے کیا مراد ہے وضاحت کیجئے؟

7۔ تفسیر بالرائے کے جواز پر علماء کے اقوال کا خلاصہ ذکر کریں۔

8۔ تفسیر بالرائے کے مانعین کے دلائل ذکر کریں؟

9۔ مجوزین تفسیر بالرائے کے دلائل پر روشنی ڈالیں۔

10۔ مانعین کے دلائل کا مجوزین کی طرف سے جواب کی وضاحت کیجئے۔

تیسری قسم

تفسیر اشاری اور غرائب التفسیر

تفسیر کی تیسری قسم اشاری ہے اس بحث میں تفسیر اشاری کی تعریف، شرائط اور اس میں علماء کی آراء کا ذکر کریں پھر اس کے بعد تفسیر اشاری کے کچھ نمونے بیان کریں اور ان اہم کتب کا ذکر کریں جو اس پیچ دار مقام کے تحت ہیں اور اس میں جو نیکیاں اور برائیاں ہیں۔

تفسیر اشاری کا معنیٰ

تفسیر اشاری کا معنی قرآن پاک کی ایسی تاویل ہے جو اس کے ظاہر کے خلاف ہو اور اس کے کچھ اشارات ہوتے ہیں جو صرف اہل علم پر ظاہر ہوتے ہیں یا ان لوگوں کے لئے ظاہر ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والے ارباب سلوک ہیں اور نفس کے لئے مجاہدہ کرتے ہیں یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کو اللہ تعالی نے روشن بصیرتیں عطا فرمائی ہیں اور وہ قرآن پاک کے اسرار کو سمجھتے ہیں۔

یا الہام الٰہی کے ذریعے ان کے ذہنوں میں دقیق معانی ڈالے جاتے ہیں یا اللہ تعالیٰ ان کے (فہم کے) دروازے کھول دیتا ہے اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ممکن ہے کہ ان معانی اور آیات کریمہ کے ظاہری معانی کو جمع کیا جائے۔

پس تفسیر اشاری یہ ہے کہ مفسر کوئی دوسرا معنی دیکھے جو ظاہر معنی کے خلاف ہو لیکن آیت کریمہ میں اس کا احتمال ہو لیکن یہ ہر انسان پر ظاہر نہیں ہوتا بلکہ یہ ان لوگوں پر ظاہر ہوتا ہے جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ کھول دیتا ہے ان کی بصیرت کو روشن کر دیتا ہے اور ان کو اپنے ان پاک بندوں کے درمیان چلاتا ہے اور ان کو اپنے نیک بندوں کے درمیان چلاتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ فہم وادراک کا عطیہ مرحمت فرمایا جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ واقعہ میں ارشاد فرمایا:

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا [1]

تو ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جس کو اپنے پاس سے رحمت دی اور اس کو اپنا علم لدنی عطا کیا۔

علم کی یہ قسم کسی ایسے علم سے نہیں ہے جسے بحث اور مذاکرہ سے حاصل کیا جا سکے اس کا تعلق علم لدنی سے ہے یعنی یہ وہی علم ہے جو تقویٰ، (دین پر) استقامت اور اپنے آپ کو درست کرنے کا اثر ہے جیسے ارشاد خداوندی ہے:

وَاتَّقُوا اللَّهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللَّهُ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ

اور اللہ سے ڈرو کہ وہ تمہیں سکھاتا ہے اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

---

1 سورۃ الکہف آیت 65

تفسیر اشاری کے بارے میں علماء کرام کی آراء

تفسیر اشاری کے بارے میں علماء کرام کا اختلاف ہے اوران کی آراء مختلف ہیں ان میں سے بعض نے اسے جائز قرار دیا اور بعد کے منع کیا اور کچھ نے اسے کمال ایمان سے قرار دیا اور خالص عرفان شمار کا ی اور بعض نے اسے گمراہی اور اللہ تبارک وتعالٰی کے دین سے پھرنا قرار دیا۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ موضوع دقیق ہے جو بصیرت اور رویت کا محتاج ہے نیز حقیقت کی گہرائیوں میں غوطہ زن ہونے کا محتاج ہے۔ تا کہ ظاہر ہو جائے کہ اگر اس قسم کی تفسیر سے غرض خواہش کی پیروی اور اللہ تعالی کی آیات کے ساتھ کھیلنا ہے جس طرح باطنیہ فرقہ کرتا ہے تو یہ بے دینی اور گمراہی ہے۔

یا اس سے غرض اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ اللہ تعالٰی کے کلام کا احاطہ انسان کی طاقت میں نہیں کیونکہ وہ قوی قدیر خالق کا کلام ہے اور اس کے کلام کے کئی مفہوم اور اسرار ہیں یا نکتے اور باریک باتیں ہیں اور ایسے عجائب ہیں جو ختم نہیں ہوتے تو یہ غرض محض عرفان اور کمال ایمانی ہے جس طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

ان القرآن ذو شجون وفنون وظهور و بطون لا تنقضي عجائبه ولا تبلغ غائته فمن او غل فيه بر فق نجا ومن او غل فيه بعنف هوى اخبار وامثال حلال وحرام وناسخ ومنسوخ ومحكم ومتشابه وظهر وبطن طن فظهره التلاوة وبطنه التاويل مجالسوابه العلماء وجانبوابه السفهاء [1]

قرآن پاک وادی کے راستوں کی طرح ہے اور مختلف فنون والا ہے اس کا ظاہر بھی اور باطن بھی اس کے عجائب ختم نہیں ہوتے اس کی انتہاء تک رسائی نہیں ہوتی جو شخص اس میں نرمی سے داخل ہوا اس نے نجات پائی اور جو آدمی سختی سے داخل ہوا وہ گر گیا اس میں خبریں بھی ہیں مثالیں بھی، حلال کا ذکر بھی ہے حرام کا بھی ناسخ ومنسوخ کا بھی ہے اور محکم ومتشابہ بھی ظاہر بھی ہے اور باطن بھی ہے اس کے ظاہر کی تلاوت ہوتی ہے اور باطن کی تاویل (تفسیر) پس اس کے ساتھ علماء کے پاس بیٹھو اور بے وقوفوں سے دور رہو

مجوزین کے دلائل

تفسیر اشاری کے جواز کے قائلین نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح (صحیح بخاری) کے باب التفسیر میں سورۃ النصر کی تفسیر کے موقعہ پر نقل کیا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مجھے بدر کے شیوخ کے ساتھ داخل کرتے تو گویا ان میں سے بعض نے نفس میں محسوس کیا اور کہا

---

1 الاتقان ج2 ص 185

یہ (نوجوان) ہمارے ساتھ کیوں آتے ہیں حالانکہ ان جیسے ہمارے بیٹے ہیں آپ نے فرمایا یہ ان میں سے ہیں جن کو تم جانتے ہو پس آپ نے ایک دن مجھے بلایا اور ان کے ساتھ داخل کیا آپ فرماتے ہیں میرا خیال یہ تھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مجھے صرف ان لوگوں کو دکھانے کے لئے بلایا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم لوگ اللہ تعالیٰ کے اس ارشادِ گرامی کے بارے میں کیا کہتے ہو۔

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ [1]

جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح آئے

ان میں سے بعض نے کہا ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی حمد کریں اور اس سے بخشش طلب کریں جب وہ ہماری مدد کرے اور ہمیں فتح عطا فرمائے جب کہ بعض حضرات خاموش رہے اور انہوں نے کچھ نہ کہا۔

(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا اے ابن عباس! کیا تم بھی اسی طرح کہتے ہو؟ میں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا اس سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجل (وفات کا وقت) مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتایا اور فرمایا:

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا [2]

تو اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور اس کی بخشش چاہو بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا ہے

آپ نے فرمایا اس بارے میں میرا علم بھی وہی ہے جو تم کہتے ہو۔ [3]

تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ جو بات سمجھے وہ دوسرے صحابہ کرام کو سمجھ نہ آئی اس بات کو صرف حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سمجھے اور یہ تفسیر اشاری ہے جو اللہ تعالیٰ اس شخص کے دل میں ڈالتا ہے جسے اپنی مخلوق میں سے چاہتا ہے اور اس پر بعض بندوں کو مطلع کرتا ہے تو اس سورۃ کریمہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کی خبر ہے اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کا وصال قریب ہے۔

اسی قسم کی ایک مثال دوسری حدیث میں ہے:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن صحابہ کرام کو خطبہ دیا اور آپ نے اپنے خطبہ کے دوران فرمایا:

ان اللہ خیر عبدا بین الدنیا و بین ما عندہ فاختار ما عندہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو دنیا اور اس کے درمیان جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے اختیار دیا تو اس نے اس کو اختیار کیا جو

---

۱ سورۃ نصر آیت 1

۲ سورۃ النصر آیت نمبر 3

۳ جمع الفوائد اعذب الموارد ج2 ص285

اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رونے لگے۔

اور ایک روایت میں ہے آپ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہمارے باپ اور ہماری مائیں آپ پر فدا ہوں۔

راوی فرماتے ہیں ہمیں ان پر تعجب ہوا کہ وہ رو رہے ہیں۔

پس جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو ہمیں معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہی اختیار دیا گیا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم میں سب سے زیادہ علم والے تھے۔[1]

تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اشارے کے طریقے پر وہ بات سمجھ گئے جسے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہ سمجھ سکے اور معاملہ اسی طرح ہوا جس طرح انہوں نے فرمایا تھا۔

علماء کرام کے بعض اقوال

میں یہاں تفسیر اشاری کے بارے میں علماء کرام کے بعض اقوال اختصار کے ساتھ نقل کرتا ہوں اور اپنے مولیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ سیدھا اور ہدایت والا راستہ دکھائے اور ہمیں خطاء اور گمراہی سے بچائے پھر میں حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ کا قول ذکر کروں گا اور یہ اختتامی خوشبو ہوگی پس میں اللہ تعالیٰ کی مدد طلب کرتے ہوئے کہتا ہوں۔

برہان میں زرکشی کا قول

زرکشی نے البرہان میں تفسیر قرآن کے بارے میں صوفیاء کا کلام نقل کرتے ہوئے کہا یہ تفسیر نہیں بلکہ یہ معانی اور ایسی باتیں ہیں جن کو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تلاوت کے وقت پاتے ہیں جس طرح ان میں سے بعض نے ارشاد خداوندی:

قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُم مِّنَ الْكُفَّارِ[2]

جہاد کرو ان کافروں سے جو تمہارے قریب ہیں

کے بارے میں کہا کہ اس سے نفس مراد ہے ان کی مراد یہ ہے کہ حکم کی علت ان لوگوں سے لڑنا ہے جو ہمارے ساتھ ملے ہوئے ہیں اور وہ قرب ہے اور انسان کے سب سے زیادہ قریب اس کا نفس ہے۔

امام نسفی اور تفتازانی کا قول

امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے "العقائد" میں فرمایا کہ نصوص کو ان کے ظاہر پر محمول کیا جاتا ہے اور ان سے ان معانی کی طرف پھرنا جن کا دعویٰ اہل باطل کرتے ہیں بے دینی ہے۔

امام تفتازانی نے العقائد کی شرح (شرح عقائد نسفی) میں فرمایا کہ ملحدوں کو باطنیہ فرقہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان لوگوں کا

---

1 جامع ترمذی

2 سورۃ توبہ آیت نمبر 123

دعویٰ ہے کہ نصوص (آیات کریمہ) اپنے ظاہر پر نہیں ہیں بلکہ ان کے کچھ معانی ہیں جن کو صرف معلم جانتا ہے ان کا مقصد شریعت کی مکمل طور پر نفی کرنا ہے۔

امام تفتازانی فرماتے ہیں کہ جس بات کی طرف محققین گئے ہیں کہ نصوص اپنے ظاہر پر ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان میں دقیق باتوں کی طرف اشارے ہیں جو ارباب سلوک (صوفیاء کرام) پر منکشف ہوتے ہیں ان کے اور ظاہری مراد کے درمیان موافقت ممکن ہے اور یہ بات کمال ایمان اور محض عرفان سے تعلق رکھتی ہے۔[1]

توتم دیکھتے ہو کہ تفتازانی نے باطنیہ فرقہ کی طرف اشارہ اور بیان کیا کہ ان کا طریقہ الحاد (بے دینی) کی طرف جاتا ہے امام تفتازانی نے تفصیلی بحث کی اور موضوع کو واضح کیا اور باطنیہ کی گمراہی کا رد کیا اور بعض ارباب سلوک کے لئے اس بات کا اقرار کیا کہ وہ دقیق باتوں اور مخفی اشارات (کے کشف) کے لئے استنباط کرتے ہیں اور انہوں نے اس عمل کو کمال ایمان اور عرفان سے قرار دیا

یہاں سے ہمارے لئے تفسیر اشاری جو بعض عارفین کی تفسیر ہے اور تفسیر باطنی جو باطنیہ ملاحدہ (بے دین) جو قرآن عزیز میں تحریف کرتے ہیں کے درمیان روشن فرق ظاہر ہو گیا۔

پہلا گروہ (تفسیر اشاری کو جائز قرار دینے والے) ظاہر کے ارادے کو منع نہیں کرتے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ یہ اصل اور بنیاد ہے اس کی ترغیب دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پہلے ظاہر کی معرفت ضروری ہے کیونکہ جو شخص اسرار قرآن سمجھنے کا دعویٰ کرے اور ظاہر کا حکم نہ لگائے تو وہ اس شخص کی طرح ہے جو دروازے میں سے داخل ہونے سے پہلے مکان کی چھت پر پہنچنے کا دعویٰ کرے۔

لیکن باطنیہ فرقے کا کہنا ہے کہ ظاہر بالکل مراد نہیں بلکہ باطن مراد ہے اور اس کلام سے ان کا مقصد شریعت کی نفی اور احکام کو باطل کرنا ہے اور یقیناً یہ دین میں بے دینی اور گمراہی ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي آيَاتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا أَفَمَن يُلْقَىٰ فِي النَّارِ خَيْرٌ أَم مَّن يَأْتِي آمِنًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ[2]

بے شک جو ہماری آیتوں میں ٹیڑھے چلتے ہیں ہم سے چھپے نہیں کیا جو آگ میں ڈالا جائے گا وہ بھلا یا جو قیامت میں امان سے آئے گا، جو جی میں آئے کرو بے شک وہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

تفسیر اتقان میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الاتقان" میں حضرت ابن عطا رضی اللہ عنہ کا درج ذیل قول نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

---

[1] شرح عقائد نسفیہ للتفتازانی

[2] سورۃ فصلت آیت 40

تم جان لو! کہ اس گروہ کی تفسیر یعنی اللہ تعالیٰ کے کلام اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کی تفسیر اشاری عربی معانی کے ساتھ کرنا ظاہر کو ظاہر سے پھیرتا نہیں لیکن آیت جس مقصد کے لئے آئی ہے آیت کے ظاہر سے وہ بات سمجھ میں آتی ہے اور زبان کا عرف اس پر دلالت کرتا ہے لیکن اس کے کچھ باطنی مفہوم ہیں جو آیت وحدیث سے ان لوگوں کو سمجھ آتے ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ کھول دیتا ہے لہٰذا ان لوگوں سے ان معانی کے حصول سے تجھے یہ بات نہ روکے کہ کوئی جھگڑالو اور معارضہ کرنے والا کہے کہ یہ (تفسیری اشاری) اللہ تعالیٰ کے کلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کو (ظاہر سے) پھیرنا ہے یہ پھیرنا نہیں ہے اسے پھیرنا اس صورت میں ہوتا اگر وہ گروہ کہتے کہ آیت کا صرف یہی معنی ہے جب کہ انہوں نے یہ بات نہیں کہی بلکہ وہ ظاہر کو ان کے ظاہر پر رکھتے ہوئے ان کے موضوعات مراد لیتے ہیں اور اسے مضبوط کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کو سمجھتے ہیں جو ان کی طرف الہام کی جاتی ہے۔[1]

میں (مصنف) کہتا ہوں یہ انصاف پر مبنی کلام ہے شیخ نے حق کو اس کے نصاب میں رکھ دیا ہے اور ظاہری نصوص اور ان پر وارد ہونے والے معانی کو جمع کر دیا ہے جو ایسے مومن کے دل پر چمکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کا عرفان رکھتا ہے جس طرح حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا معاملہ تھا۔

اس میں کوئی تعجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے اور جس کا ارادہ فرماتا ہے اس میں فہم رکھ دیتا ہے یہی قرآن پاک ہمیں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں ایسی بات کی خبر دیتا ہے جو ان دونوں کو پیش آئی اور ان میں سے ہر ایک کا فیصلہ دوسرے کے فیصلے کے خلاف تھا۔ ارشاد خداوندی ہے:

فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْماً وَعِلْماً[2]

تب ہم نے وہ معاملہ سلیمان کا سمجھا دیا اور دونوں کو حکومت اور علم دیا[3]

تفسیر اشاری کے بارے میں وارد حدیث کا معنی

اس مقام پر ہمارے لئے زیادہ مناسب بات یہ ہے کہ ہم اس حدیث کا معنی واضح کریں جو تفسیر اشاری سے متعلق آئی ہے جو آیت کے ظاہری اور باطنی معنی نیز حرف کی حد اور حد کے مطلع سے متعلق ہے۔

تاکہ ملحدین باطنیہ اسے اپنے باطل دعویٰ پر بطور دلیل استعمال نہ کریں جس طرح ان کا باطنی طریقہ تفسیر ہے اور وہ اپنی خواہش کے مطابق نصوص کریمہ سے کھیلتے ہیں

---

۱ الاتقان ج2 ص185

۲ سورۃ انبیاء آیت89

۳ دو آدمی حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس آئے ایک کی بکریوں نے دوسرے کی کھیتی اجاڑ دی تھی نقصان کا اندازہ لگانے کے بعد حضرت دوؤد علیہ السلام نے فیصلہ دیا کہ اس کی بکریاں کھیتی والے کو دی جائیں حضرت سلیمان نے یہ فیصلہ دیا کہ ایک عرصہ تک بکریاں کھیتی والے کو دی جائیں وہ ان سے نفع اٹھائے اور بکریوں والا کھیتی کی حفاظت کرے دیکھ بھال کرے جب کھیتی تیار ہو جائے تو وہ بکریاں واپس کر دے حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ فیصلہ پسند فرمایا۔
تفصیل کے لئے دیکھئے تفسیر نعیمی جلد 17 پارہ 17 سورۃ انبیاء آیت 79 ۱۲ ہزاروی

فریابی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لکل آیت ظھر وبطن ولکل حرف حد ولکل حد مطلع

ہر آیت کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی اور ہر حرف کی حد ہے اور حد کا مطلع ہے

اس حدیث کو امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوفاً اس طرح روایت کیا ہے:

ان ھذا القرآن لیس منه حرف الا وله حد ولکل حد مطلع

بے شک اس قرآن کے ہر حرف کی حد ہے اور ہر حد کا ایک مطلع ہے

حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث میں بیان کردہ آیت کے ظاہر اور باطن کی تاویل کرتے ہوئے بعض وجوہ بیان کی ہیں ہم وہ وجوہ بیان کرتے ہیں جو درستگی کے زیادہ قریب ہیں۔

پہلی وجہ

ظاہر سے مراد اس کا لفظ اور باطن سے مراد تاویل ہے۔

دوسری وجہ

ظاہر سے مراد اس کے وہ معانی ہیں جو ہمارے علم پر ظاہر ہوتے ہیں اور باطن سے مراد اس میں شامل اسرار ہیں جن پر اللہ تعالیٰ ارباب حقائق کو مطلع کرتا ہے۔

تیسری وجہ

اللہ تعالیٰ نے جو پہلی امتوں کے واقعات اور ان کی سزائیں بیان کی ہیں تو پہلوں کی ہلاکت اس کا ظاہر اور دوسروں کے لیے نصیحت ان آیات کا باطن ہے نیز ان کو ان پہلے لوگوں کے عمل جیسا عمل کرنے سے ڈرانا ہے کہ اس طرح ان پر بھی وہ عذاب نازل ہو جو ان (پہلوں) پر نازل ہوا حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ وجہ درستگی کے زیادہ مناسب ہے۔[1]

حد سے مراد حلال وحرام کے احکام ہیں اور مطلع سے مراد (جنت کا) وعدہ اور (جہنم سے) وعید (ڈرانا)

اس کی تائید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی گزشتہ حدیث سے ہوتی ہے آپ نے فرمایا ذوز وشجون وفنون (قرآن شجوں اور فنون والا ہے اس کا ذکر اس سے پہلے ہو چکا ہے)

1 تفسیر اتقان ج 2 ص 184 کچھ تصرف کے ساتھ

15
15

تفسیر اشاری کی شرائط قبولیت

تفسیر اشاری اس وقت تک قبول نہیں ہوتی جب تک اس میں درج ذیل شرائط نہ پائی جائیں

1۔ قرآن پاک کی نظم کریم (الفاظ مبارکہ) کے ظاہر معنی کے خلاف نہ ہو

2۔ یہ دعویٰ نہ ہو کہ صرف یہی معنی مراد ہے ظاہری معنی مراد نہیں

3۔ تاویل عقل سے بعید اور کمزور نہ ہو جس کا لفظ احتمال نہ رکھتا ہو

جس طرح فرقہ باطنیہ نے اس ارشاد خداوندی کی تفسیر کی ہے ارشاد خداوندی ہے:

وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُودَ ¹

اور سلیمان داؤد کا جانشین ہوا

(انہوں نے کہا کہ) حضرت امام علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت حضور علیہ السلام کے علم کے وارث ہیں۔

4۔ اس تفسیر کا کوئی شرعی یا عقلی معارض نہ ہو۔

5۔ وہ تفسیر لوگوں کے فہم میں تشویش پیدا نہ کرے (پریشان نہ کرے)

ان شرائط کے بغیر تفسیر اشاری قبول نہیں ہوگی (کیونکہ) اور اس وقت وہ تفسیر خواہش اور رائے پر مبنی تفسیر ہوگی جس سے منع کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے اور سیدھے راستے کی طرف ہدایت دینے والا ہے

شیخ زرقانی کا قیمتی قول

ہم یہاں تفسیر اشاری کے بارے میں شیخ محمد عبدالعظیم زرقانی کا نہایت قیمتی قول ذکر کرتے ہیں جس میں ان لوگوں کے لئے جو (سمجھنے والا) دل رکھتے ہیں یا دل سے حاضر ہوتے ہوئے پوری توجہ سے سنتے ہیں حکمت بالغہ بھی ہے اور سچی نصیحت بھی وہ فرماتے ہیں:

شاید تو نے میرے ساتھ ان چند لوگوں کو دیکھا ہوگا جو ان اشارات اور قلبی خیالات کی تعلیم پر متوجہ ہو کر فتنے میں پڑ گئے۔ اور ان کے دل میں یہ بات داخل ہوگئی کہ قرآن وسنت بلکہ پورے کا پورا اسلام خیالات اور واردات ہیں اور اسی طرح کی توجیہات اور تاویلات ہیں اور انہوں نے خیال کیا کہ یہ دین صرف خیالات کا نام ہے اور ان سے مطلوب خیالات کے ساتھ مغالطہ ہے وہ مغالطہ جہاں بھی ہو پس وہ شرعی احکام کے مکلف نہ ہوئے اور نہ ہی انہوں نے کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ابلغ عربی نصوص کو سمجھنے میں لغت عربیہ کے قوانین کا احترام کیا۔

اس سے بھی زیادہ مصیبت کی بات یہ ہے کہ وہ لوگوں کو اس بات کا وہم ڈالتے ہیں کہ وہی اہل حقیقت ہیں جنہوں نے

---

¹ سورۃ نمل آیت 16

انتھاء کو پالیا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا اتصال پایا کہ ان سے احکام شریعت کی تکلیف ساقط ہوگئی اور وہ اپنے خیالات کے مطابق جب تک رب الارباب کے ساتھ ہیں وہ ان کو اسباب کی پستی سے اوپر لے گیا اللہ کی قسم! یہ بہت بڑی مصیبت ہے جس کے لئے باطنیہ نے عمل کیا تا کہ وہ قانون کو اس کی جڑوں سے اکھاڑ پھینکیں اور اس کے قواعد کو بنیادوں سمیت گرادیں۔

پس ہمارے مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی واجب ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ان کو اس جال میں پھنسنے سے بچائیں اور ان کو مشورہ دیں کہ وہ اس قسم کی تفاسیر سے اپنے ہاتھ جھاڑ لیں جو پیچیدہ اشارے ہیں کیونکہ ان کا تعلق ذوق اور وجد سے ہے جو حدود وقیود سے خارج ہیں اور عام طور پر ان میں خیال اور حقیقت کے درمیان اور حق و باطل میں اختلاط ہو جاتا ہے پس سمجھدار عقلمند شخص کے زیادہ لائق ہے کہ وہ ان پھسلنے کے مقامات سے دور رہے اور ان شبہات سے اپنے دین کے ساتھ بھاگ جائے۔ اور اس کے سامنے کتاب وسنت اور شریعت ولغت کے قوانین کے مطابق ان کی تشریح میں باغات ہی باغات ہیں۔

ارشاد خداوندی ہے:

أَتَسْتَبْدِلُونَ الَّذِي هُوَ أَدْنَىٰ بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ[1]

کیا تم ادنیٰ چیز کو بہتر کے بدلے مانگتے ہو۔

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ کا قول

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "احیاء علوم الدین" میں ذکر وتذکیر کی فصل میں یوں فرمایا:
شطح سے ہماری مراد کلام کی دو قسمیں ہیں جنہیں بعض صوفیاء نے ایجاد کیا۔

ان میں سے ایک قسم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ عشق کے لمبے چوڑے دعوے ہیں نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا وصل ہو چکا ہے جو اعمال ظاہر سے بے نیاز کر دیتا ہے حتی کہ ایک جماعت نے دعویٰ کیا کہ وہ اللہ کے ساتھ متحد ہے پردہ اٹھ گیا ہے اور دیکھنے کے ذریعے مشاہدہ ہوتا ہے اور بالمشافہ خطاب ہوتا ہے وہ کہتے ہیں ہمیں یہ کہا گیا اور ہم نے یہ کہا:

وہ اس سلسلے میں حسین حلاج کے ساتھ مشابہت اختیار کرتے ہیں جن کو اس جنس کے کلمات بولنے پر سولی چڑھایا گیا اور وہ ان کے قول "انا الحق" سے استدلال کرتے ہیں۔

یہ کلام کا ایسا فن ہے جس سے عوام کو بہت زیادہ نقصان پہنچتا ہے حتی کہ جو شخص ایسی بات کرے تو دین خداوندی میں دس آدمیوں کو زندہ کرنے کے مقابلے میں اسے قتل کرنا افضل ہے کلام کی دوسری قسم ایسے کلمات ہیں جو سمجھے نہیں جاتے ان کا ظاہر خوشنما ہے اور ان میں ایسی عبارات ہیں جو خوفزدہ کرتی ہیں ان کے پیچھے کوئی فائدہ نہیں اور اس قسم کے کلام کا بھی کوئی فائدہ نہیں مگر وہ دلوں کو پریشان کرتا عقلوں کو مدہوش کرتا اور ذہنوں کو حیران کرتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

---

1 سورۃ بقرہ آیت 61 مناہل العرفان ج 1 ص 558

ما حدث احد قوما حدیث لا یفقھونه الا کان فتنة علیھم [1]

جو شخص کسی قوم کے سامنے ایسی حدیث بیان کرے جسے وہ سمجھتے نہیں تو وہ ان کے لئے فتنہ ہو گی۔

اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:

کلموا الناس بما یعرفون اتریدون یکذب اللہ ورسوله [2]

لوگوں سے وہ بات کہو جسے وہ سمجھتے ہوں کیا تم چاہتے ہو کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلایا جائے۔

فاسد اشاری تفسیر کی مثالیں

پھر امام غزالی رضی اللہ عنہ (اللہ ان کی قبر انور کو پاک بنائے) فرماتے ہیں:

وہ عبادات میں شطح (دھوکہ اور مغالطہ) کو داخل کرتے ہیں جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اور دوسری خاص بات یہ ہے کہ وہ شریعت کے الفاظ کو ان کے ظاہری مفہوم سے ایسے امور باطنیہ کی طرف پھیرتے ہیں جن سے افہام کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

یہ بھی حرام اور بہت بڑا ضرر ہے ان بڑی مصیبتوں والوں کی تاویلات کی مثالوں میں سے بعض کا اس ارشاد خداوندی میں یہ قول ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

اذْهَبْ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ [3]

فرعون کے پاس جا اس نے سر اٹھایا

وہ کہتا ہے کہ اس کے دل کی طرف اشارہ ہے وہ کہتا ہے فرعون سے یہی مراد ہے اور وہ ہر انسان کو سرکش بناتا ہے۔

اور ارشاد خداوندی ہے:

وَأَنْ أَلْقِ عَصَاكَ [4]

اور یہ کہ ڈال دے اپنا عصا

وہ کہتا ہے کہ اس سے مراد ہر وہ چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جس پر اعتماد کیا جائے لہٰذا اسے پھینک دیا جائے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

سحروا فان فی السحور برکة

---

1 مقدمہ صحیح مسلم

2 صحیح بخاری

3 سورۃ طٰہٰ آیت 24

4 سورۃ قصص آیت 31

سحری کھاؤ بے شک سحری میں برکت ہے۔

ان لوگوں نے سحور سے سحری کے وقت استغفار کرنا مراد لیا ہے اس طرح کی کئی مثالیں ہیں حتی کہ وہ لوگ قرآن پاک کو اول سے آخر تک اس کے ظاہر سے پھرتے ہیں اور اس تفسیر سے بھی پھیرتے ہیں جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور تمام علماء سے منقول ہے۔

ان کی بعض تفاسیر کا بطلان قطعی طور پر معلوم ہے جیسے فرعون سے دل مراد لینا کیونکہ فرعون ایک مخصوص شخص ہے اس کے وجود کا علم تواتر کے ساتھ منقول ہوا اور بعض تاویلات کا بطلان غالب ظن سے معلوم ہوتا ہے اور یہ سب صورتیں حرام اور گمراہی اور لوگوں پر دین کو فاسد کرنا ہے۔

ان بڑی مصیبتوں والوں میں سے جن لوگوں نے اس قسم کی تاویلات کو جائز قرار دیا ہے حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ الفاظ سے یہ مراد نہیں ہے تو وہ اس کے مشابہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف من گھڑت اور موضوع روایات کی نسبت کرتا ہے جیسے کوئی شخص ہر اس مسئلہ میں جس کو وہ جائز خیال کرتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب حدیث وضع کرتا ہے یہ ظلم اور گمراہی ہے اور یہ اس وعید میں داخل ہے جس کا ذکر اس حدیث میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من کذب علی متعمداً فلیتبوا مقعدہ من النار

جو شخص جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھے اسے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنانا چاہیے

بلکہ ان الفاظ کی تاویل میں بہت بڑا شر ہے کیونکہ وہ الفاظ پر اعتماد کو باطل کرتی ہے اور قرآن پاک سے استفادہ اور فہم کے راستے کو بند کر دیتی ہے۔[1]

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام مکمل ہوا۔

بحث کا خلاصہ

گزشتہ بحث سے ہمارے لئے یہ بات واضح ہوگئی کہ تفسیر اشاری کو شریعت کی تائید حاصل ہے لیکن اس میں کچھ تاویلات فاسدہ داخل ہوگئیں اور کچھ لوگ اس میں باطنیہ فرقہ کے راستے پر چل پڑے اور علماء کرام نے جو شرائط رکھی ہیں انہوں نے ان کی رعایت نہ کی۔

بلکہ انہوں نے اس سلسلے میں اندھی اونٹنی کی طرح پاؤں مارنے کا راستہ اختیار کیا۔

بلکہ وہ اپنی مرضی سے کتاب اللہ میں دست درازی کرتے اور اپنی خواہش کے مطابق تاویل کرتے ہیں اور وہ اپنے خیال میں اسے تفسیر اشاری سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بیوقوفی گمراہی اور جہالت ہے کیونکہ یہ کتاب اللہ میں تحریف (ردوبدل ہے) اور بے

---

[1] احیاء العلوم للغزالی اختصار کے ساتھ

دین طبقہ باطنیہ کے راستے پر چلتے ہیں یہ اگرچہ الفاظ میں تحریف نہیں لیکن معانی میں تحریف ہے میں نے اس شخص سے سنا جو اس آیت کریمہ سے استدلال کر رہا تھا:

قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ [1]

اللہ کہو پھر انہیں چھوڑ دو ان کی بے ہودگی میں انہیں کھیلتا

اس نے اس کو اس بات کی دلیل بنایا کہ مرید کے لئے لفظ اللہ کا ذکر کرنا لازمی ہے اور اس نے اس لفظ (اسم جلالت اللہ) کو قول کا مقولہ بنا دیا یعنی "اللہ" کہا اور اس جاہل غبی کو یہ بات معلوم نہیں کہ اس جملہ میں خبر محذوف ہے اور تقدیر عبارت یہ ہے "اللہ انزلہ" (اللہ تعالیٰ نے اسے نازل کیا) اور اس پر آیت کا سیاق دلالت کرتا ہے وہ اس طرح ہے:

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِذْ قَالُوا مَا أَنزَلَ اللّٰهُ عَلَىٰ بَشَرٍ مِّن شَيْءٍ قُلْ مَنْ أَنزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَىٰ نُورًا وَهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُونَهُ قَرَاطِيسَ تُبْدُونَهَا وَتُخْفُونَ كَثِيرًا وَعُلِّمْتُم مَّا لَمْ تَعْلَمُوا أَنتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ [2]

اور یہود نے اللہ کی قدر نہ جانی جیسے چاہئے تھی جب بولے اللہ نے کسی آدمی پر کچھ نہیں اتارا تم فرماؤ کس نے اتاری وہ کتاب جو موسیٰ لائے تھے روشنی اور لوگوں کی ہدایت جس کے تم نے الگ الگ کاغذ بنا لئے ظاہر کرتے ہو اور بہت سا چھپا لیتے ہو اور تمہیں وہ سکھایا جاتا ہے جو نہ تم کو معلوم تھا نہ تمہارے باپ دادا کو۔

اس قسم کے اختلاط کی کئی مثالیں ہیں پس مسلمان علماء کو چاہئے کہ وہ اس قسم کے جاہلوں کو قرآن پر ظلم کرنے اور اس کی ایسی تفسیر کی اجازت نہ دیں جو ظاہر کے خلاف اور حق اور درستگی سے دور ہے جب کہ ان کے گمان میں یہ تفسیر اشاری کی ایک قسم ہے پس تفسیر کے لئے حدود و شروط ہیں اور کسی انسان کو اس میں اپنی طرف سے بات کرنے یا بیمار فہم کے ذریعے نصوص میں کھیلنے کا حق نہیں۔

شیخ ابن تیمیہ نے درست کہا جب کہا نیم طبیب بدن کو خراب کر دیتا ہے اور نیم عالم ادیان کو خراب کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ حق فرماتا اور (سیدھے) راستے کی راہنمائی کرتا ہے۔

غرائب تفسیر

امام سیوطی رضی اللہ عنہ نے کرمانی کے بارے میں نقل کرتے ہوئے الاتقان میں فرمایا کہ انہوں نے دو جلدوں میں ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام "العجائب والغرائب" رکھا ہے اور اس میں تفسیر کے بارے میں منکر اقوال ذکر کئے ہیں۔

ان اقوال کو بیان کرنا اور ان پر اعتماد کرنا جائز نہیں کیونکہ وہ گمراہ لوگوں کے اقوال ہیں انہوں نے ان کو تنبیہ کے لئے ذکر کیا

---

1 سورۃ انعام آیت 91

2 حوالہ مذکورہ بالا

اور کہا کہ میں نے ان کو ذکر کرنے سے اس کا ارادہ کیا ہے کہ لوگ جان لیں کہ ان میں سے جو لوگ علم کا دعویٰ کرتے ہیں وہ بے وقوف ہیں ہم ان میں سے کچھ حصہ نقل کرتے ہیں اور باطنیہ فرقہ کے بعض اقوال بھی نقل کرتے ہیں تا کہ مسلمان اس قسم کی باطل باتوں سے محفوظ رہیں جو ملت اسلامیہ میں اندھے تعصب اور خواہشات کی اتباع کے سبب داخل ہو گئیں

ان غرائب کی مثالیں

اول

ارشاد خداوندی:

حم عسق [1]

انہوں نے کہا "حاء" سے حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کی لڑائی مراد ہے "میم" سے مروان کی حکومت، "عین" سے عباسی خلفاء کی حکومت "سین" سے سفیانیوں کی حکومت اور "قاف" سے مہدی کی پیشوائیت مراد ہے اس طرح کی دیگر گمراہ کن باتیں ہیں۔

دوم

ارشاد خداوندی ہے:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ [2]

(اور خون کا بدلہ لینے میں) تمہاری زندگی ہے اے عقلمندو

وہ کہتے ہیں قصاص سے مراد قرآن پاک میں مذکورہ واقعات ہیں یہ تاویل لغت کے اعتبار سے باطل ہے اور یہ بات کوئی جاہل ہی کہہ سکتا ہے۔

سوم

ارشاد خداوندی ہے:

وَلَكِن لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي [3]

تا کہ مطمئن ہو جائے میرا دل

---

[1] سورۃ شوریٰ آیت 1-2

[2] سورۃ بقرہ آیت 179

[3] سورۃ بقرہ آیت 260

وہ کہتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک دوست تھا جسے آپ نے اپنا دل قرار دیا انہوں نے اس معنی میں اس کی تفسیر کی ہے تاکہ میرا دوست پرسکون ہو جائے یہ تفسیر (عقل و خرد سے) بہت بعید ہے۔

چہارم

ارشاد خداوندی ہے:

رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ [1]

اے ہمارے رب اور ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں طاقت نہ ہو

وہ حضرات کہتے ہیں کہ اس سے محبت اور عشق مراد ہے انہوں نے "ما لا طاقة نهايه" کی تفسیریوں کی ہے کہ انسان کو اس کی (محبت اور عشق کی) طاقت نہیں یہ تفسیر باطل ہے الکواشی نے اپنی تفسیر میں اسے بیان کیا۔

پنجم

ارشاد خداوندی ہے:

وَمِن شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ [2]

اور اندھیری ڈالنے والے کے شر سے جب وہ ڈوبے

یہ حضرات کہتے ہیں اس سے انسان کا آلہ تناسل مراد ہے جب وہ کھڑا ہو جاتا ہے یقیناً یہ عجیب جرات اور بہت بڑی بے حیائی ہے اور ایسی بات کوئی بے وقوف احمق ہی کہہ سکتا ہے۔

ششم

ارشاد خداوندی ہے:

الَّذِي جَعَلَ لَكُم مِّنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنتُم مِّنْهُ تُوقِدُونَ [3]

جس نے تمہارے لئے ہرے درخت میں سے آگ پیدا کی تم اسے سلگاتے ہو

یہ لوگ کہتے ہیں کہ سبز درخت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام مراد ہیں اور نار سے نور محمدی مراد ہے "فاذانتم منه توقدون" کا مطلب یہ ہے کہ تم دین حاصل کرتے ہو۔ [4]

---

1 سورۃ بقرہ آیت 286

2 سورۃ فلق آیت 3

3 سورۃ یٰسین آیت 80

4 سورۃ اتقان، ج 2 ص 186

یہ تفسیر غرائب سے ہے لغت اس پر دلالت نہیں کرتی اور قرآن کی نصوص کے لئے یہ تاویل باطل ہے اگر چہ خوبصورت سانچے اور لطیف عبارت میں ہو۔

باطنیہ فرقہ کی تفسیریں

باطنیہ وہ جماعت ہے جو قرآن کے ظاہر سے استدلال کو قبول نہیں کرتے وہ کہتے ہیں کہ قرآن کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی اور ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اس سے باطنی معنی مراد ہے ظاہری نہیں وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے استدلال کرتے ہیں:

فَضُرِبَ بَيْنَهُم بِسُورٍ لَّهُ بَابٌ بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ مِن قِبَلِهِ الْعَذَابُ [1]

جبھی ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کردی جائے گی۔ جس میں ایک دروازہ ہے اس کے اندر رحمت اور اس کے باہر کی طرف عذاب۔

اور یہ متعدد فرقے ہیں۔

1 اسماعیلیہ

ان کی نسبت اسماعیل اکبر (رحمۃ اللہ علیہ) کی طرف ہے جو حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے بڑے بیٹے تھے اور وہ لوگ آپ میں امامت کا اعتقاد رکھتے تھے۔

2 قرامطہ

قرامط کی طرف نسبت ہے جو واسط (علاقہ) کی ایک بستی ہے ان کا سردار وہاں کا حمدان نامی ایک شخص تھا۔

3 السبعیہ

یہ السبعہ کی طرف منسوب ہے ان کا خیال تھا کہ ان میں سے ہر سات میں ایک امام ہوتا ہے جس کی اقتداء کی جاتی ہے۔

4 الحرمیہ

الحرمۃ کی طرف نسبت ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ حرام کردہ اشیاء اور بے حیائی کو جائز سمجھتے تھے۔ [2]

تفسیر باطنیہ کے چند کچھ نمونے

1۔ ارشاد خداوندی ہے:

---

[1] سورۃ الحدید آیت 13

[2] الفرق بین الفرق للبغدادی

لَتَرْكَبُنَّ طَبَقاً عَن طَبَقٍ [۱]

ضرور تم منزل بہ منزل چڑھو گے

وہ کہتے ہیں کہ اس میں انبیاء کرام کے بعد اوصیاء (وصی کی جمع) کے ساتھ دھوکہ کی طرف اشارہ ہے یعنی تم ان پہلے لوگوں کے راستے پر چلو گے جنہوں نے انبیاء کے بعد آئمہ سے غداری کی۔

2۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَالَ الَّذِينَ لاَ يَرْجُونَ لِقَاءَ نَا ائْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَذَا أَوْ بَدِّلْهُ [۲]

تو وہ کہنے لگتے ہیں جنہیں ہم سے ملنے کی امید نہیں کہ اس کے سوا اور قرآن لے آیئے یا اس کو بدل دیں

وہ اس کی تفسیر یوں کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بدل دیں اور یہ بات معلوم ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا پہلے ذکر نہیں

3۔ ارشاد خداوندی ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُواْ ثُمَّ كَفَرُواْ ثُمَّ آمَنُواْ ثُمَّ كَفَرُواْ ثُمَّ ازْدَادُواْ كُفْراً لَّمْ يَكُنِ اللّهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلاَ لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيلاً [۳]

بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر کفر میں بڑھے اللہ ہرگز نہ انہیں بخشے نہ انہیں راہ دکھائے۔

وہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے پھر علی رضی اللہ عنہ کی ولایت پیش کی گئی تو انہوں نے انکار کیا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت پر ایمان لاتے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کفر اختیار کر گئے پھر تمام امت سے بیعت لینے کی وجہ سے کفر میں بڑھ گئے (العیاذ باللہ) [۴]

4۔ ارشاد خداوندی ہے:

إِنَّ اللّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُواْ بَقَرَةً [۵]

بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم ذبح کرو ایک گائے

وہ کہتے ہیں بقرہ سے مراد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں (العیاذ باللہ)

---

۱ سورۃ انشقاق آیت 19

۲ سورۃ یونس آیت 15

۳ سورۃ نساء آیت نمبر 137

۴ الوشیعہ فی نقد عقائد الشیعہ 65

۵ سورۃ بقرہ آیت 67

اور "اضربوا ببعضها" سے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما مراد ہیں۔

5۔ ارشاد خداوندی ہے:

إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ [1]

بے شک شراب اور جوا

وہ کہتے ہیں اس سے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہما) مراد ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کرے وہ کدھر اوندھے جاتے ہیں۔

مختصر یہ کہ باطنیہ کا مذہب وباء اور گمراہی ہے وہ مجوسیوں سے ان کی طرف منتقل ہوا وہ جنابت کی تاویل راز فاش کرنے سے، غسل کی تاویل تجدید عہد سے تیمم کی تاویل ماذون سے سیکھنے، روزے کی تاویل راز فاش کرنے سے باز رہنے سے کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ بھی ان کے پاس گمراہیاں اور نجاستیں ہیں اور یہ فاسد تاویلات اسلام اور مسلمانوں کو پہنچنے والے سخت ترین زخم ہیں کیونکہ یہ شریعت کی بنیاد کے ایک ایک پتھر کو گرانے تک پہنچاتی ہیں اور ان جانوروں کے سامنے قرآن کھلونا بن گیا۔

اور اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ان کی کتب وجود میں نمایاں نہیں ہوئیں اور وہ لوگ ان باتوں کو اپنے نفسوں میں چھپاتے ہیں اور وقتاً فوقتاً ظاہر کرتے ہیں۔

إن شاء اللہ ان کو زوال ہوگا اور یہ فنا ہوں گے اور اللہ تعالیٰ اپنے حکم پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

---

[1] سورۃ مائدہ آیت 90

سوالات

1؛۔ تفسیر اشاری کا مفہوم واضح کریں؟

2؛۔ کیا تفسیر اشاری جائز ہے اگر جائز ہے تو قرآن وسنت سے اس پر دلائل ذکر کریں۔

3؛۔ تفسیر اشاری کے بارے میں کچھ علماء کے اقوال کا خلاصہ نقل کریں مثلاً زرکشی، نسفی، تفتازانی اور جلال الدین سیوطی وغیرہ۔

4؛۔ تفسیر اشاری کے بارے میں وارد حدیث کا مفہوم کیا ہے؟

5؛۔ تفسیر اشاری کی شرائط قبولیت کون کونسی ہیں؟

6؛۔ تفسیر اشاری فاسدہ کی وضاحت اور کچھ مثالیں ذکر کریں؟

7؛۔ غرائب التفسیر کے بارے میں مصنف کا بیان اور اس تفسیر کی چند مثالیں تحریر کریں؟

8؛۔ باطنیہ کون لوگ ہیں ان کے چند فرقوں کے نام اور تعارف پیش کریں اور تفسیر باطنیہ کے کچھ نمونہ تحریر کریں؟

تفسیر بالماثور سے متعلق کتب کا تعارف

تفسیر ابن جریر

اس کے مولف "ابن جریر طبری" ہیں ان کی کنیت "ابو جعفر" ہے آپ 224ھ میں پیدا ہوئے اور 310ھ میں آپ کی وفات ہوئی آپ کی کتاب تفسیر بالماثور کے سلسلے میں بہت بڑی کتاب ہے اور صحابہ کرام اور تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اقوال کے حوالے سے سب سے زیادہ صحیح اور سب سے زیادہ جامع ہے مفسرین کے ہاں یہ پہلے مرجع کے طور پر معتبر ہے حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ابن جریر کی تفسیر جیسی تفسیر کسی نے نہیں لکھی۔

اس تفسیر کی خصوصیات

1۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرام اور تابعین سے مروی روایات پر اعتماد۔

2۔ اسانید اور اقوال مرویہ کو پیش کر کے دیگر روایات کے ذریعے ان کو ترجیح دینا۔

3۔ ناسخ ومنسوخ آیات کا احاطہ اور روایت کے طرق کے صحیح اور کمزور ہونے کی معرفت۔

4۔ وجوہ اعراب کا ذکر اور آیات کریمہ سے احکام شرعیہ کا استنباط۔

اور آخری بات یہ ہے کہ یہ عظیم اور جلیل کتاب ہے خوبصورت باتوں کی جامع ہے البتہ بعض اوقات وہ غیر صحیح اسناد کے ساتھ حدیث بیان کرتے ہیں پھر اس کی عدم صحت سے آگاہ بھی نہیں کرتے جس طرح وہ بعض اسرائیلی روایات لاتے ہیں۔

آپ کی تفسیر مطبوعہ ہے اور ملکوں میں پھیلی ہوئی ہے اور اس پر اکثر مفسرین کا اعتماد ہے۔

تفسیر سمرقندی

اس کے مولف "نصر بن محمد سمرقندی" ہیں آپ کی کینت "ابو اللیث" ہے آپ کی وفات 373ھ میں ہوئی آپ کی کتاب کو بحر العلوم کہا جاتا ہے اور یہ تفسیر بالماثور ہے اس میں صحابہ کرام اور تابعین کے بہت سے اقوال مذکور ہیں لیکن آپ اسانید ذکر نہیں کرتے یہ تفسیر دو جلدوں میں لکھی گئی ہے اس کا ایک نسخہ جامعہ ازہر کی لائبریری میں ہے۔[1]

تفسیر ثعلبی

اس تفسیر کے مولف "احمد بن ابراہیم ثعلبی نیشاپوری" ہیں جو مقری اور مفسر ہیں آپ کی کنیت "ابو اسحق" ہے آپ کا وصال

---

1 آپ کی ایک علمی کتاب "بستان العارفین" کا اردو ترجمہ ادارہ نے شائع کرنے کا شرف حاصل کیا ہے ہو سکے تو اس کا ضرور مطالعہ فرمائیے۔ تعلیمات اسلام کے حوالے سے اپنی نوعیت کی منفرد کتاب ہے۔ (ابو حنظلہ: محمد اجمل)

427ھ میں ہوا اور آپ کی ولادت کے بارے میں صحیح قول معروف نہیں آپ کی کتاب کا نام "الکشف والبیان عن تفسیر القرآن" ہے۔

آپ نے قرآن پاک کی تفسیر سلف سے مروی روایات سے کی ہے اور اسانید کو اختصار کے ساتھ پیش کر دیا ہے اور آپ نے مقدمہ میں ان کے ذکر پر اکتفاء کیا آپ نے نحوی اور فقہی ابحاث نہایت وسیع طریقہ پر کی ہیں آپ قصص اور اخبار کے شائق ہیں اسی لئے ہم آپ کی تفسیر میں نہایت عجیب اسرائیلی واقعات پاتے ہیں بلکہ ان میں بعض قطعی طور پر باطل ہیں ان کے بارے میں ابن تیمیہ نے کہا۔

ثعلبی میں ذاتی طور پر بھلائی پائی جاتی ہے اور وہ دین دار ہیں لیکن وہ رطب و یابس جمع کرنے والے ہیں۔ (یعنی رات کو لکڑیاں اکھٹی کرنے والے کی طرح ہیں وہ سب کچھ جمع کرتا ہے)[1]

آپ کی تفسیر نامکمل ہے جو سورۃ فرقان کے آخر تک ہے اور جامعہ ازہر کی لائبریری میں موجود ہے باقی کتب مفقود ہیں۔

تفسیر بغوی

اس تفسیر کے مولف "حسین بن فراء بغوی" ہیں۔ جو فقیہ، مفسر اور محدث ہیں اور آپ کا لقب "محی السنہ" ہے جب کہ کنیت "ابو محمد" ہے جب آپ کی عمر اسی سال سے تجاوز کر گئی تو 510ھ میں آپ کا وصال ہو گیا آپ جلیل امام، متقی، زاہد اور علم و عمل کے جامع تھے امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو بڑے بڑے شافعی علماء میں شمار کیا ہے۔

ابن تیمیہ نے مقدمہ اصول التفسیر میں کہا ہے (بغوی اپنی تفسیر میں ثعلبی سے زیادہ اختصار کرنے والے ہیں لیکن انہوں نے اپنی تفسیر کو موضوع احادیث اور بدعتیوں[2] کی آراء سے الگ کر دیا ہے)

یہ تفسیر ابن کثیر کی تفسیر کے ساتھ طبع ہوئی ہے جس طرح تفسیر خازن کے ساتھ طبع ہوئی ہے۔

اس تفسیر میں بعض اسرائیلی واقعات ہیں لیکن مجموعی طور پر یہ تفسیر بالماثور کی کئی کتب سے زیادہ اچھی اور زیادہ محفوظ ہے۔

تفسیر ابن عطیہ

اس تفسیر کے مولف "عبد الحق بن غالب بن عطیہ اندلسی مغربی غرناطی" ہیں آپ کی کنیت "ابو محمد" ہے 481ھ میں آپ کی ولادت ہوئی اور 563ھ میں وفات پائی۔ آپ نحوی، لغوی ادیب اور شاعر تھے آپ انتہائی درجہ کے ذہین اور دانشمند تھے اسلام کے سنہری ادوار میں آپ اندلس میں منصب قضا پر فائز رہے آپ کی تفسیر کا نام "المحرر الوجیز فی تفسیر العزیز" ہے

اس کے مولف نے اس میں وہ تمام اقوال ذکر کئے ہیں جو تفسیر بالماثور کے علماء نے ذکر کئے ہیں اور آپ نے ان اقوال کو تلاش کیا جو صحت کے زیادہ قریب ہیں ابن تیمیہ نے اپنے فتاویٰ میں تفسیر ابن عطیہ اور تفسیر زمخشری میں موازنہ کرتے ہوئے کہا کہ

---

[1] اصول التفسیر لابن تیمیہ صفحہ 19

[2] بدعت سے مراد بدعت مذمومہ ہے جو سنت کے خلاف ہو اچھے کام اگر چہ بعد میں جاری ہوں وہ بدعت حسنہ ہیں۔ ۱۲ ہزاروی

تفسیر ابن عطیہ، زمخشری کی تفسیر سے زیادہ بہتر ہے نقل اور بحث میں زیادہ صحیح اور بدعات سے زیادہ دور ہے اگرچہ بعض (بدعات) پر مشتمل بھی ہے لیکن وہ اس (زمخشری) کی تفسیر سے بہت بہتر ہے بلکہ شاید ان تمام تفاسیر سے زیادہ ترجیح رکھتی ہے۔[1]

اور یہ کتاب اپنی وسیع شہرت اور یکتا فضائل کے باوجود ابھی تک مخطوطہ کی صورت میں ہے اور اس کی دس بڑی بڑی جلدیں ہیں امید ہے اللہ تعالیٰ کسی ایسے شخص کو توفیق دے جو ہمارے لئے اس قیمتی خزانے کو ظاہر کرے اور اس کی طباعت کے ذریعے اس سے نفع کو عام کرے۔

تفسیر ابن کثیر

اس تفسیر کے مولف "حافظ حماد الدین اسماعیل بن عمرو بن کثیر قرشی دمشقی" ہیں آپ کی کنیت "ابوالفداء" ہے ولادت 700ھ میں ہوئی اور وفات 774ھ میں ہوئی ہے۔

حضرت ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ تمام علوم بالخصوص تاریخ حدیث اور تفسیر میں بلند پہاڑ اور بہت بڑا سمندر تھے آپ بہت بڑے امام تھے اور کتابت اور تالیف کے اسلوب میں کئی فنون جانتے تھے ذہبی نے ان کے بارے میں کہا ہے:

امام، مفتی، ماہر الحدث، مختلف فنون کے ساتھ فقہ کے ماہر، مضبوط محدثِ مفسر نقال (تفاسیر نقل کرنے والے) تھے اور آپ کی کئی مفید تصانیف ہیں۔

اس تفسیر کا نام "تفسیر القرآن العظیم" ہے تفسیر بالماثور کے سلسلے میں مدون ہونے والی تفاسیر میں یہ مشہور ترین تفسیر ہے اور طبرانی کی کتاب کے بعد یہ دوسری کتاب شمار ہوتی ہے۔

مصنف نے اس میں گزشتہ مفسرین سے روایت کا اہتمام کیا ہے پس انہوں نے احادیث اور آثار نقل کئے جن کی اسناد ان راویوں کی طرف ہے اور بعض پر آپ نے جرح اور تعدیل بھی کی ہے ان میں جو منکر یا غیر صحیح ہیں ان کا رد بھی کیا ہے۔

اس طرح ان کی تفسیر تفسیر بالماثور کے سلسلے میں لکھی گئی کتب ہیں حسین ترین کتاب ہے تفسیر میں آپ کا طریقہ یہ ہے کہ آپ آیت ذکر کرتے ہیں پھر آسان اور مختصر عبارت کے ساتھ تفسیر کرتے ہیں اور دوسری آیات سے شواہد لاتے اور ان کے درمیان موازنہ کرتے ہیں۔ حتی کہ معنی واضح اور مراد ظاہر ہو جاتی ہے آپ اس قسم کی تفاسیر کا بہت زیادہ اہتمام کرتے ہیں جس تفسیر کا نام "تفسیر القرآن یا القرآن" ہے۔

میں (مصنف) آپ کی تفسیر کے مقدمے میں سے کچھ نقل کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کی قبر انور کو منور فرمائے فرماتے ہیں۔

اگر کوئی کہنے والا کہے کہ تفسیر کا بہترین طریقہ کیا ہے تو جواب یہ ہے کہ اس سلسلے میں صحیح ترین طریقہ یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر قرآن سے کی جائے جو بات ایک جگہ مجمل ہو وہ دوسری جگہ تفصیل سے مذکور ہوتی ہے اگر تجھے یہ بات تھکا دے تو سنت کی طرف رخ کر وہ قرآن پاک کی شارح اور اس کی وضاحت کرنے والی ہے۔

---

[1] فتاویٰ ابن تیمیہ ج2 ص42

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو بھی فیصلہ کیا اسے قرآن سے سمجھا ارشاد خداوندی ہے:

إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ وَلَا تَكُن لِّلْخَائِنِينَ خَصِيمًا[1]

اے محبوب بے شک ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری تا کہ تم لوگوں میں فیصلے کرو جس طرح اللہ تمہیں دکھائے۔

اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الا وانی اوتیت القرآن ومثلہ معہ[2]

سنو! مجھے قرآن اور اس کی مثل اس کے ساتھ دیا گیا

ابن کثیر کی امتیازی شان یہ ہے کہ تفسیر بالماثور میں جو اسرائیلی منکرات پائے جاتے ہیں ان سے خبردار کرتے ہیں اور ان سے بچنے کی تلقین کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ ابن کثیر کا علم وضاحت کے ساتھ ان لوگوں پر واضح ہو جاتا ہے جو آپ کی تفسیر اور تاریخ پڑھتے ہیں اور یہ دونوں کتابیں ان کی تمام تالیفات سے بہتر ہیں جو انہوں نے تالیف کیں اور ان سے افضل ہیں جو انہوں نے لکھی ہیں اور آپ کی یہ تفسیر تفاسیر بالماثور میں سے اصح ہے اگرچہ تمام تفاسیر سے اصح نہیں۔

تفسیر الجواہر

اس تفسیر کے مولف "امام جلیل عبد الرحمن بن محمد بن مخلوف الثعالبی جزائری مغربی" ہیں آپ نے اس میں سلف صالحین کے اقوال نقل کئے ہیں صحیح اور ضعیف میں امتیاز کیا ہے اور آپ کی یہ تفسیر مطبوعہ ہے۔

تفسیر السیوطی

اس تفسیر کے مولف امام ہیں حجت اور ثقہ ہیں آپ کا اسم گرامی "جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ" ہے آپ متعدد کتب کے مولف ہیں اور مشہور ہیں 849ھ میں آپ کی پیدائش ہوئی اور 911ھ میں آپ کا وصال ہوا آپ کی تفسیر کا نام "الدر المنثور فی التفسیر الماثور" ہے آپ نے اس کے مقدمہ میں فرمایا:

میں نے اس کتاب کو ترجمان القرآن سے بطور تلخیص لیا ہے یہ تفسیر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب ہے اور مصر میں چھپ چکی ہے۔

---

1. سورۃ النساء آیت 105
2. تفسیر ابن کثیر ج 1 ص 2

آپ نے اپنی کتاب الاتقان میں بیان فرمایا کہ آپ نے ایک جامع تفسیر شروع کی جس کی تفاسیر منقولہ، اقوال معقولہ، استنباط، اشارات، اعراب، لغات، بلاغت پر مبنی نکات بدیع کے محاسن وغیرہ کے لئے ضرورت ہے اور میں نے اس کا نام "مجمع البحرین ومطلع البدرین" رکھا اور وہ اس تفسیر سے الگ ہے جس کا نام "الدر المنثور" ہے۔

اور میں (مصنف) نے ان کتب کا شمار کیا تو وہ پانچ سو کے قریب ہیں آپ نے علم اور دین کی خدمات میں جو پیش کیا اللہ تعالیٰ اس کے سبب آپ پر رحمتوں کا نزول فرمائے۔ آمین۔

اشہر کتب التفسیر بالدرایہ (بالرای)

الرقم	اسم الکتاب	اسم المولف	الوفاۃ	الشهرة
1	مفاتیح الغیب	محمد بن عمر بن الحسن الرازی	606ھ	تفسیر الرازی
2	انوار التنزیل واسرار التاویل	عبداللہ بن عمر البیضاوی	685ھ	تفسیر البیضاوی
3	لباب التاویل فی معانی التنزیل	عبداللہ بن محمد المعروف بالخازن	741ھ	تفسیر الخازن
4	مدارك التنزیل وحقائق التاویل	عبداللہ بن احمد النسفی	701ھ	تفسیر النسفی
5	غرائب القرآن ورغائب الفرقان	نظام الدین الحسن محمد النیسابوری	768ھ	تفسیر النیسابوری
6	ارشاد العقل السلیم	محمد بن محمد بن مصطفیٰ الطحاوی	952	تفسیر ابی السعود
7	البحر المحیط	محمد بن یوسف بن حیان الاندلسی	745ھ	تفسیر ابی حبان
8	روح المعانی	شہاب الدین محمد الالوسی البغدادی	1270ھ	تفسیر الاوسی
9	السراج المنیر	محمد الشربینی الخطیب	1977ھ	تفسیر الخطیب
10	تفسیر الجلالین	1۔ جلال الدین محلی 2۔ جلال الدین السیوطی	864ھ 911ھ	تفسیر الجلالین

16/16

تفسیر بالرائے سے متعلق کتب کا تعارف

تفسیر امام فخر الدین رازی (تفسیر کبیر)

اس تفسیر کے مولف "علامہ شیخ محمد بن عمر رازی رحمۃ اللہ علیہ" ہیں آپ کا وصال 606ھ میں ہوا آپ کی تفسیر کو "مفاتیح الغیب" کہا جاتا ہے۔

آپ نے اپنی تفسیر میں "حکماء الٰھیین" کا راستہ اختیار کیا پس آپ نے الٰھیات کے مباحث کے بارے میں دلائل دیئے اور معتزلہ نیز دیگر گمراہ فرقوں کا باطل شکن اور قطعی دلائل کے ساتھ رد فرمایا۔

آپ نے منکرین کے شبہات کو توڑنے اور ان پر تنقید کے ساتھ ذکر کیا آپ کی تفسیر علم کلام میں سب سے زیادہ وسیع تفسیر ہے جیسا کہ آپ خود علوم طبیعیہ اور سائنسی علوم میں بہت بڑے امام ہیں۔

آپ نے افلاک اور برجوں نیز آسمان، زمین، حیوانات نباتات اور انسانی اجزاء کے بارے میں وسیع صورت کے ساتھ کلام کیا۔

آپ کا مقصد حق کی مدد اور اللہ عزوجل کے وجود پر دلائل قائم کرنا اور بھٹکے ہوئے گمراہ لوگوں کا رد تھا۔

تفسیر بیضاوی

اس تفسیر کے مولف "عالم جلیل شیخ عبد اللہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ" (م685ھ) ہیں آپ کی تفسیر کا نام "انوار التنزیل" ہے اور یہ بہت عظیم اور دقیق کتاب ہے جس میں روایت اور درایت دونوں جمع ہیں اور آپ مذہب اہل سنت پر مضبوط دلائل دیتے ہیں اور یہ ایسی دلیل ہے جو قائم اور ثابت ہے آپ نے اس بات کا التزام فرمایا کہ ہر سورت کو ان احادیث پر مکمل کرتے ہیں جو اس (سورت) کی فضیلت میں آئی ہیں لیکن وہ صحیح احادیث کی آرائش کرتے ہیں۔

اس تفسیر کے کئی حواشی ہیں جن میں مشہور ترین حاشیہ شہاب خفاجی اور سعدی افندی کا حاشیہ ہے۔

تفسیر خازن

اس تفسیر کے مولف "امام عبد اللہ بن محمد رحمۃ اللہ علیہ" ہیں جو خازن کے نام سے مشہور ہیں آپ کا وصال 741ھ میں ہوا۔

آپ کی تفسیر کو "لباب التاویل فی معانی التنزیل" کہا جاتا ہے تفسیر بالماثور میں یہ تفسیر معروف ہے البتہ آپ سند ذکر نہیں کرتے اس تفسیر کی عبارت آسان ہے اس میں کوئی مشکل گرہ نہیں نہ کوئی گہرائی ہے نیز اس تفسیر کا روایات اور واقعات کے ساتھ وسیع تعلق ہے بعض اوقات آپ اس میں اسرائیلی روایات ذکر کرتے ہیں تاکہ ان میں جو باطل ہے اس سے بچا جا سکے چنانچہ آپ ایک طویل قصہ شروع کرتے ہیں پھر اس پر کمزوری یا جھوٹ کا حکم لگاتے ہیں لیکن بعض اوقات آپ خاموش رہتے

ہیں حتی کہ پڑھنے والا گمان کرتا ہے کہ یہ روایت صحیح ہے۔

بہر حال آپ کی تفسیر اچھی اور عمدہ ہے اگر اس میں زیادہ واقعات اور روایات نہ ہوتیں جن کا ذکر کرنا اچھا نہیں کیونکہ وہ ضعیف یا جھوٹی ہیں۔

تفسیر نسفی

اس تفسیر کے مولف "شیخ عالم زاہد عبداللہ بن احمد نسفی رحمۃ اللہ علیہ" (م 701ھ) ہیں آپ کی تفسیر کا نام "مدارک التنزیل وحقائق التاویل" ہے۔

یہ عظیم تفسیر ہے جو متداول اور مشہور ہے آسان بھی ہے اور مشکل بھی دوسری تفاسیر بالرائے کے مقابلہ میں یہ مختصر اور متوسط تفسیر ہے۔

اس کے بارے میں "کشف الظنون" کے مصنف لکھتے ہیں تاویلات کے بارے میں یہ درمیانہ درجہ کی کتاب ہے اس میں اعراب اور قراءتوں کی تمام صورتیں جمع ہیں یہ کتاب علم بدیع اور اشارات کی باریک باتوں پر مشتمل ہے اور یہ تفسیر اہل سنت وجماعت کے اقوال کو واضح کرتی ہے اور اہل بدعت اور گمراہ لوگوں کے باطل اقوال سے خالی ہے

یہ تفسیر نہ تو اتنی طویل ہے کہ اکتاہٹ پیدا کرے اور نہ ہی اتنی مختصر ہے کہ (سمجھنے میں) خلل پیدا ہو۔

تفسیر نیشا پوری

اس تفسیر کے مولف "شیخ نظام الدین حسن محمد نیشا بوری رحمۃ اللہ علیہ" (م 728ھ) ہیں اس تفسیر کا نام "غرائب القرآن ورغائب الفرقان" ہے اس تفسیر کا امتیاز یہ ہے کہ اس کی عبارت آسان ہے الفاظ کی تحقیق کی گئی ہے اور یہ (غیر ضروری) زوائد سے خالی ہے۔

مولف نے دو باتوں کا خاص طور پر التزام کیا ہے:

1۔ قرآتوں پر کلام　2۔ اور اشاری تفسیر پر کلام

اس تفسیر کی مشہور طباعت اس طرح ہے کہ یہ تفسیر ابن جریر کے حاشیہ پر ہے یہ تفسیر امام رازی کی تفسیر (تفسیر کبیر) کا اختصار ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ بہت بڑی کانٹ چھانٹ کر کے اسے مہذب بنایا گیا ہے۔

تفسیر ابن مسعود

اس تفسیر کے مولف، لغت کے امام اور مضبوط حجت "محمد بن محمد بن مصطفیٰ طحاوی" ہیں جو "ابو سعود" کے نام سے مشہور ہیں آپ کا وصال 912ھ میں ہوا۔

یہ تفسیر سب سے اچھی اور جامع تفسیر شمار ہوتی ہے کیونکہ اس کی بناوٹ نہایت عمدہ ہے اور تفسیر میں حسن زیادہ ہے

اس تفسیر میں قرآنی بلاغت کے اسرار اور ربانی حکمتوں کو واضح کیا گیا ہے اس کی حسن تعبیر تمہیں اپنی محبت میں مبتلا کر دے گی اور اس کی فکر کی سلامتی تمہیں تعجب میں ڈالے گی نیز اس میں بلاغت قرآن کی تجلیات تمہیں خوش کر دیں گے

اس میں قرآن پاک کے اعجاز کے بیان کا اہتمام ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ذوق کی سلامتی بھی ہے علاوہ ازیں عقائد اہل سنت کی محافظت اور زوائد اور طوالت سے دوری ہے آپ کی تفسیر دقیق (باریک) ہے جس کے لئے اہل علم میں سے خاص سمجھدار لوگوں کی ضرورت ہے۔

تفسیر ابوحیان

اس تفسیر کے مولف "شیخ محمد بن یوسف بن حیان اندلسی" ہیں آپ کی وفات 745ھ میں ہوئی تھی۔

آپ کی تفسیر کا نام "البحر المحیط" ہے اور یہ آٹھ بڑی بڑی جلدوں میں ہے مولف نے اس تفسیر میں علوم کے فنون مثلاً نحو، صرف اور بلاغت نیز احکام فقہیہ وغیرہ کو جمع کیا ہے یہ تفسیر تفاسیر میں نہایت اہم مرجع ہے۔

اس کی عبارت آسان ہے جس میں کوئی مشکل اور پوشیدگی نہیں چونکہ اس میں مختلف قسم کے علوم جمع ہیں اس لئے اس کا نام "البحر المحیط" رکھا گیا ہے اور ان تمام علوم کا تعلق تفسیر کے مادہ سے ہے۔

تفسیر آلوسی

اس تفسیر کے مولف امام بہت بڑے عالم اور نقاد تھے "شہاب الدین سید محمود الوسی رحمۃ اللہ علیہ" ہیں آپ کا وصال 1270 میں ہو آپ بغداد کے مفتی تھے آپ ادیبوں کی دلیل اور علماء کے پیشوا تھے نیز علم وعرفان والوں کا مرجع تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ فہم علم اور وسیع معلومات کے ایک عظیم مقام پر تھے۔

آپ کی کتاب کا نام "روح المعانی" ہے جس میں اسلاف کی آراء روایت اور درایت دونوں اعتبار سے جمع ہیں یہ تفسیر اہل علم کے اقوال پر مشتمل ہے اور گزشتہ تفاسیر کا جامع خلاصہ ہے اس میں اسرائیلی روایات کی پر سخت تنقید کی گئی ہے مصنف نے تفسیر اشاری اور بلاغت وبیان کی وجوہ کا اہتمام کیا ہے علم تفسیر روایت، درایت اور اشاری میں یہ تفسیر بہترین مرجع ہے۔

آیات احکام کی مشہور ترین تفاسیر

الرقم	اسم الکتاب والمذھب	اسم المولف	تاریخ الوفاۃ	الشھرۃ
1	احکام القرآن (حنفی)	احمد بن علی الرازی الجصاص	370ھ	تفسیر الجصاص
2	احکام القرآن (شافعی)	علی بن محمد الطبری الکیا الهارسی	504ھ	التفسیر الکیا الهراسی
3	الاکلیل فی استنباط التنزیل (شافعی)	جلال الدین سیوطی	911ھ	تفسیر السیوطی
4	احکام القرآن (مالکی)	محمد بن عبد اللہ الاندلسی	671ھ	تفسیر ابن العربی
5	الجامع لاحکام القرآن (مالکی)	محمد احمد بن الفرح القرطبی	671ھ	تفسیر قرطبی
6	کنز العرفان (شیعی)	مقداد بن عبد اللہ السیوری	التاسع الہجری	تفسیر السیوری
7	الثمرات البالغہ (زیدی)	یوسف بن احمد الثلانی	822ھ	تفسیر الزیدی

اشہر کتب التفسیر الاشاری

الرقم	اسم الکتاب	اسم المولف	الشھرۃ
1	تفسیر القرآن الکریم	سہل بن عبد اللہ التستری	تفسیر التستری
2	حقائق التفسیر	ابو عبد الرحمن السلمی	تفسیر السلمی
3	الکشف والبیان	احمد بن ابراہیم النیسابوری	تفسیر نیسابوری
4	تفسیر ابن عربی	محی الدین ابن عربی	تفسیر ابن عربی
5	روح المعانی	شہاب الدین محمد الالوسی	تفسیر الالوسی

تفسیر بالماثور سے متعلق کتب کا تعارف

معتزلہ اور شیعہ کی مشہور ترین تفاسیر

الرقم	اسم الکتاب	اسم المولف	الوفاۃ	الشھرۃ
1	تنزیہ القرآن عن المطاعن (معتزلی)	عبد الجبار بن احمد الھمذانی	415	تفسیر الھمذانی
2	امالی الشریف المرتضیٰ (معتزلی)	علی بن احمد الحسین	436	تفسیر المرتضیٰ
3	الکشاف (معتزلی)	محمود بن عبر الزمخشری	538	تفسیر الزمخشری
4	مرآۃ الانوار ومشکوٰۃ الاسرار (شیعی)	عبد الطیف الکازوانی	غیر معروف	تفسیر المشکاۃ
5	تفسیر العسکری	الحسن بن علی الھادی	260	تفسیر العسکری
6	مجمع البیان (شیعی)	الفضل بن الحسن الطبرسی	538	تفسیر الطبرسی
7	الصافی فی تفسیر القرآن (شیعی)	محمد بن الشاہ مرتضی الکاشی	1090	تفسیر الکاشی
8	تفسیر القرآن (شیعی)	عبد اللہ بن محمد العلوی	1242	تفسیر العلوی
9	بیان السعادۃ (شیعی)	سلطان محمد بن حیدر الخراسانی	1315ھ	تفسیر خراسانی

اشہر کتب التفسیر فی العصر الحدیث

الرقم	اسم الکتاب	اسم المولف	الشهرة
1	تفسیر القرآن الکریم	محمد رشید رضا	تفسیر المنار
2	تفسیر المراغی	احمد مصطفیٰ المراغی	تفسیر مراغی
3	محاسن التاویل	جمال الدین القاسی	تفسیر القاسی
4	فی ظلال القرآن	الشهید سید قطب	تفسیر الظلال
5	التفسیر الواضح	محمد محمود الحجازی	تفسیر الواضح
6	تفسیر الجواهر	طنطاوی جوهری	تفسیر الجوهری
7	تیسیر التفسیر	الشیخ عبد الحلیل عیسیٰ	تفسیر عیسیٰ
8	المصحف المفسر	محمد فرید وجدی	تفسیر وجدی
9	الهدایة والعرفان	ابو زید الدمنهوری	تفسیر الدمنهوری
10	صفوة البیان	حسنین مخلوف	تفسیر مخلوف
11	فتح البیان	صدیق حسن خان	تفسیر حسن خان

یہاں سابقہ تفاسیر کے علاوہ بھی کچھ تفاسیر ہیں، ہم طوالت کے خوف سے ان کا ذکر نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا اور سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کرنے والا ہے۔

قرآنی سورتوں کے بارے میں موضوع احادیث

علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر "الجامع لاحکام القرآن" کے مقدمہ میں قرآنی سورتوں کی فضلیت میں موضوع احادیث پر آگاہی کے بارے میں یوں فرمایا:

جو کچھ گھڑنے والوں اور واضعین نے قرآنی سورتوں کے فضائل اور دیگر اعمال کے فضائل کے بارے گھڑا اور اپنی طرف سے بنایا اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی جائے

بہت سی جماعتوں نے اس کا ارتکاب کیا اور اس ارتکاب کے سلسلے میں ان کی اغراض اور مقاصد مختلف ہیں:

1۔ ان لوگوں میں کچھ زندیق لوگ تھے جیسے مغیرہ کوفی اور محمد شامی مصلوبہ اور ان دونوں کے علاوہ جن لوگوں نے اپنی طرف سے احادیث گھڑیں اور ان کو بیان کیا تا کہ ان کے ذریعے لوگوں کے دلوں میں شک پیدا ہو۔

ان احادیث میں سے ایک حدیث جسے شامی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا:

انا خاتم النبین لا نبی بعدی الا ماشاء الله

میں سب سے آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے تو اس نے الحاد اور بے دینی کی بنیاد پر اس استثناء (الا ماشاء اللہ) کا اضافہ کیا۔

2۔ ان میں سے بعض نے خواہش کے تحت حدیث گھڑ لی اور وہ لوگوں کو اس کی طرف بلاتے تھے خوارج کے شیوخ میں سے ایک شیخ نے توبہ کرنے کے بعد کہا:

بے شک یہ احادیث دین ہیں پس دیکھو تم کس سے دین حاصل کر رہے ہو ہم لوگوں کو جب کوئی خواہش ہوتی تو ہم اسے حدیث قرار دیتے (یعنی اپنی خواہش کو حدیث قرار دیتے)

3۔ ان میں سے بعض حضرات نے ثواب کی نیت سے حدیث گھڑی وہ لوگوں کو اعمال کے فضائل کی طرف دعوت دیتے تھے جیسے ابی عصمہ مروزی سے مروی ہے اس سے کہا گیا تم نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قرآن پاک کی ایک ایک سورت کی فضلیت کے بارے میں حدیث کس وجہ سے ذکر کی۔

اس نے کہا میں نے لوگوں کو دیکھا کہ انہوں نے قرآن سے منہ پھیر لیا اور وہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ اور ابن اسحق کی مغازی میں مشغول ہو گئے تو میں نے ثواب کی نیت سے یہ حدیث گھڑی ہے۔

ابن الصلاح کہتے ہیں اسی طرح ایک طویل حدیث جو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے واسطے سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی گئی اور وہ ایک ایک سورت کے فضائل میں ہے۔

کسی شخص نے اس کے مخرج (یعنی کہاں سے آئی) کے بارے میں بحث کی یہاں تک کہ اس نے اعتراف کیا کہ اس

نے اور ایک جماعت نے اسے اپنی طرف سے بنایا ہے اور اس پر من گھڑت ہونے کا اثر واضح ہے۔

واحدی مفسر اور دیگر مفسرین نے اسے اپنی تفاسیر میں ذکر کر کے غلطی کی ہے۔

4۔ ان لوگوں میں سے کچھ مانگنے والے تھے جو بازاروں اور مساجد میں کھڑے ہوتے تو وہ صحیح اسناد کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف احادیث منسوب کرتے انہوں نے اسناد یاد کر رکھی تھیں وہ ان اسناد کے ساتھ من گھڑت روایات بیان کرتے تھے۔

جعفر بن طیالسی کہتے ہیں:

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت یحیٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد رصافہ میں نماز پڑھی تو ان کے سامنے ایک قصہ گو یعنی محدث کھڑا ہوا اس نے کہا ہم سے حضرت احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ان دونوں نے فرمایا کہ ہمیں حضرت عبد الرزاق نے خبر دی انہوں نے کہا ہمیں حضرت معمر نے خبر دی انہوں نے کہا حضرت قتادہ سے اور انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جس نے "لا الٰہ الا اللہ" پڑھا تو اللہ تعالیٰ (اس کے) ہر کلمہ سے ایک پرندہ پیدا کرتا ہے جس کی چونچ سونے کی اور اس کے پر مرجان کے ہوتے ہیں۔

پھر اس نے تقریباً بیس صفحات پر مشتمل قصہ بیان کیا۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ حضرت یحیٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اور وہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی طرف دیکھنے لگے۔

(انہوں نے ایک دوسرے سے پوچھا) کیا آپ نے یہ حدیث بیان کی ہے جواب میں فرمایا اللہ کی قسم میں نے ابھی یہ حدیث سنی ہے۔

چنانچہ وہ دونوں خاموش ہو گئے حتی کہ وہ شخص اپنے قصہ (کے بیان) سے فارغ ہوا تو حضرت یحیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے پوچھا کہ یہ حدیث تم سے کس نے بیان کی؟ اس نے کہا کہ حضرت یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ حضرت احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی ہے۔

انہوں نے فرمایا میں یحیٰ بن معین اور یہ احمد بن حنبل ہیں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احادیث میں یہ حدیث نہیں سنی اگر جھوٹ بولنا ضروری تھا تو کسی اور کی طرف منسوب کرتے۔ اس نے پوچھا آپ یحیٰ بن معین ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں اس نے کہا میں ہمیشہ سے سنا کرتا تھا کہ یحیٰ بن معین بیوقوف ہے ور اس وقت مجھے اس کا علم (یقین) ہو گیا۔

حضرت یحیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے پوچھا تمہیں کیسے معلوم ہو گیا کہ میں بیوقوف ہوں اس نے کہا گویا دنیا میں تم دونوں کے علاوہ کوئی یحیٰ بن معین اور احمد بن حنبل نہیں میں نے ان کے علاوہ سترہ احمد بن حنبل سے یہ حدیث لکھی ہے۔

فرماتے ہیں پھر انہوں نے اپنی ایک آستین کو اپنے چہرے پر رکھا اور فرمایا اسے جانے دو وہ کھڑا ہوا جیسے وہ ان دونوں سے مذاق کر رہا ہو۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ وہ گروہ ہے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ بولا اسی طرح کئی دوسرے لوگ ان

کے قائم مقام ہیں۔

پھر انہوں نے فرمایا اگر لوگ ان احادیث پر اکتفاء کرتے جو صحاح اور مسانید اور دیگر تصنیفات میں ہیں اور ان کو علماء نے حاصل کیا اور فقہائے امت نے روایت کیا تو یہ ان کے لئے کافی تھیں اور وہ اس بات سے بچ جاتے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بچنے کا حکم دیا اور خوف دلایا جب آپ نے فرمایا:

من كذب علي متعمدا فليتبوأ مقعده من النار

جس شخص نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔

تو ان (روایات) سے بچو جن کو دین کے دشمنوں اور مسلمانوں میں سے زندیق (بے دین) لوگوں نے ترغیب اور ترھیب (رغبت دینے اور ڈرانے) وغیرہ کے سلسلے میں اپنے اور ان میں سے سب سے زیادہ نقصان دہ وہ لوگ ہیں جو زہد کی طرف منسوب ہیں (یعنی نیک اور پارسا کہلاتے ہیں)

انہوں نے اپنے خیال کے مطابق ثواب اور دین میں رغبت دینے کے لئے احادیث گھڑی ہیں اور لوگوں نے ان کی من گھڑت احادیث کو قبول کیا کیونکہ انہوں نے ان پر اعتماد کیا اور وہ ان کی طرف مائل ہو گئے پس وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔[1]

کیا قرآن میں غیر عربی الفاظ موجود ہیں؟

یہ بات یقینی ہے کہ قرآن پاک عربوں کی زبان میں نازل ہوا اور یہ عربی کتاب ہے عربی جماعت پر واضح عربی زبان میں نازل ہوا تاکہ وہ ان کی زندگی کی بنیاد بنے ان کا جماعتی دستور ہو وہ اس سے سیکھیں اور جو کچھ اس میں ہے اس سے نصیحت حاصل کریں۔

ارشاد خداوندی ہے:

لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُوا الْأَلْبَابِ[2]

تاکہ وہ آیتوں کو سوچیں اور عقلمند نصیحت حاصل کریں

قرآن پاک کی کئی نصوص اس بات پر ایک دوسری کی تائید کرتی ہیں کہ قرآن پاک اپنی نظم (عبارت) اور الفاظ میں نیز اپنے اسلوب اور ترکیب میں عربی ہے اور اس میں کوئی ایسی بات نہیں جو مفرادات، جملوں، اسلوب اور خطاب میں عربوں کے طریقے کے خلاف ہو۔

ان نصوص میں سے بعض یہ ہیں:

---

[1] تفسیر قرطبی ج1 ص80

[2] سورۃ ص آیت 29

لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ o بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ [1]

کہ تم ڈرسناؤ روشن عربی زبان میں

كِتَابٌ فُصِّلَتْ آيَاتُهُ قُرْآناً عَرَبِيّاً لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ [2]

یہ کتاب ہے جس کی آیتیں مفصل بیان فرمائی گئی ہیں عربی قرآن جاننے والوں کے لئے

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ قُرْآناً عَرَبِيّاً لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ [3]

بے شک ہم نے اسے عربی قرآن اتارا کہ تم سمجھو

قُرْآناً عَرَبِيّاً غَيْرَ ذِي عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ [4]

عربی زبان کا قرآن جس میں اصلاً کجی نہیں کہیں وہ ڈریں

اس بات پر علماء کرام کا اجماع ہے کہ قرآن پاک عربی میں ہے لیکن اس بات میں اختلاف ہے کہ اس میں مفرد الفاظ کلام عرب کے علاوہ سے آئے ہیں۔

اس سلسلے میں دو مذہب ہیں:

پہلا مذہب

یہ جمہور کا مذہب ہے اور ان کے امام قاضی ابو بکر ابن طیب شیخ المفسرین ابن جریر طبری اور باقلانی اور دیگر کئی بڑے بڑے علماء ہیں یہ حضرات کہتے ہیں کہ قرآن پاک مکمل طور پر عربی ہے اس میں غیر عربی الفاظ اور مفردات نہیں ہیں۔

اور اس میں جو ایسے الفاظ پائے جاتے ہیں جو دیگر لغات کی طرف منسوب ہیں تو ان میں متعدد لغات وارد ہوئیں لہٰذا اہل عرب فارس والوں اور حبشہ وغیرہ کے لوگوں نے ان الفاظ کے ساتھ کلام کیا اور سب کا اتفاق ہو گیا۔

دوسرا مذہب

علماء کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ قرآن پاک میں بعض الفاظ عربی نہیں ہیں اور ان الفاظ کی تعداد کم ہونے کی وجہ سے قرآن پاک واضح عربی ہونے خارج نہیں ہوتا۔

مثلاً لفظ "مشکاۃ" (چھوٹی الماری) لفظ "کفل" (یعنی کمزور) اور لفظ "قسورۃ" یعنی اسد (شیر)

---

[1] سورۃ الشعراء آیت 195-194

[2] سورۃ فصلت آیت 3

[3] سورۃ یوسف آیت 2

[4] سورۃ ...

یہ تمام الفاظ حبشہ کی زبان میں ہیں اور یہ غیر عربی الفاظ ہیں اسی طرح لفظ "قسطاس" ہے رومی زبان میں ترازو کو کہتے ہیں لفظ "سجیل"، فارسی زبان میں پتھر اور (پکا ہوا) گارا لفظ "غساق" ترکی زبان کا لفظ ہے ٹھنڈی بدبودار چیز۔

لفظ "یَمّ" جس کا مطلب سمندر ہے اور لفظ "طور" جو پہاڑ کے معنی میں ہے دونوں سریانی زبان کے الفاظ ہیں۔

ابن عطیہ نے کہا:

حقیقت میں اسے اس طرح تعبیر کیا گیا ہے کہ اصل میں یہ عجمی الفاظ ہیں لیکن اہل عرب نے ان کو استعمال کیا اور عربی قرار دیا اس اعتبار سے یہ عربی ہیں۔

اور عربوں کا اپنے پڑوسیوں سے جو مختلف زبانیں بولتے تھے میل جول تھا تو اہل عرب کا عجمی الفاظ سے تعلق پیدا ہو گیا اور انہوں نے ان کو اپنے اشعار اور محاورات میں استعمال کیا اور یہ الفاظ صحیح عربی کے قائم مقام ہو گئے اس بنیاد پر قرآن پاک ان الفاظ کے ساتھ نازل ہوا۔[1]

جمہور کے دلائل

جمہور نے بعض ایسے دلائل سے استدلال کیا ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن پاک عربی ہے اور اس میں غیر عربی الفاظ نہیں ہیں البتہ اس میں ایسی شخصیات کے نام ہیں جن کی زبان عربی کے علاوہ ہے جیسے اسرائیل، جبرئیل، عمران، نوح اور لوط (علیہم السلام) جمہور کے دلائل درج ذیل ہیں:

1۔ گذشتہ (مذکورہ) آیات جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قرآن اپنے الفاظ، اسلوب، نظم (عبارت) اور ترکیب کے اعتبار سے مکمل طور پر عربی ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کے عربی ہونے کے بارے خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا "قرآناً عربیاً" یہ عربی قرآن ہے۔

یہ لفظ متعدد آیات میں تکرار کے ساتھ آیا ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ لفظ قرآن عام ہے تمام سورتوں اور آیات نیز تمام الفاظ اور مفردات کو شامل ہے۔

2۔ قرآن پاک عربی لغت میں نازل ہوا تا کہ وہ لوگ اسے سمجھیں اور اس کے معانی میں غور و فکر کریں اور یہ بات محال ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو مخاطب کرے اور وہ اس (کلام) کو جانتے نہ ہوں اور یہ کیسے ہو سکتا ہے جب کہ آیات لغت عرب میں نازل ہونے ہیں واضح ہیں تا کہ لوگ سیکھیں اور عمل کریں۔

ارشاد خداوندی ہے:

إِنَّآ أَنزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ[2]

---

[1] تفسیر قرطبی ج1 ص67

بے شک ہم نے اسے عربی قرآن اتارا تاکہ تم سمجھو

اور ارشاد فرمایا:

قُرْآناً عَرَبِيّاً لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ [1]

عربی قرآن جاننے والوں کیلئے

اور یہ اس بات کی نفی ہے کہ اس میں الفاظ غیر عربی ہیں۔

3۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کا رد کیا جب انہوں نے یہ گمان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ قرآن بعض اہل کتاب یعنی جبر الرومی سے سیکھا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے خلاف یوں حجت قائم فرمائی کہ دونوں زبانیں مختلف ہیں۔

ارشاد خداوندی ہے:

وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ لِّسَانُ الَّذِي يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَمِيٌّ وَهَذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِينٌ [2]

اور بے شک ہم جانتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں یہ تو کوئی آدمی سکھاتا ہے جس کی طرف ڈھالتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ روشن عربی زبان میں ہے۔

پس قرآن عربی اور یہ عجمی ہے اور دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہیں

4۔ اگر قرآن پاک میں کوئی ایسی چیز ہوتی جو لغت عرب سے نہ ہوتی یا اہل عرب اسے سمجھ نہ سکتے یا عجمی الفاظ ہوتے جو عربی کا غیر ہیں تو مشرکین قرآن پاک پر اعلانیہ اعتراض کرے اور اس سے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے عدم صدق پر استدلال کرتے۔

ارشاد خداوندی ہے:

وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْآناً أَعْجَمِيّاً لَّقَالُوا لَوْلَا فُصِّلَتْ آيَاتُهُ أَأَعْجَمِيٌّ وَعَرَبِيٌّ [3]

اگر ہم اسے عجمی قرآن بناتے تو یہ لوگ کہتے

5۔ قرآن پاک میں جو ایسے الفاظ پائے جاتے ہیں جو تمام لغات کی طرف منسوب ہیں تو لغات کے توارد کے باب سے ہیں (یعنی مختلف لغات میں استعمال ہوتے ہیں) اور ان پر سب متفق ہیں یعنی یہ وہ الفاظ ہیں جن کے ساتھ عربی بھی کلام کرتے ہیں، فارسی بھی گفتگو کرتے ہیں اور دیگر عجمی بھی، ان کے علاوہ لوگ بھی اپنی گفتگو میں استعمال کرتے ہیں۔

---

[1] سورۃ فصلت آیت 3

[2] سورۃ نحل آیت 103

[3] سورۃ فصلت آیت 44

پس یہ ان الفاظ میں سے ہیں جن پر تمام لغتوں کا اتفاق ہے یہ بات نہیں کہ وہ غیر عربی ہیں پس ان کے ساتھ عربی لوگ کلام کرتے ہیں اور عجمی لوگ ان کو استعمال کرتے ہیں تو وہ ان کو عربی ہونے سے نہیں نکالتے۔

ترجیح

صحیح بات وہ ہے جس کی طرف طبری اور جمہور علماء گئے ہیں کہ پورا قرآن عربی ہے اور اس (نظریہ) پر متعدد نصوص اور دماغوں تک پہنچنے والے مضبوط دلائل گواہ ہیں۔

اور علامہ قرطبی نے جمہور کی رائے کو غالب قرار دیا ہے اور دوسری رائے کا رد کیا ہے اور دونوں مذہبوں کا ذکر کرنے کے بعد کہا کہ پہلا مذہب زیادہ صحیح ہے کیونکہ دو صورتیں ہیں اہل عرب کو اس کلام کے ذریعے خطاب کیا جاتا ہے یا نہیں تو اگر پہلی بات ہے تو ان کے کلام سے ہے اور یہ بات (عقل سے) بعید نہیں کہ ان کے علاوہ لوگوں نے ان کے بعض الفاظ پر ان کی موافقت کی ہو۔

اور اگر اہل عرب کو ان کلمات کے ساتھ خطاب نہیں کیا جاتا اور نہ ہی وہ ان کو جانتے ہیں تو یہ بات محال ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ایسے الفاظ کے ساتھ خطاب کرے جن کو وہ جانتے نہیں ایسی صورت میں قرآن مجید عربی نہیں ہوگا اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قوم سے ان کی زبان میں مخاطب ہوں گے۔[1]

ترجمہ قرآن کی بحث

ترجمہ کا مفہوم

ترجمہ قرآن کا مفہوم یہ ہے کہ قرآن پاک کو دوسری اجنبی لغات جو غیر عربی ہیں میں منتقل کیا جائے اور اسے نسخوں میں طبع کیا جائے (چھاپا جائے) تاکہ اس پر وہ لوگ مطلع ہو سکیں جو لغت عربیہ (قرآنی لغت) کی پہچان نہیں رکھتے اور تاکہ وہ اس ترجمہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی کتاب عزیز سے اس (اللہ تعالیٰ) کی مراد کو سمجھ سکیں۔

ترجمہ کی اقسام

یہ ترجمہ دو قسموں میں تقسیم ہوتا ہے۔

1۔ حرفی ترجمہ 2۔ تفسیری ترجمہ

پہلی قسم

یعنی حرفی ترجمہ سے مراد یہ ہے کہ قرآن پاک کے الفاظ، مفردات، اس کے جملوں اور ترکیب کا ترجمہ انگریزی، المانی یا

---

[1] تفسیر قرطبی ج 1 ص 29

فرانسیسی (وغیرہ زبانوں) میں اصل کے مطابق کیا جائے مثلاً یوں کہا جائے قرآن پاک انگریزی زبان میں المانی زبان میں اسی طرح (دیگر زبانوں میں) تو یہ مراد کو اس کے مرادف (ہم معنی) کی جگہ رکھنے کے ساتھ مشابہت ہے بعض حضرات نے اسے لفظی ترجمہ کہا ہے۔

دوسری قسم

یعنی تفسیری ترجمہ یہ ہے کہ آیات کریمہ کا معنی اس طرح (دوسری زبان میں) منتقل کیا جائے کہ انسان لفظ کا پابند نہ ہو اس کا مقصد مفہوم ہو لہٰذا قرآن پاک کا اس طرح ترجمہ کیا جائے کہ مفردات اور ترکیب کا پابند نہ ہو وہ اصل کا قصد کرے اور اسے سمجھے پھر اسے ایسے قالب (سانچے) میں ڈھالے جو دوسری زبان سے حاصل ہوتا ہے یہ معنی صاحب اصل کی مراد کے موافق ہوتا ہے اور اس میں (مترجم) بحث کی مشقت میں اپنے نفس کو نہیں ڈالتا اور نہ ہی مفردات میں سے ہر لفظ کے پاس ٹھہرتا ہے اس قسم کے ترجمہ کو ترجمہ تفسیریہ یا ترجمہ معنویہ کہا جاتا ہے۔

شرائط ترجمہ

ترجمہ حرفیہ ہو یا تفسیریہ اس کی متعدد شرائط ہیں جنہیں ہم ذیل میں اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

1۔ مترجم (جیم کے نیچے کسرہ) بیک وقت دونوں لغتوں کو جانتا ہو یعنی اصل زبان اور ترجمہ کی زبان۔

2۔ وہ ان لغتوں کے اسلوب اور خصائص کو اچھی طرح جانتا ہو جن کا وہ ترجمہ کرتا ہے۔

3۔ ترجمہ کا صیغہ ہو اس طرح کہ اسے اصل کی جگہ رکھنا ممکن ہو۔

4۔ ترجمہ اصل کے تمام معانی اور مقاصد کو کامل طور پر پورا کرتا ہو۔

نوٹ

ترجمہ حرفیہ کے لئے ان شرائط سے دو زائد شرائط ہیں:

1۔ ترجمہ کی زبان میں کامل مفرادات پائے جائیں جو اصل کے مفردات کے مساوی ہوں۔

2۔ دونوں لغات کی پوشیدہ ضمیروں کے درمیان مشابہت ہو اسی طرح ان روابط میں بھی مشابہت ہو جو ترکیب کی تالیف کے لئے جملوں میں ربط پیدا کرتے ہیں۔

کیا قرآن پاک کا حرفی ترجمہ کرنا جائز ہے؟

ترجمہ کی گذشتہ تقسیم حرفی اور تفسیری میں سے ہر ایک کے معنی کی معرفت، ترجمہ میں پائی جانے والی شرط کی روشنی میں ہمارے لئے واضح ہوا کہ حرفی ترجمہ جائز نہیں اور نہ ہی یہ صحیح ہے اس کے درج ذیل اسباب ہیں۔

لغت عربیہ کے حروف کے بغیر قرآن پاک کی کتابت جائز نہیں تاکہ تبدیلی اور تحریف واقع نہ ہو۔

2۔ غیر عربی لغات میں ایسے الفاظ، مفردات اور ضمیریں نہیں ہیں جو عربی الفاظ کے قائم مقام ہوں۔

3۔ الفاظ پر اکتفاء بعض اوقات معنی کو فاسد کر دیتا ہے اور تعبیر اور نظم میں خلل کا سبب بنتا ہے۔

ہم اس سلسلے میں چند مثالیں ذکر کرتے ہیں تا کہ معاملہ واضح ہو جائے پس ہم کہتے ہیں۔

اگر ہم اس آیت کریمہ کا ترجمہ کرنا چاہیں:

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا[1]

اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے باندھا ہوا نہ رکھ اور پورا کھول دے کہ تو بیٹھا رہے یا ملامت کیا ہوا تھکا ہوا

اگر ہم اس کا حرفی ترجمہ کرنا چاہیں تو وہ ترجمہ یوں ہوگا

اپنے ہاتھ کو گردن سے نہ باندھو اور نہ اسے پوری طرح کھینچو------آخر تک

یہ معنی فاسد ہے اور قرآن پاک کا مقصود بھی نہیں ہے بلکہ بعض اوقات مترجم اس کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں گردن کے ساتھ ہاتھ باندھنے یا انتہائی درجہ تک کھینچنے سے کیوں روکتا ہے۔

تو قرآن پاک میں جو تعبیر آئی ہے وہ تمثیل کے باب سے ہے یہ بتایا گیا کہ ضرورت سے زیادہ خرچ کرنے یا کنجوسی کا نتیجہ کیا ہوتا ہے یہ تمام معنی میں سے خوبصورت ترین معنی ہے اسے وہی شخص سمجھ سکتا ہے جو عربوں کے ان اسانید کو سمجھتا ہے جو بلیغ اسلوب کے ساتھ خطاب میں اختیار کئے جاتے ہیں۔

اسی طرح ارشاد خداوندی ہے

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ[2]

اور ان کے لئے عاجزی کا بازو بچھا نرمی کے ساتھ

تو اس لفظ کا حرفی ترجمہ نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں ایک خاص قسم کی تعبیر بلیغ پائی جاتی ہے جسے استعارہ مکنیہ کہا جاتا ہے۔

نوٹ:۔ جب مشبہ کا ذکر کیا جائے مشبہ بہ کا ذکر نہ ہو اور مشبہ کے لئے ایسی بات ثابت کی جائے جو مشبہ بہ کے ساتھ خاص ہے تو اسے استعارہ بالکنایہ یا استعارہ مکنیہ کہا جاتا ہے مختصر المعانی فصل فی بیان الاستعارہ بالکنایہ والاستعارہ التخییلیہ ص405

اور یہ عربی لغت کے علاوہ نہیں پایا جاتا اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے

أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِندَ رَبِّهِمْ[3]

---

[1] سورۃ اسراء آیت 29

[2] سورۃ اسراء آیت 24

[3] سورہ یونس آیت 2

ان کے لئے رب کے پاس سچ کا مقام ہے (پیشوائی مراد ہے)

تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا [1]

کہ ہماری نگاہ میں روبرو چلتی ہے (نگرانی مراد ہے)

اس کی مثل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ [2]

وہ تمہاری لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو (باہمی تعلق مراد ہے)

جب ہم ان آیات کا حرفی ترجمہ کریں تو پورا معنی فاسد ہو جائے گا اور کلام میں ہذیان کی مثال ہو جائے گا اس قسم کی مثالیں بہت زیادہ ہیں اور اس کا فساد واضح ہے

قرآن پاک کا معنوی ترجمہ

قرآن کا معنوی ترجمہ گذشتہ شرائط کے ساتھ جائز ہے اور اسے قرآن نہیں کہا جاتا بلکہ اسے تفسیر قرآن کہا جاتا ہے:

یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں الفاظ قرآن کا مکلف بنایا ہے اور اس کے علاوہ کلام کا مکلف نہیں بنایا:

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کی روایت بالمعنی جائز ہے مثلاً ہم کہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے لیکن قرآن پاک کو بالمعنی روایت کرنا جائز نہیں لہٰذا ہمارا کہنا صحیح نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس کا یہ معنی ہے بلکہ اس کے حروف اور الفاظ کے ساتھ نص قرآنی کی تلاوت ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسی کی وحی کی گئی ہے اور یہ اس لئے کہ وہ اپنے الفاظ اور معنی کے ساتھ معجز ہے پس ترجمہ حقیقت میں ترجمہ قرآن نہیں بلکہ یہ قرآن کے معانی یا تفسیر قرآن کا ترجمہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی یہ کتاب تمام مخلوق کی طرف بھیجی ہے تاکہ یہ ہدایت کا منبع اور ہدایت اور خوش بختی کا ذریعہ ہو لہٰذا ہمارے لئے اس بات میں کوئی رکاوٹ نہیں کہ قرآن کے معنی کو دوسری قوموں کی طرف منتقل کریں جو عربی لغت نہیں جانتے تاکہ وہ اس قرآن سے روشنی حاصل اور اس کی رشد و ہدایت سے چمک حاصل کریں اور یقیناً یہ اغراض قرآن میں سے ایک غرض ہے: ارشاد خدا وندی ہے:

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ [3]

بے شک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے

علماء کرام نے اس معنی کے اعتبار سے قرآن پاک کا ترجمہ جائز قرار دیا ہے بلکہ یہ مسلمانوں پر واجب ہے تاکہ لوگوں تک (قرآن پاک کی) دعوت پہنچائیں اور ان کی طرف ہدایت قرآن لے جائیں اس ترجمہ کے بغیر ممکن نہیں کہ لوگ اس شریعت کی عظمت اس دین کی خوبصورتی اور اس قرآن کے جمال کو سمجھ سکیں اور اللہ تعالیٰ حق فرماتا ہے اور (سیدھے) راستے کی ہدایت دیتا ہے۔

---

[1] سوۃ قمر آیت 14

[2] سورۃ البقرہ آیت نمبر 187

[3] سورۃ اسراء آیت 9

سوالات

1۔ تفسیر بالماثور سے متعلق کتب اوران کے مصنفین کے نام لکھیں نیز تفسیر ابن جریر کی خصوصیات ذکر کریں۔

2۔ تفسیر بالرائے سے متعلق تفاسیر کے نام مع اسمائے مصنفین تحریر کریں تفسیر رازی کا نام کیا ہے؟

3۔ احکام القرآن سے متعلق چند تفاسیر کے نام مع اسمائے مصنفین ذکر کریں؟

4۔ تفسیر اشاری سے متعلق کتنی کون کون سی کتب ہیں؟

5۔ معتزلہ اور شیعہ کی مشہور تفاسیر کون کون سی ہیں؟

6۔ دور جدید کی چند تفاسیر کے نام ذکر کریں؟

7۔ قرآنی سورتوں سے متعلق احادیث گھڑنے کی اغراض کیا تھیں؟

8۔ کیا قرآن میں غیر عربی الفاظ ہیں مصنف کے مضمون کا خلاصہ ذکر کریں؟

9۔ ترجمۃ القرآن کا مطلب اور اقسام ذکر کریں؟

10۔ ترجمہ کی شرائط کیا ہیں؟

11۔ ترجمہ حرفیہ اور ترجمۃ القرآن بالمعنی کے درمیان فرق اور حکم بتائیں؟

نویں فصل

قرآن پاک کا سات حروف پر نزول اور مشہور قرآتیں

تمہید

جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو ان میں سے ہر ایک کے لئے ایک شریعت اور طریقہ بنایا اور اہل عرب کے متعدد لہجے تھے جو ان کو فطری طور پر حاصل تھے اور ان میں سے بعض کو انہوں نے اپنے پڑوسیوں (یعنی ارد گرد کے لوگوں) سے حاصل کیا اور قریش کی لغت ان میں سب سے برتر اور معروف تھی جس کے متعدد اسباب ہیں۔

وہ لوگ تجارت میں مشغول رہتے تھے، وہ بیت اللہ الحرام کے پاس رہتے تھے ان کا کام کعبۃ اللہ کی خدمت اور مدد کرنا تھا اور قریش بعض لہجے اور کلمات جن کو وہ پسند کرتے تھے دوسرے لوگوں سے حاصل کرتے تھے اور یہ فطری بات تھی کہ اللہ تعالیٰ نے جو تمام حاکموں کا حاکم ہے، قرآن پاک اس لغت میں نازل فرمایا جسے تمام اہل عرب سمجھ سکتے تاکہ اس کا فہم بھی آسان ہوتا اور اہل فصاحت کو اس کی ایک سورت یا آیت کے مقابل لانے کا چیلنج بھی کیا جا سکتا ہے نیز قرآن پاک معجز بھی ہوتا ہے علاوہ ازیں اس کی قراۃ تفہیم اور حفظ ان لوگوں کے لئے آسان ہوتا کیونکہ وہ ان کی لغت پر نازل ہوا جس طرح اللہ جل شناءٗ نے فرمایا:

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ [1]

بے شک ہم نے اس کو اتارا عربی قرآن کہ تم سمجھو

سات حروف پر نزول قرآن کے دلائل

1۔ امام بخاری اور امام مسلم علیہ السلام نے صحیحین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اقرانی جبریل علی حرف فراجعته فلم ازل استزیده ویزیدنی حتی انتهیٰ سبعة احرف [2]

حضرت جبریل علیہ السلام نے میرے سامنے قرآن پاک ایک قرات کے ساتھ پڑھا تو میں نے ان کی طرف رجوع کر کے زیادہ کا مطالبہ کیا وہ اضافہ کرتے رہے حتی کہ سات قرآتوں تک پہنچے

قال ابن شهاب بلغتنی ان تلك السبعته فی الامر الذی یکون واحدا لا یختلف فی

---

1 (سورۃ یوسف آیت 2)

2 صحیح بخاری

الحلال والحرام

ابن شہاب نے کہا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ وہ ساتوں ایک ہی معاملہ میں تھیں حلال وحرام کے سلسلے میں ان میں اختلاف نہیں تھا۔

2۔ حضرت امام بخاری اور حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا اور الفاظ امام بخاری کے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے حضور علیہ السلام کی حیات میں حضرت ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہما سے سنا وہ سورۃ فرقان پڑھ رہے تھے۔

میں نے ان کی قراۃ غور سے سنی تو وہ کئی قرآتوں میں پڑھ رہے تھے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے نہیں پڑھائی تھیں قریب تھا کہ میں نماز میں ہی ان پر حملہ کر دیتا لیکن میں نے انتظار کیا حتی کہ انہوں نے سلام پھیرا پھر میں نے ان کو ان کی چادر کے ساتھ کھینچا اور میں نے کہا آپ کو یہ سورت کس نے پڑھائی ہے؟ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھائی ہے میں نے ان سے کہا آپ نے جھوٹ کہا ہے اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یہ سورت پڑھائی ہے جو میں نے آپ کو پڑھتے ہوئے سنی ہے۔

پھر میں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گیا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے ان سے سنا یہ سورۃ فرقان اس طریقے سے پڑھ رہے تھے جس طریقے پر آپ نے ہمیں نہیں پڑھایا حالانکہ آپ نے مجھے سورۃ فرقان پڑھائی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عمر! (رضی اللہ عنہ) آپ ان کو چھوڑ دیں پھر فرمایا اے ہشام! آپ پڑھیں انہوں نے اسی طرح پڑھا جس طرح میں نے ان کو پڑھتے ہوئے سنا تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسی طرح یہ سورت نازل ہوئی پھر آپ نے فرمایا:

ان هذا القرآن انزل على سبعة احرف فاقروا ما تيسر منه

بے شک یہ قرآن سات قرآتوں پر نازل ہوا پس اس سے جو آسان سمجھ اسے پڑھو

اور بعض روایات میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قرات بھی سنی اور فرمایا اسی طرح نازل ہوئی ہے۔

3۔ حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں:

میں مسجد میں تھا کہ ایک شخص داخل ہوا اور نماز پڑھنے لگا اس نے ایسی قراۃ کی جو میرے لئے غیر معروف تھی پھر دوسرا آدمی داخل ہوا اور اس نے پہلے شخص کی قرات کے علاوہ قراۃ کی جب ہم نماز پڑھ چکے تو ہم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اس شخص نے قراۃ کی جس کے بارے میں مجھے علم نہیں تھا اور یہ دوسرا داخل ہوا اور اس نے قراۃ کی جو پہلے کی قراۃ کے علاوہ قرات تھی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کو حکم دیا تو دونوں نے قراۃ کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کے معاملے کی تحسین فرمائی تو میرے دل میں تکذیب آ گئی اور اس وقت میں دور جاہلیت میں بھی نہیں تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اس حالت کو دیکھا تو میں پسینے سے شرابور ہو گیا گویا میں خوف سے اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھ رہا ہوں آپ نے فرمایا اے ابی! مجھے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) پیغام بھیجا گیا کہ میں ایک قراۃ پر قرآن پاک پڑھوں میں نے عرض کیا کہ (یا اللہ!) میری امت کے لئے آسانی پیدا فرمادے تو دوبارہ مجھے جواب آیا کہ دونوں قرآتوں پر پڑھیں میں نے پھر عرض کیا کہ میری امت پر آسانی فرمادے تو تیسری مرتبہ جواب آیا اسے ساتوں قرآتوں پر پڑھیں اور ہر بار رجوع کے بدلے میں آپ کے لئے ایک سوال کی اجازت ہے مجھ سے وہ سوال کریں میں نے عرض کیا۔

یا اللہ! میری امت کو بخش دے اور تیسرا سوال میں نے اس دن کے لئے موخر کر دیا جب تمام مخلوق حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اس سے التجاء کریں گے۔

امام قرطبی فرماتے ہیں یہ جو دل کا خیال تھا (حضرت ابی رضی اللہ عنہ کے دل میں آنے والے خیال کی طرف اشارہ ہے) یہ اس قبیل سے ہے جس کے بارے میں صحابہ کرام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم اپنے دلوں میں ایسے خیالات پاتے ہیں جن کا اظہار ہم بہت بڑا جرم سمجھتے ہیں آپ نے فرمایا کیا تم ایسی بات پاتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں! آپ نے فرمایا یہ تو واضح ایمان ہے۔[1]

4۔ حضرت ابو یعلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند کبیر میں روایت نقل کی ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک دن منبر پر ارشاد فرمایا:

میں اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا کہ قرآن سات قرآتوں پر نازل ہوا وہ تمام کافی شافی ہیں۔

جب آپ کھڑے ہوئے تو اتنے لوگ کھڑے ہو گئے جن کا شمار نہیں ہو سکتا انہوں نے گواہی دی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

قرآن سات قرآتوں پر نازل ہوا وہ تمام کافی شافی ہیں:

5۔ حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنو غفار (قبیلہ) کے حوض کے پاس تھے تو حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس حاضر ہوئے انہوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ اپنی امت کو ایک قراۃ پر قرآن پڑھائیں آپ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ سے اس کے عفو و درگزر اور مغفرت کا سوال کرتا ہوں اور میری امت کو اس کی طاقت نہیں۔

پھر وہ دوبارہ حاضر ہوئے اور عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ اپنی امت کو دو قرآتوں پر قرآن پڑھائیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے عفو اور مغفرت کا سوال کرتا ہوں بے شک میری امت اس کی طاقت نہیں رکھتی۔

---

[1] صحیح مسلم

پھر وہ تیسری بار حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ اپنی امت کو تین قرآتوں پر قرآن پڑھائیں آپ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ سے عفو اور مغفرت کا سوال کرتا ہوں میرے امت اس کی طاقت نہیں رکھتی۔

پھر چوتھی مرتبہ حاضر ہوئے اور کہا اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ اپنی امت کو سات قرآتوں پر قرآن پاک پڑھائیں وہ جس قراۃ کے مطابق پڑھیں گے درست ہوگا۔

6۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت جبریل علیہ السلام کے درمیان مروہ کے پتھروں کے درمیان ملاقات ہوئی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا مجھے امی امت کی طرف بھیجا گیا ہے ان میں بہت بوڑھے مرد اور بڑی عمر کی خواتین اور بچے بھی ہیں تو انہوں نے کہا ان سے فرمائیں کہ وہ قرآن پاک سات قرآتوں پر پڑھیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث روایت کی اور فرمایا یہ حسن صحیح ہے۔[1]

اور ایک روایت میں ہے کہ جس نے ان میں سے ایک قراۃ کی تو گویا اس نے قراۃ کرلی۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں یوں ہے کہ میں نے کہا اے جبریل مجھے ایک امی امت کی طرف بھیجا گیا ہے ان میں مرد عورتیں اور بچے ہیں بچیاں ہیں اور ایسے بوڑھے افراد بھی ہیں جنہوں نے کبھی بھی کوئی کتاب نہیں پڑھی تو انہوں نے جواب دیا قرآن پاک سات قرآتوں پر نازل ہوا ہے۔

7۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوقیس مولی عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے قرآن پاک کی ایک آیت پڑھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ اس طرح اس طرح ہے اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا:

یہ قرآن سات قراتوں پر نازل ہوا ہے تم جس قراۃ کے مطابق پڑھو گے درست ہوگا پس شک نہ کرو۔[2]

8۔ امام طبری اور امام طبرانی نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا فرماتے ہیں ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مجھے ایک سورت پڑھائی وہی سورت مجھے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور وہی سورت حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے پڑھائی تو ان تینوں میں سے کس کی قرات اختیار کروں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ کے پہلو میں تشریف فرما تھے انہوں نے فرمایا تم میں سے جس شخص کو جس کا علم ہو وہ پڑھے یہ اچھا اور خوبصورت ہے

---

1 مسند امام احمد بن حنبل

2 جامع ترمذی

9۔ ابن جریر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ قرآن سات قراتوں پر نازل ہوا پس پڑھو کوئی حرج نہیں لیکن رحمت کے ذکر کو عذاب کے ذکر پر اور عذاب کے ذکر کو رحمت کے ساتھ ختم نہ کرو۔

سات قراتوں پر نزول قرآن کی حکمت

ملت اسلامیہ بالخصوص عربی لوگوں پر جن پر قرآن نازل ہوا اور ان کے لہجے متعدد تھے آسانی (مطلوب تھی) ان مختلف لہجوں کے باوجود وہ سب عربی تھے اور ان قراتوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس قول مبارک سے اختیار کیا گیا کہ یا اللہ! میری امت پر آسانی فرما میری امت اس کی طاقت نہیں رکھتی وغیرہ وغیرہ

محقق جزری نے فرمایا

(قرآن پاک کا) سات قراتوں پر آنا اس امت پر تخفیف اور اس کے لئے آسانی پیدا کرنا تھا یہ اس امت کا شرف ہے اس کے لئے وسعت اور رحمت ہے اس کی فضیلت کی خصوصیت اور ان کے نبی کے مقصد کو پورا کرنا تھا جو تمام مخلوق سے افضل اور حق کے حبیب ہیں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب آپ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ اپنی امت کو ایک قراۃ پر پڑھائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عفو و درگزر اور مدد کا سوال کرتا ہوں میری امت کو اس کی طاقت نہیں آپ مسلسل سوال کرتے رہے حتی کہ سات قراتوں تک پہنچے پھر فرمایا:

جس طرح یہ بات ثابت ہے کہ قرآن سات ابواب سے سات قرآتوں پر نازل ہوا اور پہلی کتابیں ایک باب سے ایک قرات پر نازل ہوتی تھیں۔

یہ اس لئے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی خاص قوم کی طرف بھیجے جاتے تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام مخلوق کی طرف مبعوث فرمایا گیا ان میں سرخ بھی ہیں سیاہ بھی عربی بھی ہیں اور عجمی بھی۔

اور اہل عرب جن کی زبان میں قرآن نازل کیا گیا ان کی لغات مختلف تھیں اور زبانیں بھی مختلف تھیں اور ان میں سے کسی ایک کو ایک لغت سے دوسری لغت کی طرف منتقل کرنا اسی طرح ایک حرف سے دوسرے حرف کی طرف منتقل کرنا مشکل تھا بلکہ بعض اس پر قدر بھی نہ تھے اگرچہ تعلیم اور مشقت کے ذریعے ہو خصوصاً عمر رسیدہ لوگ خواتین، اور ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے کوئی کتاب نہیں پڑھی تھی۔ جس طرح اس کی طرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اشارہ فرمایا:

اگر ان کو ان کی لغت یا زبان سے دوسری طرف منتقل ہونے کا مکلف بنایا جاتا تو یہ ایسے کام کی تکلیف ہوتی جس کی اسے طاقت نہ ہوتی اور ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص اپنی طبیعت کے خلاف اپنے آپ کو کسی تکلیف میں ڈالتا۔

2۔ امت مسلمہ ایک زبان پر جمع ہوگئی جو ان کی وحدت کا ذریعہ ہے اور وہ قریش کی لغت ہے جس نے عربی قبائل کی پسندیدہ زبانوں کو اپنے اندر جمع کرلیا ہے جو قبائل حج کے موسم میں اور اس کے علاوہ بھی مکہ مکرمہ میں آتے جاتے تھے اسی

لئے قرآن پاک سات قراتوں پر نازل ہوا ہم ان عربی قبائل کی لغات سے بنو قریش کی زبان میں منتقل ہوا جو چاہتے ہیں منتخب کر لیتے ہیں۔

اور یہ اللہ تعالیٰ کی بلند حکمت ہے کیونکہ تمام لوگوں کی زبان کا ایک ہونا وحدت امت کے عوامل میں سے ایک ہے خاص طور پر امت کا پہلا دور جو اس کی اٹھان اور ترقی کا دور تھا۔

سات حروف پر نزول قرآن کا معنی

احرف، حرف کی جمع ہے اور اس کے بہت سے معنی ہیں صاحب قاموس کہتے ہیں۔

حرف ہر چیز کے کنارے اور حد کو کہتے ہیں اور پہاڑ کی بلند حد کو بھی کہا جاتا ہے حروف تہجی میں سے ایک کو بھی حرف کہا جاتا ہے ارشاد خداوندی ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَعْبُدُ اللَّهَ عَلَىٰ حَرْفٍ [1]

اور کچھ لوگ اللہ کی بندگی ایک کنارے پر کرتے ہیں۔

یعنی ایک طریقے پر، وہ اس طرح کہ خوشی سے اس کی عبادت کرتا ہے تنگی اور شک یا غیر مطمئن ہو کر نہیں کرتا۔

یعنی دین میں یقین کے ساتھ داخل ہوتا ہے۔

قرآن پاک سات حروف یا سات لغات پر نازل ہوا جو لغات عرب ہیں اس کا معنی یہ نہیں کہ ایک حرف کے سات طریقے ہیں کہ وہ سات یا دس یا زیادہ طریقوں پر ہو بلکہ معنی یہ ہے کہ یہ سات لغات قرآن پاک میں متفرق ہیں۔

یہ بات گزر چکی ہے کہ حرف مشترک لفظی کے قبیل سے ہے اور مشترک لفظی سے ایک معنی مراد لیا جاتا ہے جس کا تعین قرائن اور مقام کی مناسبت سے ہوتا ہے۔

پس لفظ حرف سے مراد وہی طریقہ ہے اس کی دلیل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ آپ نے فرمایا:

انزل القرآن علی سبعة احرف

کلمہ علی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ شرط وسعت اور آسانی کے لئے ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن پاک میں قاری کے لئے وسعت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن پاک میں قاری کے لئے وسعت ہے کہ ساتوں طریقوں پر پڑھے وہ جس قراۃ کے ساتھ چاہے پڑھے۔

گویا فرمایا کہ اس شرط اور اس وسعت کے ساتھ نازل کیا گیا۔

---

[1] سورۃ حج آیت 11

حدیث میں وارد احرف کی تفسیر میں علماء کا اختلاف

اس مقام پر جھگڑا اور نزاع زیادہ ہے اور قیل وقال بہت ہے ہم بعض آراء ذکر کر کے اس کی ترجیح کو بیان کریں گے جس کو ہم زیادہ درستگی کے قریب سمجھتے ہیں۔

1۔ بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ اس سے عربی لغات میں سے سات لغات مراد ہیں جن کا معنی ایک ہے مفہوم یہ ہے کہ جب معانی میں سے کسی معنی کی تعبیر میں لغات عرب مختلف ہوں تو قرآن پاک ایسے الفاظ لاتا ہے جو ان لغات کے مطابق ہوں اور جب اختلاف نہ ہو تو وہ ایک ہی لفظ لاتا ہے اور کہا گیا ہے کہ سات لغات یہ ہیں

1: قریش کی لغت 2: ھذیل 3: ثقیف 4: ھوازن

5: کنانہ 6: تمیم اور 7: یمن کی لغات

2۔ کہا گیا ہے کہ "سبع احرف" سے اہل عرب کی لغات میں سے وہ لغات مراد ہیں جن پر قرآن نازل ہوا معنی یہ کہ قرآن پاک اپنے کلمات میں سات لغات میں سے باہر نہیں اکثر حصہ لغت قریش میں ہے اور بعض لغت ھذیل، لغت ثقیف، لغت ھوازن، لغت کنانہ، لغت تمیم اور لغت یمن میں ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں یہ صحیح ترین قول ہے اور درستگی کے زیادہ قریب ہے اس کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح قرار دیا، ابہری نے بھی اسے ہی اختیار کیا اور صاحب قاموس نے بھی اسی پر اکتفاء کیا۔

3۔ "احرف سبعہ" جن پر قرآن پوک نازل ہوا اس سے قرآن پاک کی سات اصناف مراد ہیں لیکن اس قول کے قائلین کا ان اصناف کی تعیین اور ان کی تعبیر کے اسلوب میں بہت بڑا اختلاف ہے ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ یہ اصناف امر، نہی، حلال، حرام، محکم، متشابہ، اور امثال ہیں

اور بعض حضرات فرماتے ہیں ان سے مراد وعدہ، وعید، حلال، حرام، مواعظ، امثال اور احتجاج (استدلال) ہے۔

کچھ حضرات کے نزدیک ان سے مراد محکم، متشابہ، ناسخ، منسوخ، خصوص، عموم اور قصص ہیں۔[1]

4۔ احرف سبعہ سے مراد ایک کلمہ اور ایک معنی کے مختلف طریقے ہیں جیسے ھلم، اقبل۔ تعال، عجل، اسراع، قصدی، نحوی، ان سات الفاظ کا ایک ہی معنی ہے یعنی طلب توجہ

یہ قول جمہور فقہاء اور محدثین کی طرف منسوب ہے جن میں ابن جریر طبری اور طحاوی وغیرہ شامل ہیں۔

5۔ احرف سبعہ سے مراد سات امور میں اختلاف ہے اسماء کا اختلاف بطور مفرد، مذکر اور ان کے فروع (جمع اور مونث)

اس کی مثال یہ ارشاد خداوندی ہے

---

1 مناہل العرفان ص176

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ [1]

اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کرتے ہیں۔

کلمہ اماناتھم جمع اور مفرد دونوں طرح پڑھا گیا ہے

ب۔ افعال کی ماضی، مضارع اور امر میں گردان کا اختلاف جیسے ارشاد خدوندی ہے

رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا [2]

اے ہمارے رب ہمارے سفر میں دوری ڈال

یہ لفظ ربنا نصب کے ساتھ پڑھا گیا کہ یہ منادیٰ ہے اور لفظ باعد امر کا صیغہ ہے۔

اور لفظ ربنا میں لفظ رب کو بطور مبتداء مرفوع بھی پڑھا گیا ہے اور باعد کو بَعَّدَ ماضی کا صیغہ پڑھا گیا اور عین مشدد ہے (یعنی باب تفعیل) اور یہ جملہ خبر ہے

ج۔ ابدال کے ذریعے اختلاف چاہے حرف کو حرف کے ساتھ بدلا جائے جیسے ارشاد خداوندی ہے:

وَانْظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا [3]

اور ہڈیوں کو دیکھ ہم انہیں اٹھان دیتے ہیں

اسے زاء اور راء اور نون کے فتح کے ساتھ بھی پڑھا گیا اور ارشاد خداوندی ہے

وَطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ

اور کیلے کی گچھوں میں

اس کو طلع (عین کے ساتھ) بھی پڑھا گیا اس میں فعل اور اسم کا فرق نہیں ہے یا لفظ کو لفظ کو کے ساتھ بدلا جائے جیسے ارشاد خدوندی ہے كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ جیسے دھنکی اون۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراۃ میں ہے

کالصوف المنقوش

عہن کی جگہ صُوف (اون) منفوش میں فاء کی جگہ قاف ہے۔

د۔ تقدیم وتاخیر کے ذریعے اختلاف ہے یہ اختلاف یا تو حرف میں ہوگا جیسے ارشاد خداوندی ہے:

أَفَلَمْ يَيْأَسِ [4]

---

[1] سورۃ مومنون آیت 8

[2] سورۃ سباء آیت نمبر 19

[3] سورۃ بقرہ آیت 259

[4] سورۃ رعد آیت 31 (ایک جز)

تو کیا ناامید نہ ہوئے

یہ افلم یابس بھی پڑھا گیا ہے (یعنی یاء موخر اور ہمزہ مقدم کیا گیا) یا کلمہ کے ذریعے ہوگا جیسے فیقتلون ویقتلون پہلا مبنی للفاعل (معروف کا صیغہ) اور دوسرا مبنی للمفعول (مجہول کا صیغہ) ہے اور اس کے برعکس بھی پڑھا گیا۔

اور جیسے یہ ارشاد خداوندی ہے:

وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ [1]

اور آئی موت کی سختی حق کے ساتھ

اسے وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْحَقِّ بِالْمَوْتِ بھی پڑھا گیا ہے

ھ۔ وجوہ اعراب کا اختلاف جیسے ارشاد خداوندی ہے:

مَا هٰذَا بَشَرًا [2]

یہ جنس بشر سے نہیں

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراۃ میں (بشرا منصوب کو) مرفوع پڑھا گیا ہے جس طرح یہ آیت کریمہ ہے:

ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ [3]

عزت والے عرش کا مالک

المجید کو مرفوع پڑھا گیا کہ یہ کلمہ ذو کی صفت ہے اور مجرور پڑھنے کی صورت میں لفظ عرش کی صفت ہوگا

و۔ اضافہ اور کمی کے ساتھ اختلاف جیسے ارشاد خداوندی ہے:

وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَىٰ [4]

اور اسی کی (قسم) جس نے نر اور مادہ بنائے

ایک قراۃ میں "ما خلق" کو حذف کر کے والذکر والانثی پڑھا گیا۔

ز۔ لہجوں کا اختلاف یعنی تفخیم، ترقیق، امالہ، اظہار اور ادغام کے ساتھ پڑھنا اور یہ بہت زیادہ ہے اسی سے درج ذیل آیت کی مثل میں امالہ اور عدم امالہ ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَىٰ [5]

---

۱ سورۃ ق آیت 19

۲ سورۃ یوسف آیت 31 (ایک جز)

۳ سورۃ البروج آیت 15

۴ سورۃ اللیل آیت 3

۵ سورۃ النازعات آیت 15

کیا تمہیں موسیٰ کی خبر آئی

اس آخری رائے کی طرف امام رازی رحمۃ اللہ علیہ گئے ہیں اور ابن قتیبہ ابن جزری اور ابن طیب کا مذہب بھی اس کے مکمل طور پر قریب ہے شیخ زرقانی نے بھی اپنی کتاب مناہل العرفان میں اسے اختیار کیا ہے اور بعض دلائل کے ساتھ اس کی تائید کی ہے۔

ترجیح

درستگی کے زیادہ قریب یہ آخری موقف ہے جیسے امام رازی نے اختیار کیا اور زرقانی نے اپنی کتاب مناہل العرفان میں اس پر اعتماد کیا اور کچھ دلائل کے ساتھ اس کی تائید کی جو درج ذیل ہیں:

1۔ گذشتہ احادیث اس مذہب کی تائید کرتی ہیں

2۔ اس مذہب کا اعتماد استقراء تام (پوری تحقیق) پر ہے کیونکہ قراءات میں اختلاف ہے اور ان سات وجوہ کی حاجت ہے

3۔ اس رائے کو کوئی ممنوع بات لازم نہیں۔

نوٹ: تم احرف سبعہ کے بارے میں کامل آراء زرقانی کی کتاب مناہل العرفان میں پاؤ گے اس میں دیگر مذاہب کو کمزور قرار دیا گیا ہے اور ان کا رد کیا گیا ہے

ہم اس مذہب کا خلاصہ ابوالفضل رازی کی اللوئح سے نقل کرتے ہیں وہ کہتے ہیں

اختلاف میں کلام سات حروف سے نہیں نکلتا۔

1۔ اسماء کا اختلاف مفرد، تثنیہ، جمع، مذکر اور مونث ہونے کے اعتبار سے

2۔ افعال کی گردان کا اختلاف ماضی، مضارع اور امر کے اعتبار سے

3۔ وجوہ اعراب کا اختلاف

4۔ کمی اور زیادتی کا اختلاف

5۔ تقدیم وتاخیر کے ساتھ اختلاف

6۔ ابدال کے ذریعے اختلاف

7۔ لغات یعنی لہجوں کا اختلاف جیسے فتح، امالہ، ترقیق، تفخیم، اظہار اور ادغام وغیرہ۔

کیا آج مصاحف میں احرف سبعہ موجود ہیں؟

فقہاء قراء اور متکلمین کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ مصاحف عثمانیہ میں یہ تمام احرف موجود ہیں

دلائل

الف۔ امت کے لئے جائز نہیں کہ وہ ان میں سے کسی چیز کی نقل کو چھوڑ دے۔

ب۔ صحابہ کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جن صحف کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نقل کیا وہ صحف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم سے لکھے ہیں۔

ج۔ یہ بات گزر گئی کہ جو صحف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس تھے ان میں یہ ساتھ امور موجود تھے اور انہی سات باتوں کے ساتھ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مصاحف نقل ہوئے۔

د۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی کہ میری امت کو اس کی طاقت نہیں یہ صحابہ کرام کے دور کے ساتھ خاص نہیں اور قرآن پاک کا آسان ہونا اس کے اعجاز کے ساتھ باقی ہے۔

2۔ جمہور علماء سلف وخلف اور آئمہ مسلمین اس بات کی طرف گئے ہیں کہ مصاحف عثمانیہ صرف حروف سبعہ کے رسم الخط پر مشتمل ہیں اور یہ وہ پیش کرنا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام پر پیش کیا تھا۔

3۔ ابن جریر طبری اور ان کے ساتھی اس بات کی طرف گئے ہیں کہ مصاحف عثمانیہ سات حروف میں سے ایک حرف پر مشتمل ہیں۔

یہ حضرات فرماتے ہیں کہ احرف سبعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور میں اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے دور میں تھے پھر جب عہد عثمانی آیا تو امت نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اس بات کو مناسب سمجھا کہ ایک قراۃ پر اکتفاء کیا جائے تاکہ مسلمان ایک بات پر متفق ہوں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وہ ایک ہی حرف مصاحف عثمانی میں لکھا جسے امت نے باقی رکھا۔ زرقانی نے مناہل العرفان ص 662 میں لکھا ہے۔

جب ہم ان سات طریقوں کے ساتھ مصاحف عثمانیہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور وہ جو وہاں فی الواقع اور نفس الامر میں لکھا ہے تو ہم ایک ایسی حقیقت نکالتے ہیں جو نقص کو قبول نہیں کرتی اور ہم اس باب میں فصل خطاب (قطعی فیصلہ) تک پہنچتے ہیں وہ اس طرح کہ مصاحف عثمانیہ تمام احرف سبعہ کو شامل ہیں لیکن اس طریقے پر کہ ان مصاحف میں سے ہر ایک اس پر مشتمل ہے جو ان تمام یا بعض احرف کی رسم کو شامل ہو اس طرح کہ تمام مصاحف مجموعی طور پر ان میں سے کسی حرف سے خالی نہ ہو۔

اور شیخ زرقانی نے واضح کیا کہ ابن جریر کے مذہب مختار کے مطابق ساتوں طریقے پائے جاتے ہیں اور آج بھی وہ ساتوں طریقے مصاحف عثمانیہ میں موجود ہیں۔

میں (مصنف) ان کی مثالوں میں سے ایک مثال پر اکتفاء کرتا ہوں لیکن ان سات میں سے بعض وجوہ کے بارے میں ذکر کیا گیا کہ سات میں بعض وجوہ آخری مرتبہ پیش کرتے وقت درج ہوگئیں اس کی مثال یہ ارشاد خداوندی ہے:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ [1]

اور وہ جو اپنی امانتوں اور عہد کی رعایت کرتے ہیں۔

اَمَانَاتِهِمْ جمع کے ساتھ بھی پڑھا گیا اور افراد کے ساتھ بھی اور مصحف میں یہ موجود ہے کہ کیونکہ مصحف عثمانی میں اسی طرح لکھا گیا ہے لِاَمَانَاتِهِمْ حروف میں مفرد کا رسم الخط ہے لیکن اس پر چھوٹا الف ہے تا کہ جمع کے ساتھ قراۃ کی طرف اشارہ کرنے لیکن اس پر نقطہ اور جمع کی شکل نہیں۔

مذہب طبری پر مناقشہ

طبری نے کہا کہ چھ احرف (قراتیں) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بالا جماع منسوخ ہو گئیں اور ایک حرف (قرات) کو باقی رکھا گیا تا کہ امت مسلمہ کی وحدت بکھرنے سے محفوظ رہے جب بعض نے بعض کو کافر قرار دیا اور فتنہ کا ڈر پیدا ہو گیا اس کا سبب قراءتوں کا اختلاف تھا اور امت نے اس کا حل یوں تلاش کیا کہ امت کو قرات کے عمل پر جمع کر دیا

اس کا رد

1۔ صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے درمیان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اختلاف ہوا اور قریب تھا کہ فتنہ کھڑا ہو جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مشکل کو کیسے حل فرمایا؟

تو اس کا واحد حل یہ تھا کہ تمام اختلاف کرنے والوں کو ان کی اپنی قراۃ پر برقرار رکھا اور ان کو بتایا کہ قرآتوں کا زیادہ ہونا ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی طرف سے آسانی ہے جس طرح اس (حل) پر گزشتہ احادیث دلالت کرتی ہیں

2۔ حدیث شریف میں آپ نے فرمایا کہ میری امت اس کی طاقت نہیں رکھتی اور امت قیامت تک باقی ہے جس طرح ہم اس وقت مشاہدہ کرتے ہیں کہ ملت اسلامیہ کے بعض قبائل کے لئے بعض حروف کی ادائیگی آسان نہیں اور بعض لہجوں کو پختگی کے ساتھ ادا کر سکتے ہیں۔

3۔ جب ہم گزشتہ بات کو جان چکے تو ہم کہتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں صحابہ کرام کے لئے کیسے گنجائش تھی کہ وہ رحمت اور تخفیف کے اس دروازے کو بند کر دیتے جیسے اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کے لئے کھولا تھا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرتے ہوئے اس جھگڑے کو ختم کرتے جو ان متعدد قرآتوں کی وجہ سے صحابہ کرام کے درمیان پیدا ہوا

4۔ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام کو اس بات سے بری سمجھتے ہیں کہ وہ قرآن پاک کی چھ قراتیں ضائع ہو جانے پر متفق ہوئے یا غور وفکر کیا ہو حالانکہ نہ تو ان کی تلاوت منسوخ ہوئی نہ حکم اور وہ حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول اور عمل کی مخالفت کرنے والے نہیں تھے۔

5۔ اگر یہ قراتیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں منسوخ ہوئی ہوتیں تو علماء کے درمیان ان میں اختلاف کا میدان باقی نہ رہتا لیکن ہم ان کے درمیان چالیس مختلف اقوال پاتے ہیں

6۔ اگر ہم بطور مجادلہ تسلیم کر لیں کہ چھ قرآتین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں منسوخ ہو گئیں تو کتاب

مقدس میں جو عظیم ترہے تاریخ باقی کیوں نہ رہی حالانکہ صحابہ کرام نے ان آیات کو بیان کیا جن کی تلاوت یا حکم منسوخ ہو گیا اسی طرح وہ آیات بھی بیان کیں جو منسوخ ہوئیں اور موضوع احادیث بھی بیان کردیں اور ہر ایک کی وجہ بھی بیان کردی۔

7۔ مختصر بات یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول وفعل میں آپ کی مخالفت پر راضی نہیں ہوئے اور ان کو تبدیل کرنے یا منسوخ کرنے کا اختیار نہیں تھا جب تک اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سے منسوخ نہ ہوں اللہ کی پناہ کہ وہ اس قسم کے فعل کا اقدام کرتے اللہ ان سے راضی ہوا اور اس نے ان کو راضی کیا

اس موضوع پر وارد ہونے والے بعض شبہات اور ان کا رد

پہلا شبہ

یہ لوگ کہتے ہیں کہ احرف سبعہ سے وہ سات قرآتیں مراد ہیں جو قراء کے ہاں سات معروف آئمہ سے منقول ہیں۔

ان کا رد

تمہارا یہ قول چند وجوہ سے باطل ہے:

1۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ رحمۃ اللہ علیہ یہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا تمہارے قول سابق سات آئمہ کے پیدا ہونے تک یہ فائدہ سے خالی رہا علاوہ اس کے تمہارا قول صحیح نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام اور تابعین نے ان قراء کی ولادت سے پہلے ان (سبعہ احرف) کو پڑھا

محقق ابن جزری نے کہا:

اگر اس حدیث کو سات مشہور قراتوں کی طرف پھیرا جائے یا ان کے علاوہ ان سات قرآء کی طرف پھیرا جائے جو تابعین کے بعد پیدا ہوئے تو اس سے یہ بات لازم آئے گی کہ یہ حدیث ان سات قراء کے پیدا ہونے تک فائدہ سے خالی رہی پھر ان سے قراۃ حاصل کی گئی۔

نیز یہ بات بھی لازم آئے گی کہ کسی صحابی کے لئے (قرآن کی) قراۃ اس وقت تک جائز نہ ہوتی جب تک ان کو اس بات کا علم نہ ہوتا کہ یہ سات قراء پیدا ہوں گے اور علم حاصل کرنے کے بعد کوئی قراۃ اختیار کریں گے اور یہ بات باطل ہے۔

کیونکہ قراۃ حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ قراۃ ایک ثقہ امام سے لفظ بہ لفظ حاصل کی جائے جس نے کسی اور امام سے حاصل کی ہوحتی یہ سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچ جائے۔

2۔ احرف سبعہ، سات قرآتوں سے عموم مطلق کے ساتھ عام ہے کیونکہ احرف سبعہ ان قراتوں کو بھی شامل ہیں جن کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قراۃ کی اور ان کو بھی شامل ہے جو ان سات قراء کو پہنچیں اور جو ان تک پہنچنے سے پہلے منسوخ ہو گئیں اور یہ (سبعہ احرف) تمام قراتوں کو شامل ہیں وہ صحیح ہوں یا منکر یا شاذ ہوں تو جب احرف، قراءتوں سے عام ہیں تو یہ نفس

قراۃ نہیں۔

3۔ عقلی طور پر یہ بات محال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام پر قرآن پڑھنا ان قراء کی قرآتوں کے ذریعے لازم فرمائیں جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے اور یہ رائے باطل۔

دوسرا شبہ

کہتے ہیں کہ سات حروف پر نزول قرآن سے متعلق احادیث میں اختلاف ثابت ہوتا ہے حالانکہ خود قرآن اس آیت کریمہ کے ذریعے اختلاف کی نفی کرتا ہے ارشاد خداوندی ہے:

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا[1]

توکیا غور نہیں کرتے قرآن میں اور اگر وہ غیر خدا کے پاس سے ہوتا تو وہ ضرور اس میں سے اختلاف پاتے اور یہ تناقض ہے اور ہم نہیں جانتے کہ ان میں سے سچ کیا ہے

جواب

احادیث سے جو اختلاف ثابت ہے وہ اس (اختلاف) کا غیر ہے جس کی نفی قرآن کرتا ہے لہٰذا دونوں صادق ہیں کیونکہ جو اختلاف احادیث سے ثابت ہو رہا ہے وہ الفاظ قرآن کے محدود دائرہ یعنی ادائیگی اور بولنے کے طریقہ میں ہے وہ "سبعہ احرف" سے تجاوز نہیں کرنا اور یہ بھی شرط ہے کہ ان تمام کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حاصل کیا گیا ہو اس بنیاد پر احادیث میں اختلاف، انواع میں تقسیم ہے اور قرآن اپنے احکام، معانی اور تعلیمات کے درمیان تناقض کی نفی کرتا ہے جب کہ تلفظ اور ادائیگی میں کئی انواع ثابت ہیں۔

حاصل کلام

شیخ شہاب الدین ابوشامہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ تمام مجموعہ مصحف میں ہے تو کیا یہ تمام سات قرآتیں ہیں جن پر قراۃ قائم ہیں یا ان میں سے ایک قراۃ ہے قاضی ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ تمام قرآتیں ہیں ان کے بعد ابوجعفر طبری اور اکثر حضرات نے کہا کہ یہ ان میں سے ایک حرف (قرات) ہے اور شیخ شاطبی قاضی کے قول کی طرف مائل ہوئے جو قاضی ابوبکر نے جمع کیا اور جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جمع کیا اس میں طبری کے قول کی طرف مائل ہوئے۔

زرکشی نے "البرہان" میں کہا ہے:

بعض متاخرین نے کہا کہ وہ سات قرآتیں جو سات قراء پڑھتے ہیں وہ تمام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صحیح ثابت ہیں اور ان ہی کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصحف میں جمع کیا ہے اور یہ سات قراتیں ان قراء نے اختیار کی ہیں ان میں سے ہر ایک نے اسے

---

1 سورۃ النساء آیت 82

اختیار کیا جسے اس نے روایت کیا اور اس نے قراۃ کی اس جہت کو مانا جو اس کے نزدیک زیادہ اچھی تھی اس نے ان میں سے ایک طریقہ اختیار کیا اسے روایت کیا اور اس سے پڑھا وہ اس سے مشہور ہو گیا اور اسی کی طرف منسوب ہو گیا اور کہا گیا ہے حرف نافع (حضرت نافع کی قرآت) ابن کثیر اور ان میں سے کسی نے دوسری قراۃ سے منع نہیں کیا اور نہ ہی اس کا انکار کیا بلکہ اس کو جائز اور اچھا قرار دیا۔

یہاں تک کہ انہوں نے کہا کہ ان زبانوں میں مسلمانوں نے اس پر اعتماد اور اتفاق کیا جو ان سے صحیح ثابت ہے اور سات قرآتوں پر نزول اللہ تعالیٰ کی طرف سے امت کے لئے وسعت اور رحمت ہے کیونکہ اگر ان میں سے ہر ایک کو اس کی اپنی لغت چھوڑ کر اس عادت سے پھرنے کا مکلف بنایا جاتا جس پر وہ پروان چڑھا مثلاً امالہ، ہمزہ، لین، مد وغیرہ تو یہ بات اس کے لئے مشقت کا باعث ہوتی۔

مشہور قرائتیں

بحث کے آخر میں ہم اپنے اوپر لازم خیال کرتے ہیں کہ ہم ان قراتوں کے بارے میں مختصر گفتگو کریں نیز یہ کہ وہ کیسے وجود میں آئیں اور مشہور قراء کون کون ہیں؟

قراتوں کی تعریف

قراءت کا لفظ قراۃ کی جمع ہے اور یہ قرءَ، یَقْرَءُ کا مصدر ہے۔

اصطلاحاً قرآن پڑھنے کے طریقوں میں سے ایک طریقہ جسے ائمہ قراء میں سے کسی ایک نے اختیار کیا جو قرآن پاک پڑھنے میں دوسرے طریقوں کے خلاف ہے اور یہ (قرائتیں) اپنی اسناد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہیں۔

کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں قراء تھے؟

ہاں! لوگ جن قراء کے طریقوں پر قرآن پڑھنے پر قائم ہوتے ان کا عہد صحابہ کرام کے زمانے کی طرف لوٹتا ہے۔

ان میں سے پڑھانے میں جو مشہور ہوئے وہ حضرت ابی بن کعب، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابن مسعود، حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہم اور ان کے علاوہ (قراء) ہیں اکثر صحابہ کرام اور تابعین نے مختلف شہروں میں ان حضرات سے قراۃ حاصل کی اور ان سب کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک ہے یہاں تک کہ جب پہلی صدی ہجری میں تابعین کا دور آیا تو ایک جماعت نے تنہائی اختیار کر کے قراۃ کے ضبط تام کا اہتمام کیا جب اس کی حاجب ہوئی تو انہوں نے اسے ایک (مستقل) علم بنا دیا جیسا کہ دیگر علوم شرعیہ کے ساتھ کیا۔

قراتیں کس طرح پروان چڑھیں

ابھی ہم نے صحابہ کرام اور تابعین کے زمانے میں قراۃ کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور قرآن پاک میں اس کا

اعتماد ثقہ لوگوں کا ثقہ لوگوں سے اور ایک امام کا دوسرے امام سے حاصل کرنا ہے حتی کہ یہ سلسلہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا ہے۔

مصاحف میں (الفاظ پر) نہ تو نقطے تھے اور نہ ہی اعراب، اور ان میں کلمہ کی شکل میں مختلف ممکنہ قراتوں کا احتمال تھا اور جب احتمال نہ ہوتا تو کلمہ ان میں سے ایک صورت میں مصاحف میں لکھ دیا جاتا پھر دوسرے مصحف میں دوسری صورت میں لکھا جاتا ہے اسی طرح یہ سلسلہ آگے بڑھتا۔

اگر روایت اور سیکھنے پر اعتماد تھا تو یہ تعجب کی بات نہیں کیونکہ قراۃ اور قرآن میں یہی قابل اعتماد ہے۔

پھر صحابہ کرام کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سیکھنے میں اختلاف ہے ان میں سے بعض نے ایک حرف (قرآت) سے پڑھا اور بعض نے دو قرآوں کے ساتھ اور بعض نے اس سے زائد کے ساتھ پڑھا وہ اسی حالت میں مختلف شہروں میں بکھر گئے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب مصاحف مختلف شہروں میں بھیجے تو ہر مصحف کے ساتھ ایسے شخص کو بھیجا جس کی قراۃ اکثر غالب کے موافق تھی۔

جب صحابہ کرام مختلف قراتوں کے ساتھ مختلف شہروں میں پھیل گئے تو تابعین اور تبع تابعین نے ان سے قراتوں کو حاصل کیا اس وجہ سے تابعین کے حصول میں بھی اختلاف ہو گیا حتی کہ یہ معاملہ اسی طریقے پر مشہور آئمہ قراء تک پہنچ گیا جو اس کام کے لئے خاص ہو گئے اور انہوں نے قراۃ کے لئے الگ تھلگ ہو کر ان کو ضبط کرنا اس کا اہتمام کرنا اور پھیلانا شروع کر دیا۔

یہ علم قراۃ کی اٹھان اور اختلاف ہے اگرچہ فی الواقع یہ اختلاف اتفاق کے مقامات کی نسبت سے معمولی امور کی طرف لوٹتا ہے جس طرح معلوم ہے اور یہ اختلاف ان سات حروف (قراتوں) کی حدود میں ہے جن پر پورا قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا۔

اس مقام پر شیخ زرقانی نے جو کچھ اپنی کتاب "مناہل العرفان" میں لکھا ہے اسے یہاں نقل کرنا اچھا ہے انہوں نے اسے نویری کی کتاب سے نقل کیا جو" دار الکتب المصریہ" میں مخطوط (غیر مطبوعہ) ہے یہ الطیبہ فی القراءات کی شرح ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

قرآن پاک کے منتقل ہونے میں حفاظ پر اعتماد ہے اسی لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہر مصحف ایک ایسے شخص کے ساتھ بھیجا جس کی اکثر قرات اس کے موافق تھی لیکن لازم نہیں تھی اور ہر شہر والوں نے وہ پڑھا جو ان کے مصحف میں تھا اور انہوں نے اسے ان صحابہ کرام سے حاصل کیا جنہوں نے اسے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل کیا تھا۔

پھر ان لوگوں سے حاصل کرنے کے لئے ایک جماعت الگ ہو گئی اور انہوں نے اسے ضبط کرنے کے لئے راتیں جاگ کر گزاریں اور ان کو نقل کرنے میں دن بھر تھکاوٹ برداشت کی حتی کہ وہ اس سلسلے ایسے امام بن گئے جن کی اقتداء کی جاتی ہے نیز وہ راہنمائی کے ستارے بن گئے اور ان شہروں کے باشندوں نے ان کی قراۃ کو قبول کرنے پر اتفاق کیا نیز ان کی روایت اور درایت کے صحیح ہونے میں دو آدمیوں کے درمیان بھی اختلاف نہیں ہوا اور چونکہ وہ قرات کے درپے ہوئے اس لئے یہ ان کی

طرف منسوب ہوگئی اور اس میں وہی قابل اعتماد ٹھہرے۔

پھر ان لوگوں کے بعد قرآء زیادہ ہوگئے اور وہ مختلف شہروں میں پھیل گئے اور قوموں کے بعد قوموں نے ان کی نیابت کی ان کی طبقات مشہور ہو گئے اور صفات مختلف ہوگئیں۔ پس ان میں سے بعض کی تلاوت پختہ اور روایت ودرایت مشہور ہوگئی اور ان میں سے بعض ایک وصف حاصل کرنے والے تھے اور کچھ ایک سے زیادہ وصف حاصل کرنے والے تھے لہٰذا اس وجہ سے ان کے درمیان اختلاف اور اتفاق کم ہوگیا۔

اس وقت بڑے بڑے امام اور امت کی قدآور شخصیات کمر بستہ ہوئے اور انہوں نے بقدر طاقت خوب کوشش کی اور صحیح اور باطل کے درمیان امتیاز قائم کیا اور حروف وقراۃ کو جمع کیا اور مختلف وجوہ اور قراءات کو عزت بخشی اور صحیح اور شاذ کو نیز کثیر اور قلیل کو ان اصول کے ساتھ واضح کیا جو اصول انہوں نے وضع کئے اور ان ارکان کے ساتھ جن کو انہوں نے فضیلت دی۔[1]

قراتوں کی تعداد اور ان کی انواع

کتاب "الاتقان" کے مصنف نے ذکر کیا کہ قرآتیں متواتر بھی ہیں مشہور بھی! احاد بھی، شاذ بھی، موضوع بھی اور مدرج بھی۔

قاضی جلال الدین البلقینی فرماتے ہیں:

قراۃ، متواتر، احاد اور شاذ میں تقسیم ہیں پس متواتر سات مشہور قراتیں ہیں۔

احاد وہ تین قراتیں ہیں جن کے ذریعے دس قراتیں مکمل ہوتی ہیں۔ اور صحابہ کرام کی قراتیں بھی ان کے ساتھ مل جاتی ہیں۔

شاذ، تابعین کی قرات ہے جس طرح حضرت اعمش، یحی بن دثاب اور ابن جبیر اور ان جیسے حضرات کی قرأتیں (رحمھم اللہ)

حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یہ کلام محل نظر ہے اس سے متعلق سب سے اچھا کلام اپنے زمانے میں قرأت کے امام شیخ ابوالخیر بن جزری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے انہوں نے اپنی پہلی کتاب النشر میں فرمایا:

ہر وہ قرأت جو عربیت کے موافق ہو چاہے ایک وجہ سے ہو اور مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک کے موافق ہو اگر چہ اس میں احتمال ہو اور قرأت صحیحہ جس کا رد جائز نہیں اور اس کا انکار بھی جائز نہیں بلکہ وہ ان سات حروف (سبعہ احرف) سے ہو جن کے ساتھ قرآن نازل ہوا اور لوگوں پر ان کو قبول کرنا واجب ہے وہ سات اماموں سے منقول ہوں سے یا دس سے ان کے علاوہ مقبول قراء سے نقل کی گئی ہیں اس قرأت میں اس کی سند صحیح ہو (تو یہ شاذ نہیں)

---

[1] مناہل العرفان ج1 ص407

اور اگر تین ارکان میں سے کسی ایک رکن میں خلل ہو تو اس پر شاذ یا باطل کا اطلاق ہو جائے گا چاہے وہ سات قراء سے ہو یا ان سے بڑے لوگوں سے منقول ہو۔ سلف خلف ائمہ تحقیق کے نزدیک ہر بات صحیح ہے صاحب الطیبہ نے قرأتوں کی قبولیت کے بارے میں کہا۔

کل	ماوافق	النحو
وکان	للرسم	احتمالا یحوی
وصح	اسنادا هو	القرآن
فهذه	الثلاثة	الارکان
وحیثما	یختل رکن	اثبت
شذوذه	ولو انه فی	السبعة

ہر وہ بات جو نحو کے موافق ہو اور وہ لکھنے کے احتمال کو بھی حاوی ہو اس کی سند صحیح ہو تو وہ قرآن ہے یہ تین ارکان ہیں اور جب کوئی ایک رکن خراب ہو جائے تو اس کا شاذ ہونا ثابت ہوگا اگرچہ وہ ساتوں قرأتوں میں سے ہو۔

اور قرأ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ سات قرأتیں ہیں، دس قرأتیں ہیں، اور چودہ قرأتیں ہیں لیکن شہرت میں سب سے زیادہ حصہ اور بلند شان سات قرأتوں کو حاصل ہوئی اور یہ قرأتیں سات معروف ائمہ کی طرف منسوب ہیں اور وہ ائمہ یہ ہیں حضرت نافع، عاصم، حمزہ، عبداللہ بن عامر، عبداللہ بن کثیر، ابوعمرو بن علاء اور علی الکسائی (رحمھم اللہ) دس قرأتوں میں یہ سات قرأتیں اور ان کے علاوہ ابوجعفر یعقوب اور خلف (رحمھم اللہ) کی قرأتیں شامل ہیں۔

اور چودہ قرأتوں میں ان دس کے ساتھ چار کا اضافہ ہے اور وہ حضرت حسن بصری، ابن محیص، یحی بزیدی اور شنبوذی رح (ھم اللہ) کی قرأتیں ہیں۔

قرأت کے پہلے مصنف

علم قرأت پر ایسا وقت بھی گزرا کہ کوئی چیز قابل ذکر نہ تھی اور قرأت میں سب سے پہلے تصنیف کرنے والے ابوعبدالقاسم بن سلام، ابوحاتم سجستانی، ابوجعفر طبری اور اسماعیل قاضی رحمھم اللہ اور ان جیسے لوگ ہیں۔

سات قرأتیں کب مشہور ہوئیں

سنہ ۲۰۰ھ کے شروع میں اسلامی شہروں میں سات قرأتیں مشہور ہوئیں۔ بصرہ میں لوگ حضرت ابوعمرو کی قرأت پر، کوفہ میں حضرت حمزہ اور حضرت عاصم کی قرأت پر شام میں حضرت ابن عامر کی قرأت پر، مکہ مکرمہ میں حضرت ابن کثیر کی قرأت پر اور مدینہ طیبہ میں حضرت نافع کی قرأت پر تھے۔ (رحمھم اللہ)

قرأتوں کی تدوین کب ہوئی

تیسری صدی کے آخر میں بغداد میں امام ابن مجاہد احمد بن موسیٰ بن عباس رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر قرأتوں کی تدوین ہوئی انہوں نے ان سات قرأتوں کو جمع کیا البتہ انہوں نے حضرت کسائی کے نام کو لکھا اور حضرت یعقوب کے نام کو حذف کر دیا۔

ان کا طریقہ

انہوں نے اپنے آپ کو اس بات کا پابند کیا تھا کہ وہ صرف اس شخص سے روایت کریں گے جو ضبط اور امانت میں معروف ہو اور عرصہ دراز تک قرأت کے ساتھ رہا ہو اور اس کو حاصل کرنے پر آراء متفق ہوں۔

ابن مجاہد کا ان سات پر اقتصار کرنا اس بات کی دلیل نہیں کہ انہوں نے قرأء کو ان میں منحصر کر دیا تھا اور نہ ہی انہوں نے کسی کو پابند کیا کہ وہ ان حضرات کی قرأتوں کی حدود پر کھڑا رہے۔

سات مشہور قرأء

قرأت متواترہ ہم تک حفاظ قرأء سے نقل کی گئی ہیں جو حفظ، ضبط، اور اتقان (پختگی) میں مشہور تھے اور مشہور قرأتوں کے امام ہیں جنہوں نے ہمارے لئے صحابہ کرام کی وہ قرأت نقل کی جو انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل کی ان حضرات کو کتاب اللہ کے علم اور تعلیم کی فضیلت حاصل تھی جس طرح حضور علیہ السلام نے فرمایا:

خیر کم من تعلم القرآن وعلمہ۔

تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔

شیخ ابوالیسر عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے ان قرأء ان دو شعروں میں جمع کیا ہے۔

نافع وابن کثیر وعاصم
وحمزہ ثم ابو عمرو وھو
مع ابن عامر اتی الکسائی
ائمۃ السبع بلاامتراء

یہ حضرات نافع، ابن کثیر، عاصم، حمزہ، پھر ابو عمرو ہیں اور ابن عامر اور کسائی ہیں یہ سات قرأتوں کے امام ہیں اس میں کوئی شک نہیں۔

سات قرأء کا تعارف

1۔ ابن عامر رحمۃ اللہ علیہ

ان کا اسم گرامی عبداللہ الیحصبی ہے جو خلیفہ ولید بن عبد ملک کے دور میں دمشق کے قاضی رہے ان کی کنیت ابو عمران ہے اور

آپ تابعی ہیں آپ نے علم قرأت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل کیا آپ کا وصال ۱۱۸ھ میں دمشق میں ہوا آپ کی قرأت کی روایت میں ہشام اور ابن ذکوان معروف ہیں۔شاطبیہ کے مصنف ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

امادمشق	الشام	دار	بن عامر
فتلك	بعد	الله	طابت محللا
هشام	وعبدالله	وهو	انتسابه
لذكوان	بالاسناد	عند	تنقلا

شام کا دمشق ابن عامر کا گھر ہے یہ عبداللہ (ابن عامر) کے ٹھہرنے کی اچھی جگہ ہے ہشام اور عبداللہ اس کا انتساب ہے اور ذکوان نے ان سے سند نقل کی ہے۔

2۔ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ

آپ ابو محمد عبداللہ بن کثیر داری مکی ہیں مکہ میں آپ قرأت میں لوگوں کے امام تھے آپ تابعی ہیں آپ نے صحابہ کرام میں سے حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت ابوایوب انصاری اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی آپ کا وصال مکہ مکرمہ میں 120ھ میں ہوا۔

آپ سے بزی (متوفی 250ھ) اور قنبل (متوفی 291ھ) نے قراۃ روایت کی آپ کے بارے میں شاطبہ کے مصنف فرماتے ہیں:

ومكة	عبدالله	فيها	مقامه
هو	ابن	كثير	كاثر القوم معتلا
روى	احمد	البزى	له و محمد
على	سند	وهو	الملقب قنبلا

مکہ میں عبداللہ کا مقام ہے وہ ابن کثیر ہے اور وہ قوم پر غالب ہے۔

احمد البزی اور محمد نے ان کے لئے سند پر روایت کیا اور وہ (محمد) کا لقب قنبل ہے۔

3۔عاصم کوفی رحمۃ اللہ علیہ

یہ عاصم بن ابی النجود الاسدی ہیں آپ کو ابن بہدلہ بھی کہا جاتا ہے آپ کی کنیت ابوبکر ہے اور آپ تابعی ہیں۔

آپ کا وصال کوفہ میں 127ھ یا 128ھ میں ہوا۔شعبہ (متوفی 193ھ) اور حفص (متوفی 180ھ) آپ سے راوی ہیں۔

ان کے بارے میں شاطبیہ کے مصنف فرماتے ہیں:

وبالکوفة الغراء منهم ثلاثة
اذاعوا فقد ضاعت شذی و قرنفلا
فاما ابوبکر و عاصم اسمه
فشعبة راویه المبرز افضلا
وذاك بن عیاش ابو بکر الرضا
وحفص وبالاتقان کان مفضلا

اور روشن کوفہ میں ان میں سے تین شخص رہتے ہیں جنہوں نے قراۃ کو شہرت دی اور شک کی بو اور لونگ ضائع ہو گئے ابو بکر جن کا نام عاصم ہے اور شعبہ اس کا افضل راوی مبرز ہے اور وہ ابن عیاش ابو بکر الرضا ہے اور حفص کو پختگی میں فضیلت دی گئی۔

4۔ابو عمر رحمۃ اللہ علیہ

یہ ابو عمر زبان بن علاء بن عمار البصری راویوں کے شیخ ہیں کہا گیا ہے کہ ان کا نام یحییٰ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کی کنیت (ابو عمرو) ہی آپ کا نام ہے آپ کا وصال 154ھ میں کوفہ میں ہوا۔

ان سے روایت کرنے والے الدوری (متوفی 246ھ) اور السوسی متوفی (261ھ) ہیں۔

شاطبیہ کے مصنف کہتے ہیں:

و اما امام المازنی صریحهم
ابو عمرو البصری فوالده العلاء
افاض علی یحیی الیزیدی سیبه
فاصبح بالعذب الفرات معللا
ابو عمرو الدورتی صالحهم ابو
شعیب السوسی عنه تقبلا

امام مازنی ابو عمرو بصری ان میں سے واضح ہیں ان کے والد العلاء ہیں آپ نے یحییٰ یزیدی پر اپنے فیضان کی بارش برسائی تو وہ فرات کے شیرین پانی سے دوبارہ سیراب ہو گئے۔

ابو عمر والدوری ان لوگوں کا صالح آدمی ہے اور ابو شعیب السوسی نے ان سے (قراۃ) نقل کی۔

5۔حمزہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ

یہ حمزہ بن حبیب بن عمارہ الزیات الفرضی الیتمی ہیں حضرت عکرمہ بن ربیع تیمی کے آزاد کردہ غلام ہیں آپ کی کنیت ا

عمارہ ہے ابو جعفر منصور کی خلافت کے زمانے میں 156ھ میں آپ کا انتقال مقام حلوان میں ہوا آپ سے روایت کرنے والے خلف (متوفی 229ھ) اور خلاد (متوفی 220ھ) ہیں ان حضرات نے سلیم کے واسطہ سے روایت کیا۔

شاطبہ کے مصنف کہتے ہیں:

حمزة	ما	ازكاه	متورع
اماما	صبورا	للقرآن	مرتلا
روى	خلف	عنه	وخلاد الذى
رواه	سليم	متقنا	ومحصلا

حمزہ کس قدر پاک ہے اور متقی ہے، امام صبر کرنے والا اور قرآن پاک کو ترتیل سے پڑھنے والا آپ سے حلف اور خلاد نے روایت کیا جسے سلیم نے پختگی کے ساتھ حاصل کرنے والا ہو کر روایت کیا۔

6۔ نافع رحمۃ اللہ علیہ

یہ ابو ردیم نافع بن عبد الرحمن بن ابی نعیم اللیثی ہیں آپ اصلا اصفہان سے ہیں مدینہ منورہ میں قراۃ کی سرداری آپ تک پہنچتی اور وہیں 169ھ میں آپ کا انتقال ہوا آپ سے روایت کرنے والے قانون (متوفی 220ھ) اور ورش (متوفی 197ھ) ہیں آپ کے بارے میں شاطبیہ کے مصنف نے کہا:

اما الكريم	السر	فى الطيب	نافع
فذاك	الذى	اختار	منزلا
وقالون	عيسىٰ	ثم عثمان	ورشهم
بصحبة	المجد	الرفيع	تاثلا

عمدگی کے بارے میں کریم راز نافع ہیں آپ نے مدینہ طیبہ کو بطور رہائش اختیار کیا قانون عیسیٰ پھر عثمان ورش ہے وہ بلند شان والی بزرگی سے نسل والا ہوتا ہوا۔

7۔ الکسائی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام علی بن حمزہ ہے کوفی نحویوں کے امام ہیں آپ کی کنیت ابو الحسن ہے آپ کو کیسائی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ احرام میں چادر اوڑھے ہوئے تھے آپ نے (علاقہ) رے کی ایک بستی رنبویہ میں 189ھ میں وفات پائی جب آپ ہارون الرشید کے ساتھ خراسان کی طرف تشریف لے گئے تھے آپ سے ابو حارث (متوفی 242ھ) اور الدوری (متوفی 246ھ) نے روایت کی ہے

شاطبیہ کے مصنف ان کے بارے میں کہتے ہیں:

اما	علی	فالکسانی	لغة
لما	کان	فی الاحرام	تسربلا
روی لیثهم	عنه	ابو الحارث	الرضا
وحفص هو	الدوری	فی الذکر	قدخلا

علی کی صفت کسائی ہے کیونکہ وہ احرام میں چادر میں ملبوس تھے اور آپ سے ان کے شیر ابوالحارث رضا اور حفص الدوری نے روایت کی ہے جو شہرت میں گزر چکے ہیں۔

سوالات

1۔ قرآن پاک سبعہ احرف پر نازل ہوا اس سلسلے میں کوئی حدیث نقل کریں۔

2۔ سبعہ احرف میں نزول قرآن کی حکمت کیا ہے؟

3۔ سبعہ احرف پر نزول قرآن کا معنی کیا ہے؟

4۔ حدیث میں سبعۃ احرف پر نزول کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف کی وضاحت کریں اور ترجیح کیا ہے؟

5۔ اس سلسلے میں ابن جریر طبری کا اختلاف اور اس کا جواب واضح کریں؟

6۔ کیا سبعہ احرف سے مراد وہی سات قراتیں ہیں جو ائمہ سے منقول ہیں اگر نہیں تو کیا ہے؟

7۔ سات مشہور قراءتوں کے آئمہ کے اسماء گرامی بتائیں۔ عشرہ قراۃ کی صورت میں مزید تین اور چودہ قراتوں کی صورت میں مزید چار آئمہ قراۃ کے نام بتائیں۔

مشکل الفاظ کے معانی

فصل اول علوم القرآن

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
ان نلم	یہ کہ ہم حاصل کریں	المامة	اچھی طرح حاصل کرنا
موجزة	مختصر	عناية	مشغولیت
فائقة	فوقیت والی	علماء فطاحل	بڑے علماء
التراث	میراث	ثروة علمیه	علمی دولت
لا ینضب	زمین میں جذب نہیں ہوتا	معینها	اس کا جاری پانی
دررها	اس کے موتی (الدرہ کی جمع ہے)	ذاخرا	خزانہ
سرد	اچھی طرح بیان کرنا	اسمی	بہت بلند
ساطعاً	روشنی کا بلند ہو کر پھیلنا	الاجیال	کئی گروہ (جیل کی جمع)
منصرم	ٹوٹنے والا	جدد	تازہ پھل دینا
السفرة	لکھنے والے، سفر کرنے والے	یتتقتع	باتے کرتے ہوئے ہکلانا (لکنت)
الاترجة	لیموں کا درخت	حطام الدنیا	دنیا کا سامان
وصف رائع	اپنے حسن یا بیماری کی وجہ سے تعجب میں ڈالنے والا	فوادہ (یرجف فوادہ)	دل کا دھڑکنا
حبر	دینی پیشوا (عالم)	سدیدة	سیدھا
رجفة	کپکپاہٹ	جاورت	گوشہ نشینی اختیار کی
فترة	خالی زمانہ	المحجة	حجت (دلیل)
الرهیب	خوفناک	لم یسمح	موافقت یا اجازت نہ ہوتی
التشریع الاسلامی	اسلامی قانون	معالجه	علاج کرنا

الاوضاع الاجتماعیه	اجتماعی مقامات

دوسری فصل اسباب نزول

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
اعتنیٰ	اہتمام کیا	لاطائل	بے فائدہ
تشریع الحکم	احکام کے لئے قانون سازی	آیسات	ناامید عورتیں، بوڑھی عورتیں جن کا حیض آنا بند ہوگیا ہو
المضادة	مخالفت کرنا	المحاذة	دشمنی
الموثوقین	معتمد علیہ	احول	بھینگا
الجرو	کتے کا بچہ	ترعد	کپکپی طاری ہونا
الرعدة	کپکپاہٹ (حرکت)	عسیب	کھجور کی ٹہنی (عصا)
صعد الوحی	صعد اوپر کو جانا یہاں وحی کا ختم ہونا مراد ہے	صادف	اتفاقیہ کسی کام کا ہونا
احلاج لك بها	میں اسے تیرے حق میں دلیل بناؤں گا	باشر	کوئی کام کیا
رماة			

رماة	الزام لگانے والے

تیسری فصل

(قرآن پاک کے متفرق نازل ہونے میں حکمت)

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
بلسما	گوند کی قسم کا ایک مادہ جس کا زخم پر لیپ کیا جاتا ہے	فشع النور	پس نور پھیل گیا
مواقع النجوم رسلا	تھوڑا تھوڑا کر کے وقتاً فوقتاً	اقترحوا	اپنی طرف سے گھڑنا
التنجیم	تھوڑا تھوڑا کر کے	التدرج	رفتہ رفتہ کسی چیز کی طرف بڑھنا
مسایرہ الحوادث	حوادث کے ساتھ ساتھ (نزول آیات)	شحذ	ہمت بڑھانا

المصائب	سختیاں	تعهد	حفاظت کرنا
ترعاه	رعایت کرنا (خیال کرنا)	روعة	حسن وجمال
یفصم	کاٹنا (چھڑانا)	العادات المتوارثة	وہ عادات جو نسل در نسل جاری ہو
اقتلاع	اکھیڑنا	نجع ،انجع	مفید ہونا (کامیاب ہونا)
انتهاج	تلاش کرنا	مستشریا	زیادہ موثر
فیئل	کمزور (قلیل)	المقامرین	جوئے باز
یتسامرون	رات کے وقت قصے کہانیاں بیان کرنا	تهیج	جوش پیدا کیا
جَب	اونٹ کی کوہان کاٹی	بقر	چیرنا پھاڑنا
خاصریتهما	دونوں اونٹنیوں کے پہلو	کابوس	ایک قسم کی بیماری جس میں
	نیند کی حالت میں محسوس کرتا ہے کہ کوئی اس کا	مهزلة	کمزوری
	گلا گھونٹ رہا ہے	خطه	انداز
اناجیلهم	کتب	ندرتهم	نادر یعنی بہت کم حاصل ہونا
للشرف النواء	موٹی اونٹنیوں کے لئے	الاغترار	دھوکے میں پڑنا
توجیه	آسمانی توجہ	الرائع	حسن کی وجہ سے تعجب خیز
السماوی			
السرد	زرہ کی گڑیاں	السبك	چاندی کا ڈھالنا
سبیکة	چاندی کی ڈالی	سمط وحید	یکتا موتی
نسقت	ترتیب کے ساتھ	المدهش	حیران کن
نلمح	سرسری طور پر جائزہ لینا	سمة فذه	ایسی علامات جو منفرد ہو
ساطعا	بلند ہونے والی روشنی	الدیان	غالب (بدلہ لینے والا)
النسج	کسی چیز کو بُننا (بناوٹ)	آماد	انتہا (امد کی جمع)
شئون	حوائج ،ضروریات	یتآخی	ایک دوسرے کے ساتھ
طرا	تمام	انسجام	کلام کا مرتب ہونا

سموہ	اس کی علامت	ازمات متطاولہ	زمانے کی طویل سختیاں
مکنتك	تیری طاقت	الشتیت	بکھرے ہوئے
کلام ملفق	پٹا ہوا کلام (جھوٹا کلام)	یعوزہ	مشکل ہونا
تمحّہ	کلی کرنا (پھینک دینا، ایسا مکروہ کلام جسے کان اور فہم ناپسند کرے)	ایحائہ	اس کا لانا
یعانی	تکلیف برداشت کرنا	رجفة	زلزلہ
صعقوا	چیخ وپکار کرنے	مصادم	ٹکرانا (متصادم ہونا)
مدسوس	سازش	حثھم	ان کو ترغیب دی

چوتھی فصل (جمع قرآن)

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
مزایا	فضائل	استظھار	دل سے یاد کرنا
العنایہ الفائقہ	فوقیت رکھنے والی حفاظت	العروبة الکاملة	فصاحت کاملہ
فبھرھم	پس وہ ان پر غالب آ گیا	مشاعرھم	ان کے حواس
استحوذ	قابو کر لیا (غالب آ گیا)	تفطرت	(پاؤں) پھٹ جائے
قصاریٰ	انتہائی	غسق الدجیٰ	رات کی بہت تاریکی
دویا کدوی النحل	شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ جیسی بھنبھناہٹ	البارحة	گزشتہ رات
مزمار	بانسری (حضرت داؤد علیہ السلام کی خوش آوازی)	تحبیر	کلام کو عمدہ بنایا
رفقة	ساتھیوں کی جماعت	العانیة	حفاظت
المدن	مدینہ کی جمع "شہر"	ضجة	آواز کا بلند ہونا (شور)
الکتب المسطرہ	لکھی ہوئی کتابیں	ظھر قلب	حفظ کرنا از بر پڑھنا
اناجیل	انجیل کی جمع حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اترنے والی کتاب لفظی معنی بشارت	الکتب السوالغہ	کتب گزشتہ

القندیل	چراغ	المزية	فضیلت
المصحف	مجلد کتاب	تسجيل	ضبط تحریر میں لانا (مضبوط کرنا)
تظاهر	غالب آگئی	يعاضد	مدد کرنا
العصب	کھجور کی شاخ	اللخاف	باریک پتھر
الرقاع	چمڑے کے ٹکڑے	عظام الاکتاف	کاندھوں کی ہڈیاں
واجهته	ان کی طرف متوجہ ہوئے	خطوت جیسمه	بڑے بڑے امور
مشاكل	دشوار کام	صعاب	دشوار
الرِدّة	مرتد ہونا (مرتد)	حامية الوطيس	تنور کا گرم ہونا (لڑائی کا سخت ہونا)
هال	گھبراہٹ میں ڈالنا	بادي الامر	شروع شروع میں
استحر	لڑائی کا تیز ہونا	لا تنهمك	ہم آپ پر تہمت نہیں لگاتے
نوجز	اختصار کرتے ہیں	سطر	لکھا ہوا
وقاف	بہت ٹھرنے والا (عمل کرنے والا)	مقتفى	پیچھے چلنے والا
الانشاء	(پالنا) نیا کام کرنا	الاختراع	نیا کام کرنا
الابتداع	بدعت جاری کرنا	خطير	اہم (قیمتی)
يقنع	کسی بات پر آمادہ کرنا	توهله	اسے اہل بنایا
اللخاف	باریک پتھر	النبوغ	بڑی شان والا ہونا
الزكاء	ذہانت	النهبح الرشيد	اچھا راستہ
الإحكام	(مصدر باب افعال) مضبوط کرنا	تبثيت	ثابت رکھنا
يتضافر	ایک دوسرے کی مدد کرنا	العصب	نسل
رسمه منهاج	علامت، راستہ	لم يستجل	شامل نہیں کیا
يلهجون	شیفتہ ہونا	الثناء العاطر	خوشبودار (تعریف)
التوجيه	متوجہ ہونا	الاشراف	توجہ کرنا (جھانکنا)
ان يتدارك الخرق	اختلاف (پھٹن) کو دور کرنا	ان يستاصل	جڑ سے اکھاڑ پھینکنا

ان یستسخ	ایک تحریر کو نقل کرنا	القرار الحکیم	کسی معاملہ کا وہ پہلو جو طے پا جائے اور وہ حکمت بھرا ہو

پانچویں فصل (تفسیر و مفسر)

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
ذُریٰ	چوٹی	السادۃ	سرداران
القادہ	قائدین	البشریۃ	طریقہ، طبیعت
تتخبط	دیوانہ کر دینا	حویٰ	جمع کرنا (گھیرنا)
سلائل العرب	عربوں کی اولاد	المؤسف	افسوسناک
مساخط	جن باتوں پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے	العیسْ	بھورے رنگ کا اونٹ
البیداء	بیابان	تنھل	چھن کر آنا
سحب	سحاب کی جمع "بادل"	نھلوا	سیراب ہوئے
معین	جاری چشمہ	یوھل	اہل بناتا ہے
سری	رات کو چلنا	ملیئۃ	بھری ہوئی (بھرپور)
التطرفہ	کنارے پر آنا اعتدال سے گزر جانا	المتزلفین	قریب ہونے والے
تملق	چاپلوسی	دسوا	چھپانا، دھنسانا
الصوارف	پھیرنے والی چیزیں	عنفوان	ابتداء
التنافس	رغبت دینا	ینتزع	دور کرنا
مثار جدل	جھگڑا پیدا کرنا (ابھارنا)	غزارۃ علمی	علم کا زیادہ ہونا
مدی قوۃ فھمہ	آپ کی قوت فہم کی غایت	رتقا	جڑا ہوا
فتق	کھول دیا	مصاف	صف

مثقتف و مودب	تربیت یافتہ

چھٹی فصل (تابعین مفسرین)

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
نبذة	تھوڑی سی چیز	نبغ	ظاہر ہونا، فائق ہونا
افزاذ	شاذ (غیر معروف) جوئے کا پہلا تیر	اعجوبة	جس چیز پر تعجب کیا جائے
ثبت	معتبر	ثقه	معتبر
التقشف	تنگدست، بدحال	طود	ثابت قدم
شامخ	بلند ہونا (تکبر سے ناک چڑھانا)	لامع	چمکنے والی
البریئه	گناہوں سے پاک	النساك	زاہدین
کنف	سایہ	استکتب	کسی کو لکھنے کے لئے کہنا
یعی	یاد کرنا، ننگا کرنا	اتقوا	تلوار نکالنا
جیل	جماعت	انتحال	کسی کی طرف منسوب کرنا
کرسو	وقف کرنا، عبادت خداوندی کے لئے مخصوص کرنا		

ساتویں فصل اعجاز قرآن

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
یحتل	حیلہ سے کام لینا	الدامغه	دماغ تک پہنچنے والا زخم
انتشل	گوشت کو ہنڈی سے نکالنا۔ کسی چیز کو جلانا یا اچک لینا	الحضیض	پستی
اقاصی	دور دراز	المعمورہ	آبادیاں
البارعون	علم یا فضیلت یا جمال میں یکتا	تلاشت	معدوم کرنا
التحدی	چیلنج کرنا	المبرزین	نمایاں لوگ
واخزة	عمدہ	ببنت شفة	ہونٹ بھی نہ ہلائے
کیان العرب	عربوں کا وجود	ممتع اخاذ	فائدہ بخش گرفت

اندحروا	دور ہو گئے (لڑھک گئے)	حلبة المیدان	میدان کی دوڑ (گھوڑوں کی ایک مرتبہ کی دوڑ)
العباقرة	دانشور (بڑی شخصیات)	المتعنت	ہلاک ہونے والا
الفاضح	ذلیل کرنے والی	المباراة	مقابلہ کرنا (ایک دوسرے سے آگے بڑھنا)
اضحوکه	جس پر ہنسا جائے، مذاق کا نشانہ	التهکم	مذاق کرنا
الاذع	تکلیف دہ	دحض	باطل کرنا
برعوا	علم یا جمال میں کامل ہوئے	ویلاتها	ہلاکتیں
غمار	گہرائی	کووس	پیالے
الاسیٰ	افسوس (غم)	تجرعوا	گھونٹ گھونٹ پیا
الذوام	مذمت کی گئی	النبال	تیر (نبل کی جمع)
یدحض	باطل کرتا ہے	المنابذہ	دشمنی کی وجہ سے جدا ہونا
المعاداه	دشمنی	حاذوا	جمع کرنا
مضمار	گھڑ دوڑ کے میدان کی انتہاء	المنتدیات	مجالس
اروع	عمدہ	یضوغوا	وہ گھڑتے ہیں
زرافات	جماعتیں	یثور	وہ حملہ کرتا ہے
محاولات	حیلہ کے ساتھ طلب کرنا	مصاولات	حملے کرنا (ایک دوسرے پر)
مسکة	عقل	ابلج	واضح (روشن) ہونا
روعة	عمدگی تعجب خیزی	قاطبه	تمام قوم
الخلابه	فریفتہ کرنے والے	مرذول	حقیر (کمینہ)
اسفر	بے وقوفی کے راستے پر چل پڑا	سخف الکلام	کمزور کلام (کلام کی کمزوریاں)
رشیق	خوبصورت	رَمَد	آشوب چشم (آنکھ کا دکھنا)
السبك	ڈھالنا	الرائقة	خوبصورت (شاندار)
المعول علیه فواصل	اس پر اعتماد کیا (سہارا لیا)	[illegible]	[illegible]

العلوم الکونیة	کائنات سے متعلق علوم (سائنسی علوم)	اساطین	ستون (بڑی شخصیات)
طلاوة	رونق	المغدق	سرسبز
صبا	مذہب تبدیل کردیا	اغاظ	غصہ دلایا
یخنق	گلا گھونٹنا	یتکھن	کاہنوں والا کام کرنا
ارتج النادی	مجلس خوشی سے جھوم اٹھی	بحورہ	بحر کی جمع فن شاعری کی ایک اصطلاح
ناشد	واسطہ دیا، قسم دی	الرائع	حسن یا بہادری کی وجہ سے تعجب خیز
الخلاب	فریفتہ کرنے والا	بھر	غالب آگیا
الاجادہ	عمدگی	التبریز	میدان میں نکلنا
محشودة	جس کی خدمت میں لوگ چست ہوں	حضارة	شہر
بداوة	دیہاتی ہونا	یرف	لہلہا رہا ہے
غض	تروتازہ	طری	تروتازہ
مسحة	نشان	السبیکة	عمدہ بناوٹ
مساوقة	ساتھ ساتھ چلنا	جساة	سخت ہونا
البنو	کرخت ہونا	الاحماض	ترشی (کھانے کی ترشی)
المسترخیة	جن حروف میں صفت رخوہ ہوامی سے پڑھے جائیں	الجساة	سخت ہونا
المدین	دومدین	التہافت	اوچھاپن (سوچے سمجھے بغیر گفتگو)
التعثر	زبان کی رکاوٹ	طبقة	اسلوب
یسترعی	طلب توجہ	قمة	چوٹی
سائد	سردار	مزایا	فضائل
معمان	سرگرم	اقنع	عاجز کردیا
الممتع	نفع بخش	عنیف	سخت جنگ
یجرع	گھونٹ گھونٹ پینا	یرفہ	رنج دور کرتا ہے

لفتات	توجہات	العری	روشن ہونا، واضح ہونا، (ننگا ہونا)
العقم العلمی	علمی بانجھ پن	الجزاله	بڑا
خماسية	پانچ سال کی	سداسية	چھ سال کی
وجازتها	اس کا اختصار	لآلئها	(لؤلؤ کی جمع) موتی
شاسع	بہت زیادہ	نضارة	تازگی
كوارث	غم انگیز واقعات	نكبات	مصائب
فلم ينج	پس نجات نہ پائی	يسمو	بلند ہونا
الاسرة	خاندان	الديمو قراطية	جمہوریت
الحضارة	شہر (مقام سکونت)	سامية	بلند
أُسّ	بنیاد	قرروا	قرار دیا
مغزاه	اس کا مقصد	الدولی	بین الاقوامی
الفوضى	ایسی قوم جس کا کوئی سردار نہ ہو	رادعة	روکنے والی
اروع	خوبصورت	نلتمس	ہم پاتے ہیں (تلاش کرتے ہیں)
فشلت	پس وہ ناکام ہوگئی	الفادح	بوجھل (گراں)
اروبا	یورپ	السماح	وسعت
المجتمع الاروبی	یورپین یونین	مذهلة	خوفناک (غافل کرنے والی)
مهددة	خوف زدہ	عراها	کڑے (اجتماعیت)
اللقطاء	ناجائز بچے	العوانس	بلوغت کے بعد شادی کے بغیر رہنے والی عورتیں
السفور	بے پردہ باہر نکلنا	فرنسا	فرانس
هزيمتها	ان کی شکست	الشنق	ٹکڑے ٹکڑے کرنا (پھانسی چڑھانا)
المروعه	خوفناک	ازهاق	جان نکالنا
البنوك	بنک	الوضعيه	انسان کا بنایا ہوا

الفراس	فارسی (ایرانی)	شمتوا	دوسرے کی مصیبت پر خوش ہونا
تتراوح	درمیان (باری باری)	انہکت	کمزور کردیا
عقر	گھر کا درمیانی حصہ (صحن)	راھن	شرط رکھی
نبوءۃ	خبر	الدس	سازشیں
اللمز	عیب چینی	علی رغم	کسی کی مرضی کے خلاف
یثب	کودنا (مراد ٹہلنا)	سَنَۃ	قحط سالی (سال) یہاں قحط سالی مراد ہے
سیضرعون	عنقریب گڑگڑائیں گے	انخرم	کم نہ ہوا
ادیل	فدیہ دیا گیا	تخوم	سرحد
ماروع	کس قدر خوبصورت	حکمۃ سامیۃ	بلند حکمت
باھرۃ	حیران کن	العلوم الکونیۃ	کائناتی علوم
علمیۃ حدیثہ	جدید علمیت	طبیعہ	طبیعات (علم کا نام)
ھندسہ	ہندسہ (علم کا نام)	فیزیاء	فزیالوجی
مقطرع بہ	قطعی، یقینی	بئیۃ	دیہاتی ماحول
الحضارۃ	شہر	العلوم الکونیہ	کائناتی علوم
مستشرکین	مغربی مفکرین	اجاد	عمدہ بات کہی

آٹھویں فصل (قرآن پاک کے سائنسی معجزات)

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
البراکبن	آتش فشاں پہاڑ	المواد الملتھبہ	بھڑکتے مواد
الحمم	کوئلے	العلم الحدیث	جدید علم
غاز	گیس	سدائم	کرہ آسمانی پر مرہم دکھائی دینے والے ستارے
الکیمیاویہ	کیمیائی	الاساسی	بنیادی
صمم	کسی کام کا کر گزرنا	یمتص	چوسنا

او کسجن	آکسیجن	کمیات	مقدار
اسماك	(جمع سمک) مچھلیاں	رتقا	بند
تحکم	پابندی	العالم الفلکی	فلکیات کا عالم
غاز	گیس	تکاثف	گیس کا کثیف ہونا
موزع	تقسیم شدہ	الملموسة	چھوئی جانے والی چیز
الاعتقاد السائر	غالب اعتقاد، فیصلہ کن	البروتون	پروٹون
النیترون	نائٹرون	الکترون	الیکٹرون
القنبلة الهیدروجنیه	ایٹم بم، ہائیڈروجن بم	طبقات الجو العلیا	بلند فضا کے طبقات
الاختناق	گلے کا گھٹ جانا	طیارین	جہازوں والے
یحاول	کوشش کرتا ہے	الکهربا	بجلی
الموجب، مثبت	پازیٹو	سالب، منفی	نیگٹو
شهنة	بھرنا (لوڈ یعنی طاقت)	البروتون	پروٹون
النیترون	نیوٹرون	اکوان	کائنات (کون کی جمع ہے)
الغشاء المنباری	پردے کا نام ہے	الفائفی	پردے کا نام ہے
التلیقح	درختوں کی پیوندکاری	مکرسکوب	مائیکروسکوپ (خوردبین)
دودة العلق	علق کا کیڑا (جونک)	بویضة	مادہ انڈہ
لقاح	ملنا (پیوند لگنا)	المکرسکوب	مائیکروسکوپ
انکلترا	انگلستان (برطانیہ)	مغطاة	ڈھانپا ہوا
اقواس	یکر کا نام	عراو	یکر کا نام
دوامات	یکر کا نام	معارك	(معارکہ کی جمع) جنگ کے میدان
قتلاً ذریعاً	تیزی کے ساتھ قتل کرنا	اقاصی المعحورہ	دور دراز کی آبادیاں
زخر	موج زن	نصاعة	واضح ہونا
مشرعین	قانون ساز	عباقرہ	دانشمند (فائق لوگ)

حجة دامغة	دماغ تک پہنچنے والی دلیل	استمدّ	کسی سے کوئی چیز لینا
هادم	گرانے والا	حقول شتیٰ	عمدہ کھیتی
ان اقارن	یہاں مختلف میدان مراد ہیں تقابل کرنا	سمحة	نرم
صارع	کشتی لڑی	بارکه	اسے برکت دی
اضاليل	گمراہ کن باتیں	کهنوتهم	کاہن کا درجہ
المخازى	رسوائی کی باتیں	البون الشاسع	دور کا فرق
سرد	بیان کرنا	الشئون	معاملات
تواصوا	ایک دوسرے کو تلقین کرتے	الضبحيح	آوازوں کا بلند ہونا (شور مچایا)
القاده	قیادت کرنے والے (راہنما)	هدد	دھمکایا
مهتاجا	جوش میں	الزعامه	سرداری
فرنسا	فرانس	مولهاً	غم
مدلها	شوق	صادعا	میلان
حذائين	دو تسمے	ضربنا عنها صفحا	اس سے پہلوتہی کی (چھوڑ دیا)
الصرفه	ایک فرقہ جن کے خیال میں اللہ تعالیٰ نے عربوں کو قرآن پاک کے ساتھ معارضہ سے روکا ورنہ وہ مقابلہ کرتے	الفاحی	اچانک پیش آنے والے
زهدّهم	اس نے ان کو بے رغبت کر دیا	خاوضوه	اہم بات چیت کرنا
ساوموه	سودا بازی کرنا	العارض الفاجی	اچانک مانع
الدالاعداء	سب سے زیادہ جھگڑالو دشمن	التحدى الاذع	تکلیف دہ چیلنج
محاولات مضكحة	ہنسانے والی کوششیں	ناصع	واضح
شوركت	مجھے شریک کیا گیا	هذيان	بیہودہ گفتگو
واه	کمزور	لا ينهض	اٹھتا نہیں (سیدھا نہیں ہونا)
لا يتماسك	مضبوط نہیں (اس میں خیر نہیں)	اسفاف	ادنی کاموں کے پیچھے پڑنا

السجع القلق	بے قرار کرنے والا سجع (عمدہ سجع)	التعفیر	خاک آلودہ کرنا
سخیف	کمزور	لفّق	باطل سے مزین کرنا (جھوٹی بات گھڑنا)
الاساطیر	قصے کہانیاں	مرية	شک
مصادفه	ملنا (ملاقات کرنا)	الاخری	زیادہ مستحق (لائق)
تهيّته	بہتان باندھنا	الكذب الرخيص	سستا جھوٹ
لا يستوغ	جائز قرار نہیں دیتا	انصع	واضح، ظاہر (موثر)
حداد	لوہار	يمتهن الحدادة	لوہے کا کام کرنا تھا
مفحما	منہ کالا کرنا (مراد خاموش کرنا)	فذة	یکتا
نبل	نجابت (عمدگی)	الغابرہ	گزشتہ
سما	بلند ہوا	الذروة	بلندی، چوٹی
النبغاء	(نابغہ کی جمع) قوم کے بہترین لوگ	ند	مثل
خارقة	عادت کے خلاف	سمات	علامات

قسم ثانی (تفسیر بالدرایہ)

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
ملما	قریب ہونے والا (حاصل کرنے والا)	سنح	ظاہر ہوا
متعرض	(اپنے آپ کو) پیش کرنے والا	يتسور	سوچے سمجھے بغیر حملہ کر دینا
متمشيا	چلنے والا	استاثره الله بعلمه	جو علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے
منبعثاعن الهوىٰ	خواہش کی بنیاد پر پیدا ہونے والی چیز	خبط عشواء	وہ امور جن میں کسی بصیرت کے بغیر تصرف کیا جائے (اندھی اونٹنی کو کہا جاتا ہے)
الفرنسيين	فرانسیسی	منطلومات	پتلونیں
القضاء	گدی (سر کا پچھلا حصہ)	ممارست	مشق کرنا
مزاولت	باہم کوشش کرنا	تطور	حالات کی تبدیلی
ابلج	زیادہ روشن	يحرج	حرج سمجھا

تقلنی	مجھے اٹھائے گی	الغوص	غوطہ لگانا
السباح	تیرنے والا	مسموحا	اجازت دیا گیا (سخاوت)
اجام الصحابہ	صحابہ کرام کا رکنا	النظرۃ العابرۃ	سرسری نظر
تفنید	باطل قرار دینا	مجالا رحیا	وسیع میدان

قسم ثالث (تفسیر اشاری)

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
نماذج	(نموذج کی جمع) نمونے	المنحی	پیچ دار جگہ
انقدحت	اتر جانا (اثر کرنا)	زندقہ	بے دینی
شجون	شجن کی جمع (غمگین ہونا)	اوغل	داخل ہونا (اور چھپ گیا)
عنف	سختی	مسک الختام	اچھا خاتمہ
مواجیہ	باطن میں پائی جانے والی باتیں	ان یلج	داخل ہونا
سخیف	کمزور	روع	دل
شطح	اللہ تعالیٰ سے عشق کا بلند بانگ دعویٰ یا ایسے کلمات جن کی سمجھ نہ آئے	الادھی	زیادہ مصیبت والی بات
حضیض	پستی	الشباک	جال
الملتوبۃ	لپٹی ہوئی (پیچیدہ)	مزالق	پھسلنے کہ جگہیں
یتشبھون	کسی کے مشابہ ہونا	یدھش	حیرت زدہ کرنا (مدہوش کرنا)
یضاھی	مشابہ ہے	اطم	برتن بھرنا (زیادہ کا معنی)
ھب ودب	محاورہ یعنی ہر ایک	یسمحوا	اجازت دینا
سفیانین	سفیان کی جماعت	وقاحۃ	بے حیائی
سبکہ	اس کی بناوٹ	تزھم	سرداری کرنا، سردار ہونا
انکیٰ	زیادہ زخم لگانے والی	الُعوبۃ	کھلونا
ینفثون	ظاہر کرتے ہیں (چپکے چپکے بات کرنا)	مولع	شوقین

الدهاء	دانائی (ہوشیاری)	العصور الذهبيه	سنہری ادوار
شامخا	بلند	اعتنى	اہتمام کیا
شديد العناية	سخت اہتمام	جرح	کسی راوی کا عیب معلوم کرنا
تعديل	کسی راوی کا عدل معلوم کرنا	الحكماء الا كهين	وہ فلسفی جو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات سے متعلق گفتگو کرتے ہیں
بيد	البتہ (مگر)	تعقيد	مشکل کلام (گرہ والا کلام)
غموص	کلام کا دقیق ہونا	مرشح	بھری ہوئی
الحشو	غیر ضروری اضافہ	حسن الصوغ	اچھی بناوٹ
يروعك	تجھے تعجب میں ڈالتے ہیں	تجلية	واضح باتیں

احادیث ضعیفیہ

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
زنادقه	(زندیق کی جمع) بے دین	اختلق	اپنی طرف سے بات گھڑنا
حسبته	ثواب کے لئے	ايداع	کسی چیز کو شامل کرنا، امانت رکھنا
منقار	چونچ	ريش	پرندے کے پر
فحذار	پس بچو	تضافرت	ایک دوسرے کی مدد کرنا
الكوة	طاقچہ (چھوٹی الماری)	البارد المنتن	ٹھنڈی بدبودار
ثبت	ثابت کرتے ہیں	شتان	(دونوں کے درمیان) فرق
عناء	مشقت	الوقوف	وقف کرنا (ٹھہرنا)
ملم	حاصل کرنے والا	اروع المعانى	خوبصورت ترین معنی
هذيان	بہکی بہکی باتیں	موحى به	اس کی وحی کی گئی
الزيوع	پھیلنا	السدانه	کعبۃ اللہ کی خدمت کرنا
الرفادة	سرداری (مدد کرنا)	التحدى	چیلنج کرنا
كدت اثاوره	قریب تھا کہ میں اس پر حملہ کر دیتا	ففضت عرقا	پسینہ بہنے لگا

اضاءة	پانی جمع ہونے کی جگہ جیسے تالاب	فلا تماروا	شک نہ کرو
التهوين	آسانی پیدا کرنا	العلاج	محنت کوشش
حكمة ساميه	بڑی، اعلیٰ حکمت	التوثب والنهوص	کودنا اٹھنا (مراد ترقی کرنا)
شيفر	کنارہ	اعلاه المحدد	انتہائی بلند درجہ
يحتدم	بڑھ جاتا ہے، تیز ہوجاتا ہے	اللوائح	کتاب کا نام
نصل	باہر نکل گیا	بڑانا	بری سمجھتے ہیں
وجهته	اس کا نقطہ نظر	حاشاهم	ان کی شان سے بعید ہے
فلا غرو	پس تعجب نہیں	التعويل	اعتماد
جهابذه	پرکھنے والے (دانا لوگ)	احظى	زیادہ حصے والی
محلا	ٹھہرنے کی جگہ	معتلا	مضبوط
الغراء	روشن (خوبصورت)	اذاعوا	پھیلایا (شہرت دی)
شذى	(شک کی) بو	قرنفل	لونگ
سيب	بارش	معلل	سیراب ہوا

الحمدللہ! آج مورخہ 27 ذوالحجہ 1436ھ/12 اکتوبر 2015ء بروز سوموار پونے تین بجے دن التبیان فی علوم القرآن کا ترجمہ مکمل ہوا۔

محمد صدیق ہزاروی سعیدی ازہری۔
استاذ الحدیث جامعہ ہجویریہ دربار عالیہ حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ لاہور

تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان کے تخصص فی الفقہ کے نصاب میں
شامل الاشباہ والنظائر فن اول کا اردو ترجمہ بنام

قواعد فقہیہ

مصنف

علامہ زین الدین بن ابراہیم بن نجیم علیہ رحمۃ اللہ

ترجمہ و ترتیب

شیخ الحدیث مفتی محمد صدیق ہزاروی

مکتبہ اعلیٰ حضرت
داتا دربار مارکیٹ، لاہور
042-37247301

تنظیم المدارس (اہلسنت) پاکستان کے نصاب ثانویہ عامہ برائے طالبات
میں شامل فن تجوید و قراءۃ کی لاجواب کتاب

أحسن التجوید

حضرت مولانا قاری محمد اظہر صاحب عرف ابرار احمد صدیقی امروہی

مکتبہ اعلیٰ حضرت
داتا دربار مارکیٹ، لاہور
042-37247301
0300-8842540

تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان درجہ خاصہ (ایف اے) سال دوم
اور درجہ عالیہ سال اول برائے طالبات کے نصاب کے عین مطابق

ترجمۃ القدوری

مع الاعراب وسوالات

مترجم

شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا **خلیل احمد** قادری

شیخ الحدیث جامعہ ھجویریہ لاہور

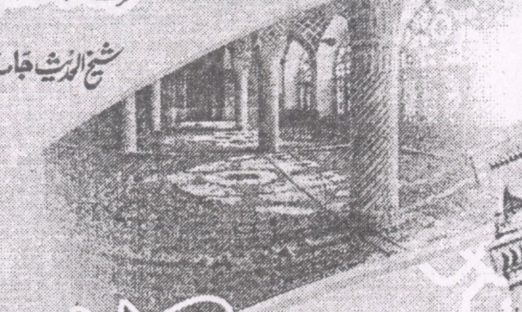

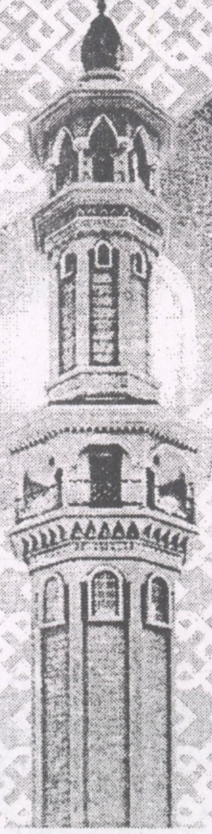

مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور

تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان درجہ عالیہ سال اول برائے طلباء
اور درجہ عالیہ سال اول برائے طالبات کے نصاب کے عین مطابق

افاداتِ شبیری

اردو شرح

مقاماتِ حریری

حسبِ فرمائش

صاحبزادہ میاں مستفیض شبیر محمد شرقپوری زید مجدہ الکریم

مؤلف

علامہ مولانا حافظ شبیر حسین مدظلہ العالی

سابق مدرس، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
حال: جامعہ حضرت میاں صاحب متصل دربار عالیہ حضرت شیر ربانی شرقپور شریف

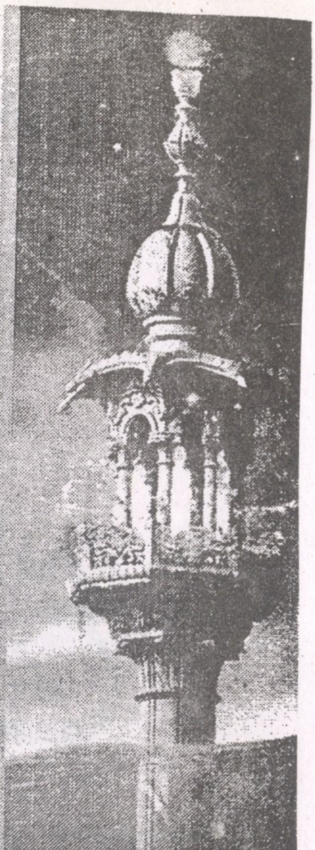

مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور

تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان درجہ عالیہ سال اول برائے
طالبات کے نصاب کے عین مطابق

مقدمہ

مشکوٰۃ المصابیح

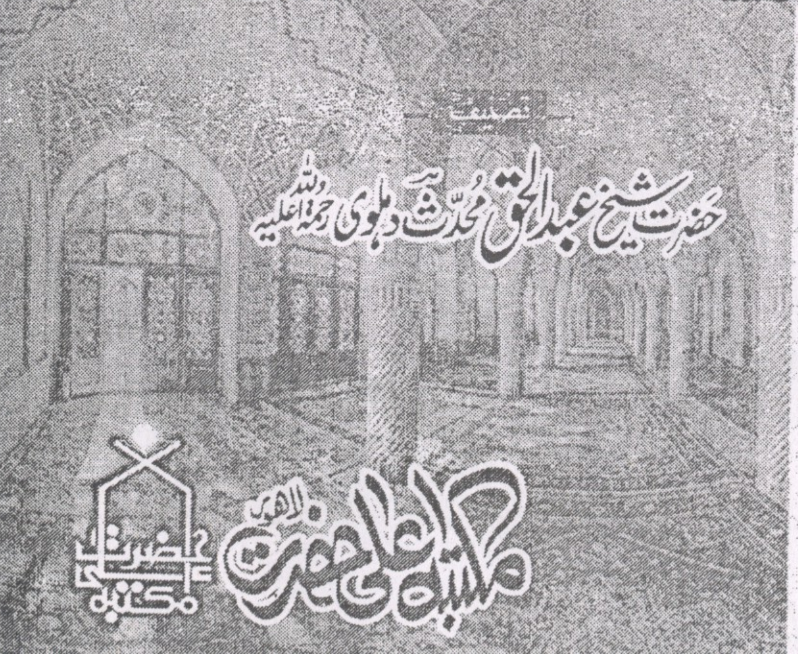

تصنیف

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور

اُمتِ مسلمہ کے متفقہ اکابرین کی سیرت وتصوف

پر چند قابلِ مطالعہ کتابیں جن کا مطالعہ آپ کے دینی ذوق کو دوبالا کردے

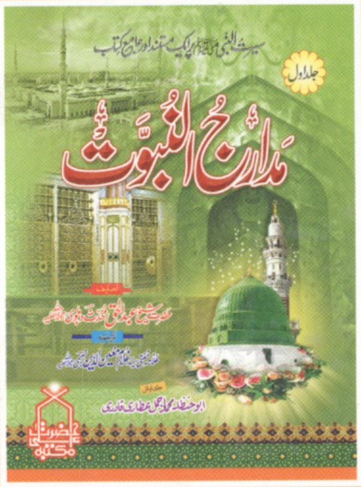

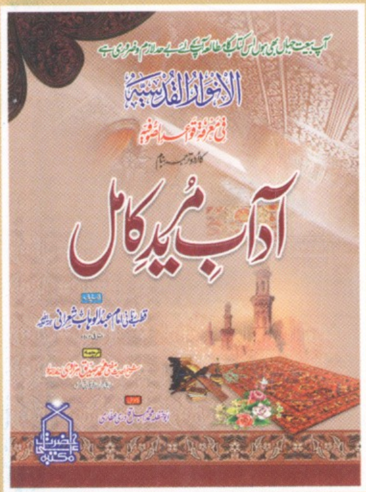

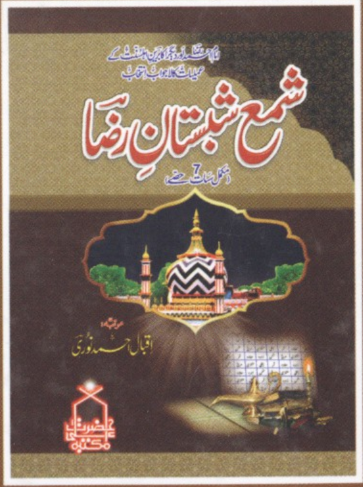

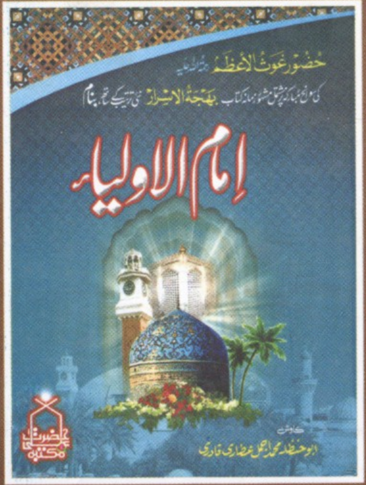

مکتبہ اعلیٰ حضرت
داتا دربار مارکیٹ، لاہور
042-37247301
0300-8842540